منزل کی تلاش

مُصنف

[illegible]



منزل کی تلاش

تحریر

محمد نجم مصطفائی

ناشر :

اسلامک فاؤنڈیشن آف نارتھ امریکہ

P.O.BOX 6101

ALEXANDRIA VA 2230

U.S.A.

"انتساب"

میں اپنی کتاب کا ثواب دنیا بھر کے ان مسلمانوں کے لئے صبح قیامت تک وقف کرتا ہوں۔

☆ جو سرزمین پاکستان میں بالخصوص اور عالمی دنیا میں بالعموم اسلام کی بالادستی چاہتے ہیں۔

☆ جو ملکی سیاست میں آمریت اور بے دین فرقوں کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ختم کر دینا چاہتے ہیں۔

☆ جو دینی غیرت وحمیت کا پرچم بلند رکھنا چاہتے ہیں۔

☆ جو پوری امت مسلمہ کو ایک قوت بن کر ابھرتا ہوا دیکھنا چاہتے ہیں۔

☆ جو یہود و نصاری اور ان کے آلہ کار اسلام دشمن حکمرانوں کی شر انگیزیوں کا خاتمہ کر دینا چاہتے ہیں۔

☆ جو اپنے قلوب سے انا پرستی کے بت پاش پاش کر کے ایک دوسرے مسلمان کا دست بازو بننا چاہتے ہیں۔

☆ جو اسلام کی بقاء اور ملک کے استحکام کے لئے منصوبہ بندیاں کرنا چاہتے ہیں۔

آپ کا دردمند بھائی

محمد نجم مصطفائی

مودبانہ عرض

میں نے منزل کی تلاش نامی کتاب کو تحریر کرنے میں ہر ممکن یہ کوشش کی ہے کہ حقائق انتہائی دیانت داری کے ساتھ قلم بند کئے جائیں اور اس پر عمل کرنے کی بھرپور کوشش کی لیکن اس کے باوجود بتقضائے بشریت اگر آپ میری اس کتاب میں کوئی لفظی یا معنوی غلطی پائیں یا کوئی حوالہ جات غلط پائیں تو ازرائے کرم آگاہ فرمائیں لیکن حوالہ تصدیق شدہ ہو۔ میں آپ کا بے حد ممنون و مشکور رہوں گا۔

محمد نجم مصطفائی

تقریظ

مفتی عبدالرحمان قمر

ڈائریکٹر اسلامک فاؤنڈیشن آف نارتھ امریکہ

P.O.Box-6101-Alex VA 22306 U.S.A.

یہ حقیقت ہے کہ برصغیر پاک وہند میں مسلمان تقریباً" ڈیڑھ صدی سے مذہبی حوالے سے گروہ بندی کا شکار ہیں۔ مسلمان فرقہ بندی کا شکار کیوں ہوئے۔ وہ کون سے خفیہ راز تھے کہ جن کی وجہ سے مسلمان اپنے اصل مرکز سے ہٹتے گئے اور کئی حصوں میں بٹ گئے۔

موصوف محمد نجم مصطفائی نے "منزل کی تلاش" نامی کتاب میں جس خوبصورتی سے اس کا اظہار فرمایا ہے اور اس راز سے پردہ ہٹایا ہے یہ مسلمانوں کو صحیح سمت دکھانے کا ایک بہترین قدم ہے۔ اللہ رب العزت موصوف محمد نجم مصطفائی کی اس کوشش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔ اور مخلوق خدا کے لئے اس کتاب کو نافع بنائے۔ آمین

مفتی عبدالرحمٰن قمر

۲۷ مارچ ۱۹۹۷ء

کتاب کا نام	—	منزل کی تلاش
مصنف	—	محمد نجم مصطفائی
ناشر	—	اسلامک فاؤنڈیشن آف نارتھ امریکہ
	—	P.O.BOX 6101
	—	Alexandria VA 2230.USA
اشاعت چہارم	—	۱۹۹۷ء
تعداد	—	ایک ہزار
قیمت	—	

نوٹ۔ برصغیر پاک و ہند میں اس کتاب کے جملہ حقوق ادارہ "تحقیقات اسلامیہ" کو حاصل ہے۔

اشاعت اول اشاعت دوئم اشاعت سوئم لاہور (پاکستان)

اشاعت چہارم اسلامک فاؤنڈیشن آف نارتھ امریکہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللہ والصلوٰۃ والسلام علی رسول اللہ و علی الہ و صحبہ و من والاہ۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے جتنے بھی انبیاء ورسل اس دنیا میں تشریف لائے لغت کے اعتبار سے ان سب کا دین اسلام ہی تھا۔ وہی دین اسلام اپنی اصلی حالت اور کامل صورت میں اللہ تعالیٰ نے پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور رہتی دنیا تک کے انسانوں کے لئے بھی پسند فرمایا۔ اب اس دین میں نہ تو اضافہ ہے اور نہ ہی کمی یہ دین ہر لحاظ سے پایۂ تکمیل تک پہنچ گیا۔ وہ عقائد جن پر ہر انسان کی نجات کا دارومدار ہے وہ مکمل طور پر اس دین میں بتا دیئے گئے جو ہر زمانے کے انسانوں کے لئے روشنی اور مینارہ نور ہیں اس کے اپنے عقائد اور اپنے قانون ہیں جو ہر انسان کی ذہنی قلبی، مادی اور روحانی ترقی کے ضامن ہیں۔ جب یہ "اسلام" مکمل اور کامل ہو گیا تو اب اس کے کسی احکام میں کسی بھی قسم کی تبدیلی کی گنجائش نہیں۔ جب گنجائش نہیں تو کسی دوسرے نبی کے آنے کی بھی ضرورت نہیں۔ نبوت کا سلسلہ اس دین کامل پر مکمل طور پر بند ہو چکا ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

ورضیت لکم الاسلام دینا (سورہ مائدہ ۳)۔

☆ ترجمہ۔ اور تمہارے لئے اسلام کو دین پسند کیا۔

مذکورہ بالا آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے واضح کردیا ہے کہ اے مسلمانوں میں نے تمہارے لئے دین اسلام پسند کرلیا ہے۔ اب تمہیں میری رضا اسلام ہی میں مل سکتی ہے پہلے میں دین عیسوی اور دین موسوی سے بھی راضی تھا مگر میں نے اب ان کو منسوخ کردیا ہے۔ لہٰذا اب مجھے کوئی یہودی اور عیسائی ہو کر ہرگز راضی نہ کرے۔ وہ دین پہلے ہدایت تھے مگر اسلام کے بعد منسوخ ہو گئے ہیں۔ اب میں صرف اسلام سے راضی ہوں۔

پیارے مسلمانو! وہ دین کامل جو اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ دین ہے اس دین کامل کو دنیا میں آئے ہوئے تقریباً" چودہ سو سال سے زیادہ برس گزر چکے ہیں۔ اس مقدس دین نے چودہ سو سال میں بڑے بڑے مصائب کا مقابلہ کیا۔ اس کے لہلہاتے گلشن پر انتہائی آندھیوں کے کئی جھکڑ چلے ۔ مگر یہ پیارا چمن اسی طرح قائم و دائم اور سرسبز و شاداب رہا۔ اس روشن آفتاب پر کئی بار سیاہ گھنا ٹوپ بادل چھائے مگر دین متین کا آفتاب اسی طرح چمکتا رہا۔ یہ سیاہ بادل کبھی یزیدی بادل بن کر چھائے 'تو کبھی حجازی غبار بن کر۔ کبھی تاتاری قوتیں اس سے نبرد آزما ہوئیں 'تو کبھی خارجی شورش نے اس کے خلاف سر ابھارا ' کبھی مامونی قوت نے اس سے مقابلہ کیا 'تو کبھی رافضی قوت نے اس کے مقابلے پر آنے کی جرات کی۔ غرض یہ کہ ہر دور میں اسلام کے خلاف بڑے بڑے فتنے اٹھے مگر اللہ تعالیٰ کا اس کے پسندیدہ دین پر ہمیشہ کرم رہا وہ تمام کے تمام فتنے اسلام کے مضبوط قلعے سے ٹکرا کر پاش پاش ہو گئے اور یہ آخری "دین اسلام" اسی طرح اپنی جگہ پر قائم و دائم رہا۔ آج ایک مرتبہ پھر اللہ تعالیٰ کا یہ آخری دین دشمنوں کی ناپاک سازشوں کا شکار ہوتا نظر آرہا ہے۔

آج پھر اسلامی عظمت کا آفتاب غروب ہوتا نظر آرہا ہے دشمنان اسلام کی سازشیں ایک

مرتبہ پھر اس کے خلاف بڑھتی جارہی ہیں۔ کئی طاغوتی محاذ اسلام کے خلاف کھول دیئے گئے ہیں۔ مسلمانوں کے دلوں سے اسلام کی ایمان افروز یاد کو مٹایا جارہا ہے۔ ذہنوں سے اس کی عظمت کے دلکش نقوش کھرچے جارہے ہیں۔ ہر محاذ پر مسلمانوں کی کردار کشی اور نسل کشی کی جارہی ہے۔ آج پوری دنیا میں جتنا مصائب و آلام کا شکار مسلمان ہورہا ہے اتنی دوسری کوئی قوم نہیں ہے۔ یوں لگتا ہے گویا مصائب و آلام اور امت رسول دونوں ایک دوسرے کے لئے لازم وملزوم ہوگئے ہیں۔

آج امت رسول کی جس بے دردی سے نسل کشی اور مسلمان خواتین کی آبروریزی کی جارہی ہے' شاید تاریخ دان اس سے پہلے کبھی ایسے المیے بیان نہ کرسکے ہوں۔ بوسنیا' چیچنیا' کشمیر' افغانستان' اراکان اور فلسطین میں جو کچھ ہوا یا جو کچھ ہورہا ہے وہ سب کچھ ہماری سوئی ہوئی ایمانی غیرتوں کو جھنجھوڑ دینے کے لئے کافی ہے۔ دشمنان اسلام کی ناپاک سازشیں اور فتنہ انگیز منصوبہ بندیاں ابھر کر سامنے آچکی ہیں۔

سارا عالم کفر' اسلام کے مقابلے پر متحد نظر آرہا ہے۔ ہندو' یہودی اور عیسائی آپس میں بھائی بھائی بنتے جارہے ہیں۔ حالانکہ ان کی تاریخ آپس کی دشمنیوں' عداوتوں اور قتل وغارت گری کے واقعات سے بھری پڑی ہے ان کے بنیادی عقائد آپس میں اتنے متضاد ہیں کہ یہ تصور بھی نہیں کیا جاسکتا ہے کہ ان میں بھائی چارہ بھی پیدا ہوجائے گا اور یہ اقوام اتحاد واتفاق' اخوت و بھائی چارے کے مضبوط اور پائیدار بندھنوں میں بندھ جائیں گی۔ اب وہ اپنے عقیدوں کے اختلافات' عداوتوں اور دشمنیوں کو بھلا چکے ہیں اور عالم اسلام کے خلاف سازشوں میں مصروف ہوچکے ہیں۔

دشمنان اسلام اس حقیقت کو اچھی طرح جانتے ہیں کہ اگر عالم اسلام بیدار ہوگیا تو باطل کا وجود صفحہ ہستی سے حرف غلط کی طرح مٹ جائے گا۔ دشمن کا یہ اعتراف بالکل بجا ہے کیونکہ

مسلمان وہ عظیم قوم ہے کہ جن کے ہاتھوں میں اللہ تعالیٰ نے علم توحید عطا فرمایا ہے۔ یہی وہ امت ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اس مقدس فریضہ کی بجا آوری کے لئے منتخب فرمایا کہ دنیا میں جہاں جہاں شرک و کفر کی تاریکیاں ہیں وہاں نور توحید سے ان ظلمتوں کو کافور کردیں۔ دین اسلام سے غافل اور کفر و الحاد میں ڈوبے ہوئے لوگوں کے دلوں میں عشق توحید و رسالت کے ایمانی چراغ روشن کردیں) اور تمام نجاستیں اور ناپاکیاں مٹا کر دلوں کو نور ایمان سے منور کردیں۔ مگر آہ.....! آج یہ دیکھ کر ہمارے سر شرم سے جھک جاتے ہیں کہ جس عظیم امت کو اللہ تعالیٰ نے ایک بہترین امت قرار دیا۔ جو ساری دنیا میں اسلام کا پرچم سربلند کرنے کے لئے منتخب کی گئی۔ جو قوم بڑی سے بڑی طاغوتی قوت کو بھی پاش پاش کردیتی تھی۔ آج وہی امت رسول دشمنان اسلام کی دست نگر بنتی جارہی ہے۔ ان کی بدترین تہذیب کو اپنا کر اپنی اعلیٰ ترین اسلامی تہذیب کو فراموش کررہی ہے۔ "قرآن حکیم" جو پوری انسانیت کے لئے ضابطہ حیات بھی ہے اسے بھلا کر عیسائیوں اور یہودیوں کے غلط طریقے اختیار کیے جارہے ہیں۔

تمدن میں تو نصاریٰ ہیں تمدن میں ہنود!
یہ ہیں مسلمان جنہیں دیکھ کر شرمائیں یہود؟

محترم مسلمان بھائیو! آج اس امت رسول کو اپنا غلام بنانے کے لئے دشمنان اسلام جو سازشیں کررہے ہیں۔ ان سنگین اور تشویشناک حالات میں ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ ملت اسلامیہ متحد و منظم اور جذبہ ایمانی سے سرشار قوت ہو کر باطل کی یلغار کے آگے سینہ سپر ہو جاتی اور سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن کر کفر کی تمام مذموم سازشوں کو زمین بوس کردیتی۔ علمائے دین اپنی جملہ کوششیں عالم اسلام کے اتحاد کے لئے وقف کردیتے۔ اہل علم حضرات ملت اسلامیہ کو درپیش مسائل کے حل کے لئے قلم اٹھاتے اور افتراق و انتشار کی شکار ہونے والی اس امت محمدیہ کو ایک دوسرے کے قریب تر کرنے کی خاطر اسلامی ممالک میں بولی جانے والی زبانوں میں ایک

دوسرے کی اسلامی اور علاقائی کتابوں کے ترجمے شائع کرتے۔ مگر ہماری بدنصیبی کہ ہم توحید اور شرک کے اختلافات میں الجھ کر رہ گئے۔ بجائے ایک اسلامی پلیٹ فارم پر جمع ہونے کے، ہم مختلف دھڑوں میں بٹ کر گروہ بندی کا شکار ہوگئے۔ آج کوئی دیوبندی ہے تو کوئی بریلوی، کوئی غیر مقلد وہابی ہے کوئی اہل تشیع۔

آخر ایسا کیوں ہوا! امت رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں یہ نفاق کا بیج کس نے بویا؟ امت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ٹکڑوں میں کیوں بٹی؟ یہ وہ سوالات ہیں جو ہر اہل ایمان کے لئے وجہ غم بنے ہوئے ہیں۔ آج ہمیں غیر جانبدارانہ طور پر اس بات کا جائزہ لینا ہے کہ امت واحدہ کو کئی فرقوں میں کس نے تقسیم کیا اور کیوں کیا؟

پیارے مسلمان بھائیو! اگر ہم برصغیر پاک و ہند کی تاریخ کا جائزہ لیں تو یہ حقیقت بالکل واضح ہو جائے گی کہ سن ۱۸۲۲ء عیسوی سے قبل برصغیر کے مسلمانوں میں توحید اور شرک کا کوئی اختلاف نہ تھا تمام مسلمان ایک ہی اسلامی عقیدے، ایک ہی اسلامی نظریئے اور ایک ہی اسلامی فکر کے مضبوط دینی بندھنوں میں بندھے ہوئے تھے۔ اسلامی عقائد و نظریات کے اس ہرے بھرے گلشن کو گمراہیوں کی خزاں کا کوئی جھونکا نہ چھو سکا۔ اگر یوں کہا جائے تو غلط نہ ہوگا کہ مسلمانوں کی حالت یہ تھی کہ

ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز
نہ کوئی بندہ رہا اور نہ کوئی بندہ نواز

ایک ہی امام، ایک ہی مسجد، نہ مسئلہ حاضر و ناظر کا جھگڑا، نہ مسئلہ نور و بشر پر جنگ، نہ صلوۃ و سلام پر مباحثہ اور نہ نیاز، فاتحہ پر بحث، نہ وسیلہ اختیار کرنے پر اختلافات اور نہ ہی مزارات اولیاء اللہ کی زیارت پر فساد۔ کسی قسم کا کوئی اختلاف نہ تھا تمام مسلمانوں کے اسلامی عقائد و نظریات میں مکمل ہم آہنگی پائی جاتی تھی۔

برصغیر کے مسلمان اس لحاظ سے انتہائی خوش قسمت کہے جاسکتے ہیں کہ انہیں اسلام کی یہ دولت براہ راست ان قدسی صفات ہستیوں سے ملی جنہیں زمانہ "بزرگان دین" کہتا ہے۔ اس حقیقت سے کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا کہ برصغیر میں اسلام کی روشنی صرف اور صرف بزرگان دین ہی کے ذریعے پھیلی۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری، حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری، حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی، حضرت شیخ فرید الدین گنج شکر، حضرت نظام الدین اولیاء، حضرت بہاؤ الدین زکریا ملتانی، حضرت صابر علاؤ الدین کلیری، حضرت لعل شہباز عثمان قلندر، حضرت نصیرالدین چراغ دہلوی، حضرت امیر خسرو، حضرت تاج الدین ناگپوری، حضرت مجدد الف ثانی، حضرت شاہ عبد الطیف بھٹائی، حضرت سچل سرمست، حضرت خوشحال خان خٹک، حضرت رحمان بابا، حضرت جنید شاہ پشاوری، حضرت عبداللہ شاہ غازی اور دیگر بے شمار اولیاء کرام وہ مبارک ہستیاں ہیں جن کے دست حق پرست پر شرک و کفر کے دلدل میں پھنسے ہوئے لاکھوں انسانوں نے اسلام قبول کیا اور ان لوگوں کے عقائد و نظریات کی اصلاح بزرگان دین نے فرمائی۔ سرزمین ہند میں اسلام نہ کسی بادشاہ کے ذریعہ پھیلا اور نہ ہی کسی مولوی کے ذریعہ بلکہ اسلام کی داغ بیل بزرگان دین نے ڈالی۔ .... یہی وہ مقدس ہستیاں ہیں کہ جن کی کوششوں سے بھٹکے ہوئے انسانوں کے دلوں کو روشنی روحوں کو تازگی اور فکر و نظر کو بالیدگی ملی۔ سرزمین ہند جو کبھی کفر و شرک کا گڑھ تھی مگر صوفیائے کرام کی انتھک کاوشوں سے یہ دھرتی اولیاء کرام کا مرکز بن گئی اور اس سرزمین پر اس قدر اولیاء کرام ابھر کر سامنے آئے کہ یہ زمین اولیاء کرام سے معمور ہوئی جن کی قدموں کی برکتوں سے سلوک و معرفت کی خانقاہیں آباد ہوئیں۔ جن کی حق ہو کی صدا میں سارا ماحول ڈوبتا چلا گیا اور لاکھوں انسان ان کے ذریعہ دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔

انگریزوں کی آمد سے قبل برصغیر کے مسلمانوں میں جو اسلامی عقائد پائے جاتے تھے، یہ وہی

پیارے عقائد تھے جو بزرگان دین سے انہیں نسل در نسل ورثے میں ملے تھے یہی وہ تاریخی اسباب ہیں کہ بزرگان دین سے محبت کرنے والے مسلمان جس قدر برصغیر میں پائے جاتے ہیں، دنیا کے کسی اور خطے میں نہیں، کوئی سلسلہ قادریہ سے منسلک ہو کر حضور شیخ عبدالقادر جیلانی سے اپنی عقیدت کا اظہار کرتا ہے تو کوئی سلسلہ چشتیہ سے وابستہ ہو کر حضرت خواجہ معین الدین اجمیری چشتی کی ارادت کا شرف حاصل کرتا ہے۔ کوئی سلسلہ نقشبندیہ میں مرید ہونا باعث فخر سمجھتا ہے تو کوئی سلسلہ سہروردیہ میں بیعت ہونے کی سعادت حاصل کرتا ہے۔ برصغیر پاک و ہند میں بزرگان دین کے یہی وہ چار بڑے مشہور صوفیانہ سلسلے ہیں جن کی جڑیں ہر مسلمان کے گھر میں پھیلیں۔

یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ ہندوستان میں ابتداء ہی سے بزرگان دین کے ماننے والے سنی مسلمانوں کی اکثریت رہی ہے۔ انگریزوں کی آمد سے قبل، کسی بھی فرقے کا وجود برصغیر میں نہیں تھا۔ اس وقت تقریباً" سو فیصد تعداد سنی مسلمانوں کی تھی۔ یہ میرا خیال و گمان نہیں بلکہ یہ وہ حقیقت ہے جس کا اعتراف غیر مقلد وہابی جماعت کے پیشوا کر چکے ہیں۔ اہلحدیث جماعت کی معتبر شخصیت مولوی ثناء اللہ امرتسری صاحب اس حقیقت کا اعتراف ان الفاظ میں کرتے ہیں کہ

"امرتسر میں مسلم آبادی، غیر مسلم آبادی (ہندو اور سکھ) کے مساوی ہے۔ اسی (۸۰) سال قبل (۱۸۵۷ء میں) قریباً" سب مسلمان اسی خیال کے تھے جن کو آج کل بریلوی حنفی خیال کیا جاتا ہے"۔ (شمع توحید صفحہ ۴۰، مطبوعہ سرگودھا، مولوی ثناء اللہ امرتسری اہلحدیث)

اور سنئیے اہلحدیث جماعت کے ایک اور مایہ ناز مورخ مولوی محمد جعفر تھانیسری اپنا ذاتی مشاہدہ ان لفظوں میں بیان کرتے ہیں۔ کہتے ہیں۔

"میری موجودگی ہند کے وقت ۱۸۱۹ء میں شاید پنجاب بھر میں دس وہابی عقیدے کے مسلمان

بھی موجود نہ تھے اور اب ۱۸۷۸ء میں دیکھتا ہوں کہ کوئی گاؤں اور شہر ایسا نہیں جہاں کے مسلمانوں میں چہارم حصہ وہابی معتقد محمد اسماعیل کے نہ ہوں۔" (ملاحظہ کیجئے "تاریخ عجیبہ" مولوی جعفر صاحب تھانیسری)

غور فرمایئے مذکورہ بالا دونوں عبارات کا تعلق غیر مقلدین (اہلحدیث حضرات) کے پیشواؤں سے ہے۔ دونوں نے اس حقیقت کا اعتراف کیا کہ سرزمین ہند میں ۱۸۵۷ء سے پہلے اہلسنت و جماعت کے علاوہ کوئی دوسرا فرقہ نہ تھا۔ مولوی ثناء اللہ امرتسری صاحب کی یہ تصدیق ۱۹۳۷ء کی ہے اور ۱۹۳۷ء سے ٹھیک اسی سال پہلے ۱۸۵۷ء کا دور تھا۔ اور یہ وہی ۱۸۵۷ء کا دور ہے

کہ جس وقت ہندوستان کے تمام سنی مسلمانوں نے سنی عالم دین، مجاہد جلیل، حضرت علامہ فضل حق خیر آبادی رحمتہ اللہ علیہ کی قیادت میں سرزمین ہند پر انگریزوں کے غاصبانہ قبضے کے خلاف جہاد کیا تھا اور لاکھوں مسلمانوں نے انگریزوں کی غلامی سے آزادی حاصل کرنے کے لئے جانیں قربان کردی تھیں۔ مولوی ثناء اللہ امرتسری اہلحدیث کی اس تصدیق سے یہ واضح ہوا کہ ۱۹۳۷ء سے ٹھیک اسی سال پہلے (یعنی ۱۸۵۷ء میں) کوئی بھی وہابی عقیدے کا نہ تھا بلکہ سب کے سب اہلسنت سنی حنفی مسلمان تھے۔

ہر اہل نظر اس حقیقت کو جانتا ہے کہ برصغیر پاک و ہند پر مسلمان حکمران برسوں حکومت کرتے رہے یہود و نصاریٰ انگریز کی سازشوں سے مسلمان حکومت کا خاتمہ ہوا۔ ۱۷۵۷ء کی جنگ پلاسی میں، میر جعفر کی غداری سے، بنگال میں، نواب سراج الدولہ کی شکست اور ۱۷۹۹ء میں میر صادق کی غداری سے، میسور میں، سلطان ٹیپو کی شکست کے بعد تو گویا مسلمانوں کے جاہ و جلال کو گھن سا لگ گیا تھا اس پر آشوب دور میں جبکہ انگریزوں نے مسلمانوں کے لئے عرصہ حیات تنگ کردیا تھا۔ وطن عزیز نے ایسے ایسے مسلمان جیالوں کو جنم دیا جنھوں نے انگریز

سامراج کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر للکارا اور اپنی قوم کی کھوئی ہوئی اسلامی سلطنت کی بحالی اور غلامی کی زنجیروں سے نجات دلانے کا بیڑا اٹھایا۔

ان مسلمان جیالوں میں ایک مجاہد جنگ آزادی حضرت علامہ فضل حق خیر آبادی بھی تھے۔ یہی وہ مجاہد جلیل ہیں جنہوں نے سرزمین ہند میں آزادی ہند کی داغ بیل ڈالی۔ برصغیر کے مسلمان، اپنے اس عظیم مسلمان رہنما کو جس قدر بھی خراج تحسین پیش کریں، کم ہے۔ انہوں نے ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں اپنا سب کچھ دین وملت پر قربان کردیا۔ آپ انگریز حکومت کے خلاف ہراول دستے کے مجاہد اول تھے۔ علامہ فضل حق خیر آبادی نے تحریک آزادی ۱۸۵۷ء کو اپنا خون دے کو جو جلا بخشی تھی، انگریز سامراج باوجود تمام تر کوشش کے علامہ فضل حق خیر آبادی کے عطا کردہ جذبہ حریت کو سرد نہ کرسکے۔ حضرت علامہ فضل حق خیر آبادی نے دہلی کی جامع مسجد میں علمائے ہند کے سامنے انگریزوں کے خلاف جہاد کرنے کا تاریخ ساز فتوی صادر فرمایا، جس سے انگریز حکمرانوں کے ایوان ہل گئے۔ اس فتوی کے شائع ہوتے ہی ملک میں انقلابی صورتحال پیدا ہوگئی اور برصغیر کے مسلمانوں میں انگریزوں کے خلاف شدید نفرت کی لہردوڑ گئی۔ بڑے بڑے علمائے دین اور مقتدر مشائخ دین نے بھی عام مسلمانوں کے ساتھ مل کر اس جدوجہد آزادی میں جانیں، راہ خدا میں، قربان کیں روھیل کھنڈ بریلی جو کہ مسلمان مجاہدین کا اہم مرکز تھا، جہاں سے علامہ الشاہ رضا علی خان اور ان کے صاحبزادے علامہ الشاہ نقی رضا خان اور مفتی عنایت احمد کاکوروی نے انگریزوں کے خلاف کئی معرکوں میں، مجاہدین جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کے ساتھ بھرپور حصہ لیا۔

اس کے علاوہ خواجہ قطب الدین چشتی دہلی میں، منشی رسول بخش صاحب کاکوروی اودھ میں، حضرت بابا نگاہی شاہ چنیوٹی جھنگ میں، خواجہ غلام حسین اور سید عبد الغنی شاہ قادری ملتان میں شہید ہوئے۔ جنرل بخت خاں کی قیادت میں جمع ہونے والی نوے ہزار (90000) فوج

کے سالار اور جنرل بخت خاں کے ساتھی مخدوم شاہ محمد قادری بدایوں میں لارڈ ہسٹنگ کا مقابلہ کرتے ہوئے شہید ہوئے۔ آخری مغل بادشاہ بہادر شاہ ظفر کو ہمایوں کے مقبرے سے گرفتار کر کے لال قلعے میں قید کر دیا گیا اور ان کے تین شہزادوں کو قلعے میں داخل ہوتے ہی گولی مار کر شہید کر دیا گیا اور ان کے سروں کو خوان پوش سے ڈھک کر بوڑھے بادشاہ کے سامنے بطور تحفہ بھیجا۔ اس کے بعد ازیں بادشاہ کو رنگون بھیج دیا گیا اور دیگر کئی مسلمانوں کو سور کی کھال میں سلوا کر گرم گرم تیل کے کڑاہے میں ڈلوایا گیا۔

جامع مسجد، دہلی کے حجروں میں گھوڑوں کو باندھنا انگریزوں کا معمول بن گیا۔ ظالم وجابر انگریز حکمرانوں نے اسی پر بس نہیں کیا بلکہ حضرت علامہ فضل حق خیر آبادی کو حکومت کا باغی قرار دے کر گرفتاری کے وارنٹ جاری کئے اور آپ رحمتہ اللہ علیہ کو سیتا پور سے گرفتار کر کے لکھنؤ لایا گیا۔ پھر آپ پر مقدمہ چلا اور انگریزی سامراج کے خلاف فتویٰ دینے پر انگریز جج نے دریائے شور (کالا پانی) کی سزا سنائی۔ آخر کار اس مرد جلیل، جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کے مجاہد اول نے حالت اسیری میں ۲۰ اگست ۱۸۶۱ء کو جام شہادت نوش کیا۔

پیارے مسلمانو! یہ حقیقت کسی اہل نظر سے ڈھکی چھپی نہیں کہ انہی فرزندان اسلام کی وجہ سے فرنگیوں کو زبردست مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا لیکن آپ کو یہ جان کر افسوس ہوگا کہ متعصب مورخین اور جانبدار تذکرہ نگاروں نے برطانوی سامراج کی بنیادیں ہلا دینے والے ان مسلمان مجاہدوں کا ذکر نہایت بے اعتنائی، جانب داری اور بے ایمانی کا ثبوت دیتے ہوئے بحر ظلمات کی تاریکیوں میں دھکیل دیا اور ان کے کارناموں کو سنہری حرفوں سے لکھنے کے بجائے ان کا تذکرہ کرنے سے گریز کیا اور ایسے لوگوں کو جنگ آزادی کا ہیرو بنایا جن کے سیاہ کارناموں سے تاریخ کے صفحات بھرنے پڑے ہیں۔ مگر پھر بھی چند غیر جانبدار اور حق گو تذکرہ نگاروں نے اس تلخ حقیقت سے پردہ اٹھایا اور بتایا کہ انگریزوں نے ان تمام تر کاروائیوں میں مسلمانوں کے دلوں

سے جذبہ جہاد ختم کرنے کے لئے چند زر خرید مولویوں کو اپنا ہمنوا بنایا تھا اور ان کے لئے اپنی دولت کے منہ کھول دیئے تھے

یہ حقیقت کسی سے ڈھکی چھپی نہیں ہے کہ جب انگریزوں نے ہندوستان میں اپنی سلطنت کا سنگ بنیاد رکھا تو انہیں سب سے بڑا خطرہ مسلمانوں سے تھا۔ انہیں ہر وقت یہ فکر دامن گیر رہتی تھی کہ جب تک قوم مسلم کا ایمان و اسلام باقی اور ان کی اجتماعی قوت برقرار ہے' اس وقت تک ہندوستان میں انگریز حکومت کے قدم نہیں جم سکتے۔ لہٰذا انہوں نے مسلمانان ہند کو ان کے ایمان و عقائد سے دور کرنے اور ان کی اجتماعی قوت کو پاش پاش کر دینے کو انتہائی ضروری سمجھا۔ پھر اس اسلام دشمن اسکیم کے تحت انگریزوں نے بعض "کرائے کے مولویوں" کو اس کام پر مامور کیا تاکہ وہ مسلمانوں کو قرآنی آیتیں اور حدیثیں سنا کر ان کے پختہ دینی عقائد کو متزلزل اور اسلامی خیالات کو تبدیل کریں۔

یہ صرف قیاس آرائی نہیں بلکہ وہ تلخ حقیقت ہے جس کا ثبوت حسب ذیل عبارت سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے۔ محترم مسلمانو! مولانا سید اشرف علی صاحب گلشن آبادی کا تعلق ہندوستان کے شہر ناسک' مہاراشٹر سے ہے۔ انہوں نے تقریباً" ڈیڑھ سو سال پہلے یعنی ۱۸۴۸ء میں ایک کتاب تحریر فرمائی تھی جس میں مولانا موصوف نے زر خرید مولویوں کے مکرو فریب کو بے نقاب کیا ہے۔ اس کتاب میں موصوف نے انگریزوں کی ایک نہایت سنگین خطرناک سازش کا انکشاف کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے۔

"ایک معتبر عالم دین ساکن اکبر آبادی فرماتے ہیں کہ جب میں دہلی سے کچھ علم عربی تحصیل کر کے کلکتہ میں گیا اور وہاں بھی کچھ حدیث و تفسیر کا فائدہ علمائے دین سے حاصل کیا۔ تب ایک انگریز پادری صاحب نے جو بہت عربی' فارسی میں قابل ہیں اور بہت سے لکھنوی مولوی ان کے نوکر ہیں۔ مجھے بلایا اور پچاس روپیہ میرا ماہوار کر کے ایک مہینے پیشگی دیا۔ اور کہا "جس شہر میں

تمہاری طبیعت چاہے' جار ہو اور ہندی ترجمہ حدیث و تفسیر کا لوگوں کو پڑھایا کرو اور ایسا مشہور کرو کہ محدثوں کا مذہب حق ہے اور میں اس کا تابعدار ہوں۔ مگر ہرگز علم صرف و نحو اور فقہ عقائد و کلام وغیرہ مت پڑھانا۔ اور یہ پچاس روپیہ تم کو ہمیشہ ماہوار ملا کرے گا اور تمہاری نیک خدمتی اور محنت کے موافق زیادہ ماہوار ہو جائے گا اور چند قاعدے کل فلانے مولوی کے ہاتھ ہم تم کو بھیج دیں گے "تب دوسرے دن فلانے مولوی میرے گھر آئے اور مجھ سے کہنے لگے "تم بھی ہمارے انگریز پادری کے نوکر ہوئے؟ الحمد اللہ بہت اچھا ہوا۔ قریباً" چالیس اچھے نامور مولوی اطراف ہندوستان اور عربستان وغیرہ میں ان کے مخفی (چھپے ہوئے) نوکر ہیں۔ اور کئی عربستان میں جا پہنچے ہیں اور دس پندرہ روپیہ ماہوار سے پچاس روپیہ تک ہر ایک کی تنخواہ مقرر ہے' جہاں رہیں ماہ بہ ماہ ان کو ملتی ہے۔ اور بڑا فائدہ یہ ہے کہ ہمیشہ نئی باتیں اور ضعیف حدیثیں اور روایتیں لوگوں میں ظاہر کرنا اور اپنے شاگردوں کو سکھانا تاکہ چاروں مذہبوں' مذہب حنفی' شافعی' مالکی اور حنبلی سے منہ موڑیں۔ اور مسلمانوں کا اجماع و اتفاق دینی بالکل ٹوٹ جاوے۔ اور انبیاء و اولیاء سے بد اعتقاد ہو جاویں اور ان کی نیاز و فاتحہ چھوڑ دیویں" میں نے کہا استغفراللہ یہ شیطانی کام مجھ سے نہ ہوگا"۔

انگریز کے نوکر مولوی نے کہا "بیس برس سے پادری صاحب یہاں آئے ہیں۔ میں تب سے ان کا نوکر ہوں۔ ہزاروں روپیے دے کر انہوں نے ترجمہ کی کتابیں چھپوائیں اور ان کے طفیل سے بہت بے علم' مولوی قابل بن گئے ہیں۔ اب دل سے مسلمان محمدی (یعنی وہابی) ہیں اور بد عتی لوگوں (یعنی سنی مسلمانوں) کے بڑے دشمن ہیں۔ تفسیر حدیث کا علم میں نے ان کو پڑھایا ہے ۔ تم بے فکر ہو کر یہ پچاس روپیہ کا ماہوار قبول کر لو اور تم اپنے وطن میں' خواہ اور کسی شہر میں جار ہو۔ ساری عمر فراغت سے گزارو مگر کتنے آدمی تمہاری طرف پھرے اور تمہارے مرید و شاگرد بنے' اس کی رپورٹ ہر برس لکھ کر بھیجا کرو۔ اچھے اچھے نامی گرامی مولوی پادری صاحب

کا ماہوار کھاتے ہیں اور اکثر ہندوستان اور عربستان کے نامی شہروں میں موجود ہیں اور یہ ان کے ناموں کی فہرست ہے"۔

میں نے فہرست کو دیکھا تو اچھے اچھے نامور خاندانی مولوی خود کو سید احمد صاحب کا جھوٹا خلیفہ مشہور کر کے مسلمانوں کو گمراہ کرتے ہیں اور اپنا مرید شاگرد بناتے ہیں۔ بیشتر رافضی اور خارجی لوگ ماہوار کی طمع سے نائب دجال کا پیشہ اختیار کئے ہوئے ہیں۔ مجھے اللہ تعالیٰ نے اس وقت ہدایت دی اور کہا "اگر پادری صاحب ہزار روپیہ بھی ماہوار بھی دیں گے تو یہ کفر اور ایسی نوکری مجھ سے نہ ہو سکے گی"۔ اگرچہ اس وقت میرا دل بہت نرم ہو گیا تھا کہ "بے محنت پچاس روپیہ ماہوار ملتے ہیں، قبول کر لوں" "مگر اللہ پاک نے مجھے بچایا"۔ (کتاب "تحفہ محمدیہ" مطبوعہ لیتھو برقی پریس، نئی سڑک، کانپور، ص ۳۲-۳۱)۔

محترم مسلمان بھائیو! سورج سے بھی زیادہ چمکتے ہوئے اس انکشاف کو بار بار پڑھیئے جس سے واضح ہو گیا کہ دشمنان اسلام انگریزوں نے کثیر تعداد میں دین فروش مولویوں، اور پیری مریدی کا دھندا کرنے والے جعلی پیروں کو، باضابطہ ماہوار تنخواہ پر، نوکر مقرر کیا تھا کہ یہ عیار ومکار مولوی اور جعلی پیر مسلمانوں کو پرانے اسلامی عقائد سے دور کر کے ان میں نت نئے، من گھڑت نظریات، اور خود ساختہ، باطل تصورات اور غیر اسلامی عقائد پھیلائیں اور انبیا کرام اور اولیاء کرام سے مسلمانوں کی عقیدت و محبت کا رشتہ کاٹ کر رکھ دیں۔ ان چور اور مفاد پرست مولویوں اور جعلی پیروں سے انگریزوں کا مقصد صرف یہی تھا کہ جب ان ملازم مولویوں اور جعلی پیروں کی تبلیغ سے بے شمار مسلمانوں کے صحیح عقائد خراب ہو جائیں گے تو پرانے اور نئے عقائد والے مسلمان آپس میں لڑیں گے، جھگڑیں گے

اور مختلف گروہوں میں بٹ کر تتر بتر ہو جائیں گے اس طرح ان کی اجتماعی قوت ختم ہو کر رہ جائے گی اور حکومت برطانیہ کے خلاف یہ ہرگز جرات نہیں کر سکیں گے۔ چنانچہ ان عیار ومکار،

ضمیر فروش مولویوں نے پہلے تو اپنے نمائشی اعمال کا ڈھونگ رچایا۔ اسلام کے خادم بنے، علم سے نا آشنا مسلمانوں میں قاری صاحب حافظ صاحب، صدر مدرس، مفتی اعظم اور شیخ الحدیث کے نام سے مشہور ہوئے۔ حضور سرور کونین کا ذکر پاک کر کے خوب روئے اور مسلمانوں کو بھی رلایا، بزرگان دین کے خوب چرچے کیے۔ اپنا عالمانہ، عاشقانہ، صوفیانہ سکہ مسلمانوں کے دلوں میں بٹھایا۔ جب علم سے نا آشنا مسلمانوں کو اپنی مٹھی میں لے لیا تو انگریزی سازش کے مطابق قرآنی آیات مبارکہ پڑھ کر اور حدیثیں سنا کر، باطل اور کفریہ عقیدے پھیلانے لگے اور اولیاء اللہ کے مزارات مقدسہ سے روحانی فیض حاصل کرنے والوں کو بدعتی، جہنمی کہنے لگے۔ "یا رسول اللہ" کہنے ولوں کو کافر و مشرک بتانے لگے۔ "میلاد و قیام" کرنے والوں کو جہنمی کہا جانے لگا جس کا منفی نتیجہ یہ نکلا کہ ہندوستان کے مسلمان کئی فرقوں میں بٹ گئے اِن کا شیرازہ بکھر گیا اجتماعی قوت پاش پاش ہو گئی۔ سیدھے سیدھے مسلمان یہ سمجھتے رہے کہ "راستہ وہی سیدھا" اور "عقیدہ وہی درست ہے جسے یہ "مولوی" بتا اور سکھا رہے ہیں۔"

کاش مسلمان کسی طرح آگاہ ہو گئے ہوتے کہ یہ خطرناک جال عیسائی انگریزوں کا بچھایا ہوا ہے اور ان کے یہ مقرر کردہ "مولوی" دین کے بھیڑیے ہیں جو اسلام کا لبادہ اوڑھ کر سامنے آئے ہیں، تو یقین جانئیے کہ روز اول ہی سے انگریزوں کی یہ تباہ کن اسکیم تہس نہس ہو گئی ہوتی اور آج مسلمان فرقہ پرستی کی بھینٹ نہ چڑھتے۔ لیکن بدقسمتی سے اسلام کے خلاف یہ سازش اتنی گہری اور خطرناک تھی کہ اس کی حقیقت سے لاعلمی کے سبب بے شمار مسلمان اپنے ایمان کا ہیرا گنوا بیٹھے اور انگریزی خواہشات پر عمل درآمد کرتے ہوئے ان مولویوں نے نت نئے عقیدے اور رنگ برنگے خیالات پھیلا کر مسلمانوں کی اجتماعی طاقت کو نیست و نابود کر کے رکھ دیا۔ اور تیرا سو برس سے زیادہ پرانے دین اسلام کی صورت بگاڑنے کی جرات کی۔ اپنے آقا انگریز کی خوفناک سازش کو قوت پہنچانے اور انگریزی حکومت کو مستحکم اور مضبوط بنانے کے لئے

اختلاف وانتشار اور فتنہ وفساد کا ہولناک آتش کدہ تیار کیا اور اس میں مسلمانوں کو نہایت بے دردی کے ساتھ جھونک دیا اور ملت اسلامیہ کا شیرازہ بکھیر کر مسلمانوں کے اتحاد واتفاق کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے رکھ دیا۔

پیارے مسلمانو! مذکورہ بالا انکشاف سے واضح ہو چکا ہے کہ ان ایمان فروش مولویوں نے مسلمانوں کے عقائد ونظریات بگاڑنے میں اہم کردار ادا کیا اور کئی مسلمانوں کا مذہبی رنگ اور اسلامی مزاج ختم کیا اور کئی لوگوں پہ دہریت والحاد کا رنگ چڑھایا۔ مولانا سید اشرف علی صاحب گلشن آبادی کے مذکورہ بالا انکشاف میں یہ کہنا کہ "میں نے فہرست کو دیکھا تو اچھے اچھے نامور مولوی خود کو سید احمد صاحب کا جھوٹا خلیفہ مشہور کر کے مسلمانوں کو گمراہ کرتے ہیں" نہایت قابل غور جملہ ہے اس جملے میں مولوی سید احمد صاحب کا ذکر خاص ہے۔ اس تحریر سے صاف ظاہر ہے کہ سید احمد صاحب انگریزوں کے کوئی خاص ایجنٹ تھے۔ جن کا نام لے کر انگریز نواز مولویوں کو ملازمت ملا کرتی تھی۔

پیارے مسلمانو! یہ سید احمد کون تھا اور اس کا تعلق کس فرقہ سے تھا۔ آیئے وہابی 'تذکرہ نگار خواجہ جمیل احمد صاحب سے سنتے ہیں۔ وہ اپنی مشہور کتاب میں فرماتے ہیں۔

"ہندوستان میں موحدین (وہابی) تحریک کے سب سے بڑے مبلغ حضرت سید احمد تھے' جنہوں نے ۱۸۲۲ء میں دورہ حجاز کے دوران اس کا عمیق مطالعہ کیا اور واپس آکر انہوں نے اپنی تبلیغ کا مرکز پٹنہ میں قائم کیا جہاں لاکھوں معتقدین ان کے گرد جمع ہوئے" (ایک سو ایک برگزیدہ مسلمان" جلد دوئم 'ص ۲۳۵ مصنف خواجہ جمیل احمد)

محترم مسلمانو! مشہور وہابی مورخ خواجہ جمیل احمد صاحب کے مذکورہ بالا انکشاف سے واضح ہوا کہ سید صاحب کا تعلق وہابی عقیدہ سے تھا اور سرزمین ہند میں وہابی عقیدے کا بیج سید احمد صاحب ہی نے بویا تھا۔ ۱۸۲۲ء میں دورہ حجاز کے دوران جو عمیق مطالعہ سید احمد صاحب نے کیا'

آخر وہ کیا تھا؟ اس حقیقت کو جاننے کے لئے ہمیں تاریخ کا ایک رخ اور دیکھنا ہو گا جس پر آج تک اسلامی تاریخ ان المناک حقائق کی بناء پر نوحہ کناں ہے اور دور حاضرہ کے کروڑوں مسلمان جس سے بے خبر ہیں۔

۱۷۰۳ء میں سرزمین عرب میں نجد کے بنجر خطہ میں محمد بن عبدالوہاب نجدی پیدا ہوا جس نے ایک نئے اور من گھڑت مذہب کی بنیاد رکھی۔ ان کے والد عبدلوہاب بن سلیمان اور ان کے دادا سلیمان بن علی شرف نہایت صالح صحیح العقیدہ بزرگ اور مشہور عالم دین اور فقیہہ تھے اور حضرت امام حنبل رحمتہ اللہ علیہ کے مقلد تھے۔ شیخ نجدی کا پورا گھرانہ صوبہ نجد میں عالم با عمل تھا اور پیرو مرشد ہونے کی وجہ سے پیشوا اور مقتدا شمار کیا جاتا تھا۔ مگر شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی وہ شخص تھا کہ جس نے ملت اسلامیہ میں اختلافات اور انتشار کا ایک نیا اور نہ بند ہونے والا دروازہ کھولا۔ جو عقائد اور نظریات اس کے باپ دادا اور اہل اسلام میں صدیوں سے رائج تھے شیخ نجدی نے اسے کفر اور شرک قرار دیا اور اس طرح اس نے ایک نئے مذہب کو جنم دیا۔

حضرت علامہ طنطناوی مصری فرماتے ہیں۔

محمد بن عبدالوہاب نے جس تحریک کی دعوت دی تھی وہ وہابیت کے نام سے معروف ہے۔

(ملاحظہ ہو کتاب محمد بن عبدالوہاب نجدی ص ۱۳)

شیخ نجدی نے جس نئے مذہب کی بنیاد ڈالی اس کے بنیادی عقائد کیا تھے؟ اس حقیقت کی وضاحت علمائے دیوبند کے مقتدر عالم اور مدرسہ دیوبند کے صدر المدرس مولوی حسین احمد صاحب ٹانڈوی اس طرح کرتے ہیں۔

صاحبو محمد بن عبدالوہاب نجدی (وہابیوں کا پہلا امام) نجد عرب میں ظاہر ہوا وہ خیالات باطلہ اور عقائد فاسدہ رکھتا تھا اس لئے اس نے اہلسنت والجماعت سے قتل و قتال کیا ان کے مال کو مال غنیمت سمجھا...... اور بے باکی کے الفاظ استعمال کئے۔ بہت سے لوگوں کو اس کی تکالیف

شدیدہ کی وجہ سے مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ چھوڑنا پڑا۔ ہزاروں مسلمان اس کے اور اس کی فوج کے ہاتھوں شہید ہوگئے۔ الحاصل وہ ایک ظالم و باغی، خونخوار اور فاسق شخص تھا اس کا عقیدہ تھا کہ جملہ عالم اور تمام مسلمانان دیار مشرک و کافر ہیں اور ان کو قتل و قتال کرنا ان کے اموال کو ان سے چھین لینا حلال اور جائز بلکہ واجب ہے۔ (ملاحظہ کیجئے الشہاب ص ۵۰-۵۱ مولوی حسین احمد)

شیخ نجدی کے عقائد باطلہ کے بارے میں مدرسہ دیوبند کے صدر المدرس حسین احمد ٹانڈوی مزید فرماتے ہیں۔

شان نبوت سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم میں وہابی نہایت گستاخی کے کلمات استعمال کرتے اور اپنے آپ کو مماثل ذات سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم خیال کرتے۔ ان کا خیال ہے کہ رسول مقبول علیہ السلام کا کوئی حق اب ہم پر نہیں اور نہ کوئی احسان اور فائدہ۔ ان کے بڑوں کا مقولہ ہے کہ ہمارے ہاتھ کی لاٹھی ذات سرور کائنات علیہ الصلوہ والسلام سے ہم کو زیادہ نفع دینے والی ہے۔ ہم اس سے کتے کو تو دفع کرسکتے ہیں اور ذات فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم تو یہ بھی نہیں کرسکتے۔ نعوذ باللہ (ملاحظہ ہو الشہاب الثاقب ص ۵۵-۵۶)

ابن عبدالوہاب نے ایک انتہائی گستاخانہ کتاب "التوحید" کے نام سے شائع کی جس میں اس نے لکھا۔ محمد کی قبر، ان کے دوسرے متبرک مقامات، تبرکات یا کسی نبی، ولی کی قبر یا ستون کی طرف سفر کرنا بڑا شرک ہے نعوذ باللہ (کتاب التوحید صفحہ ۱۲۴) ایک اور جگہ لکھتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مزار گرا دینے کے لائق ہے اگر میں اس کے گرا دینے پر قادر ہوگیا تو گرا دوں گا نعوذ باللہ (ملاحظہ ہو اوضح البراہین) ایک جگہ یوں کہتا ہے۔

میری لاٹھی محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بہتر ہے کیونکہ اس سے سانپ مارنے کا کام لیا جاسکتا ہے اور محمد مرگئے ان سے کوئی نفع باقی نہ رہا نعوذ باللہ (ملاحظہ ہو اوضح البراہین صفحہ ۱۰) ایک اور

مقام پر اس طرح کہتا ہے۔

جس نے یا رسول اللہ 'یا عباس 'یا عبدالقادر وغیرہ کہا...... وہ سب سے بڑا مشرک ہے اس کا قتل حلال ہے اور اس کا مال لوٹ لینا جائز ہے (ملاحظہ ہو کتاب العقائد صفحہ ۱۱) شیخ نجدی کے عقائد چونکہ اس کے آباؤ اجداد سے جدا تھے۔ اس لئے وہ اکثر اپنے والد پر اعتراض کرتا۔ اس حقیقت پر روشنی ڈالتے ہوئے علامہ طنطناوی مصری فرماتے ہیں۔

شیخ نجدی اپنے والد کے حلقہ درس میں حاضر ہوتا اور اپنے والد پر اعتراض کرتا یہاں تک کہ تمام لوگ اس کے مخالف ہوگئے۔ باپ نے بیٹے کو شعار اہل سنت کی مخالفت کرنے سے منع کیا لیکن شیخ نجدی باز نہ آیا اور اپنے والد سے سخت تکرار اور بحث کی۔ (ملاحظہ ہو کتاب محمد بن عبدالوہاب نجدی ص ۲۰۔۲۱)

مذکورہ بالا حقائق سے معلوم ہوا کہ شیخ نجدی نے نہ صرف شعار اسلام اور طریقہ اہل سنت کا انکار کیا بلکہ اپنے والد کا بھی احترام نہ کیا۔ علامہ طنطناوی فرماتے ہیں کہ والد کی زندگی میں شیخ نجدی کو کھل کر اپنے عقائد کا پرچار کا موقع نہ مل سکا لیکن والد کی وفات ہوتے ہی شیخ نجدی نے پوری قوت کے ساتھ اپنی دعوت اور تحریک کو آگے بڑھایا۔ (ملاحظہ ہو کتاب محمد بن عبدالوہاب ص ۲۱)

اس نے انتہائی ہوشیاری اور نہایت چالاکی سے اپنے ہمنواؤں کی ایک جماعت تیار کی۔ وہ انبیاء کرام علیہم الصلوہ السلام اور اولیاء کرام علیہم الرحمتہ سے انتہائی بغض رکھتا تھا حد تو یہ ہے کہ پیغمبر اسلام کی ذات مبارکہ کو 'بارگاہ الہٰی جل شانہ میں وسیلہ بنانے والے صحیح العقیدہ مسلمانوں کو وہ کافر و مرتد سمجھتا تھا۔ مدینہ منورہ کی زیارت کے لئے جانے والے مسلمانوں کو مشرک قرار دیتا تھا۔ علامہ حلان مکی فرماتے ہیں۔ حضور پر نور کے روضہ مبارک کو سب سے بڑا بت "صنم اکبر" کہا کرتا اور بڑی ڈھٹائی کے ساتھ یہ اعلان کرتا کہ "رسول اللہ (صلی اللہ علیہ

وسلم) کا روضہ گرا دینے کے لائق ہے" (معاذ اللہ) درود شریف پڑھنے سے روکتا اور بارگاہ رسالت میں ہدیہ صلوۃ وسلام سن کے چراغ پا ہوتا۔ مسجد کے منار پر درود شریف پڑھنا زانیہ کے گھر میں چنگ و رباب سننے کے گناہ سے زیادہ بدتر گناہ سمجھتا۔ (ملاحظہ کیجئے کتاب "توضیح البراہین" ص ۱۰ "الدرر السنیۃ" ص ۵۲ حضرت علامہ السید زینی دحلان مکی)

ابتداء میں تو شیخ ابن عبدالوہاب نجدی کے پیروکار مسلمانوں پر تلوار اٹھاتے ہوئے ہچکچاتے تھے مگر شیخ نجدی نے یہ فتوی دے کر ان کی جھجک دور کر دی کہ۔

"آسمان کے نیچے جو لوگ ہیں وہ سب کے سب مشرک ہیں اور جو مشرک کو قتل کرے وہ جنتی ہے۔" شیخ نجدی کے اس اعلان نے اس کے پیروکاروں میں ایک ہل چل مچادی۔

پھر کیا تھا ہر طرف قتل و غارت گری کا بازار گرم ہو گیا چنانچہ مسلمانان عرب پر ظلم کے پہاڑ ٹوٹنے پر دنیا بھر کے مسلمان مشتعل ہو گئے۔ شیخ نجدی کے شیطانی لشکر کے خلاف علمائے حق نے متحدہ محاذ قائم کیا۔ یہاں تک کہ اس کے حقیقی بھائی علامہ سلیمان بن عبدالوہاب اور چچا زاد بھائی علامہ عبداللہ بن حسین نے بھی اس کی سخت مخالفت کی۔ (ملاحظہ کیجئے "شامی" جلد سوم باب البغاۃ، ص ۳۳۹، "تفسیر صاوی شریف" جلد دوئم، ص ۵۵۲)

اس سخت مخالفت کی وجہ سے شیخ ابن عبدالوہاب نجدی صحرائے نجد کو چھوڑ کر بستی درعیہ کوچ کر گیا اور اس کے ملحدانہ عقیدے کی منزل مراد یہی بستی درعیہ ثابت ہوئی۔ شیخ نجدی چونکہ انتہائی ہوشیار اور مکار آدمی تھا اور اس کے باپ دادا صوبہ نجد میں باعمل عالم و فقیہ اور پیر کامل ہونے کی وجہ سے پیشوا اور مقتدا شمار کئے جاتے تھے اور ان کی بزرگی کا شہرہ قرب وجوار میں عام تھا۔ چنانچہ بستی درعیہ میں شیخ نجدی نے اپنے خاندانی اثرات اور پیری مریدی سے بھرپور فائدہ اٹھایا۔ جب اس نے اپنے ہمنواؤں کی ایک کثیر جماعت تیار کر لی تو جمعہ کے دن ایک جلسہ عام کیا جس میں یہ اعلان کیا کہ اب حکومت وقت مردہ ہو چکی ہے۔ شرعی احکام جاری

کرنے کے لئے اب ضروری ہوگیا ہے کہ موجودہ حکومت کو ختم کرکے نئی حکومت قائم کی جائے اور اس کے لئے ایک نئے بادشاہ کا انتخاب کیا جائے۔ ہمنواؤں نے ایک آواز ہوکر کہا آپ سے بہتر کون بادشاہ ہوسکتا ہے۔ پھر محمد بن عبدالوہاب نجدی نے شہنشاہیت کا اعلان کردیا اور سب سے بیعت کراکے امیرالمومنین بن گیا اور قصبہ درعیہ کو دارالخلافہ قرار دے کر اپنے ہمنواؤں کو قرب وجوار کے شہروں میں جبری حاکم بنا دیا۔ اس نے اپنی خفیہ اسکیم کو کامیاب بنانے کے لئے انتہائی ہوشیاری اور مکاری سے درعیہ کے سردار محمد بن سعود کو وسیع اقتدار کا سبزباغ دکھا کر اپنا معتقد بنالیا۔ اور ایک من گھڑت گستاخانہ "کتاب التوحید" شائع کی جس میں یہ اعلان کیا کہ۔

"دنیا کے تمام مسلمان، خاص طور پر مکہ اور مدینہ کے مسلمان (نعوذباللہ) کافر اور مشرک ہیں۔ لہٰذا ان (سنی مسلمانوں) کو قتل کرنا اور ان کے مالوں کو لوٹ لینا واجب ہے"۔ پھر اس کتاب کے نسخے بڑے بڑے شہروں میں بھیجے۔

ابن سعود نے اعلان کیا کہ "شیخ نجدی کا مذہب ہوگا اور ابن سعود کی تلوار ہوگی"۔ یہ اعلان سنتے ہی مسلمانوں کا مال لوٹنے کے لئے تمام نجدیوں کے منہ میں پانی بھر آیا اور اپنی خارجی تحریک کا اس طرح آغاز کیا کہ ایک دن کلہاڑے، بیلچے اور کدال اٹھا کر اپنے نابکار حواریوں کے ساتھ قرب جوار میں اصحاب رسول اللہ کے مقدس مزار ڈھانے کے لئے نکل کھڑا ہوا۔ انتہائی بے حرمتی کے ساتھ مقدس روحوں کی آخری آرام گاہوں کو اپنے ناپاک قدموں سے روند ڈالا۔ تاریخی مقبرے ڈھادیئے۔ مقدس قبریں مسمار کردی گئیں۔ نجدی ظالموں نے اسی پر بس نہیں کیا بلکہ حکم دیا کہ "بعض اولیا اللہ کے مزارات مقدسہ پر پاخانہ گاہ بنالئے جائیں"۔ (ملاحظہ کیجئے "کتاب محمد بن عبدالوہاب نجدی" ص ۷۳)

شیخ نجدی کا مشن انبیاء کرام اور اولیاء کرام کی عظمت کے نورانی مینار گراناتھا۔ یعنی ان کے مزارات مقدسہ کو گرانا ہی اس کا مقصد جہاد تھا" (ملاحظہ کیجئے کتاب "سوانح ابن سعود")

نجد میں شیخ نجدی اور ابن سعود نے کس طرح طاقت کے بل بوتے پر اپنے افکار و نظریات مسلمانوں پر مسلط کئے اور مسلمانوں کو اپنے اسلاف کی روایات سے ہٹا کر نام نہاد توحید میں داخل کیا اس کی مثال ...... بالکل اسی طرح ہے جیسے اندلس میں عیسائیوں نے مسلمانوں کی گردنوں پر تلوار رکھ کر جبراً "عیسائی بنایا اور پورا خطہ اسلام اندلس بزور قوت عیسائیت میں ڈھل گیا۔

آج بدنصیبی سے اسپین اندلس میں ایک مسلمان بھی نہیں پایا جاتا اور نہ ہی وہاں اسلامی تبلیغ کی اجازت ہے۔ شیخ نجدی اور ابن سعود نے بھی جزیرہ عرب کے مسلمانوں کی گردنوں پر خنجر رکھ دیا اور بزور شمشیر ان کو اصل اسلامی عقائد سے منحرف کیا اور جدید توحیدی عقائد میں ڈھالا ۔ حتیٰ کہ ایک وقت وہ آگیا کہ نجد اور اس کے قرب و جوار کی تمام آبادیاں اور حرم مکہ کی اکثریت وہابی عقائد میں ڈھل گئی۔

ان دنوں سرزمین عرب پر ترک مسلمان حکمرانی کرتے تھے ۔ حرمین شریفین انہی ترک مسلمانوں کی حکومت میں شامل تھے ۔ جب سلطان محمود غازی ترکی کا بادشاہ ہوا تو اس نے اپنی حکمت عملی سے ترکی سلطنت کی مردہ رگوں میں روح پھونک کر طاقتور بنایا اور وہابی درندوں کے خلاف جہاد کرنے کا اعلان کیا۔ چنانچہ ترک فوج نے ۱۸۱۷ء میں وہابی لشکر کو پسپا کر کے ان کی نام نہاد جبری حکومت کا خاتمہ کر دیا۔ ملک شام کے جلیل القدر فاضل علامہ سید محمد ابن عابدین حنفی فرماتے ہیں۔

"ہمارے زمانے میں وہابی نجد سے نکلے اور مکہ شریف اور مدینہ شریف پر زبردستی قبضہ کر لیا۔ یہ لوگ اپنے آپ کو بظاہر حنبلی کہتے تھے ۔ لیکن حقیقت میں ان کا عقیدہ یہ تھا کہ مسلمان صرف وہ ہی ہیں۔ اور جو مسلمان وہابی عقیدے کے نہ ہوں وہ کافر اور مشرک ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے مسلمانوں اور علمائے دین کے قتل کو جائز قرار دیا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کا زور توڑا۔ ان کے شہروں کو ویران کر دیا اور ان پر مسلمانوں کے لشکر کو ۱۸۱۷ء میں فتح دی۔

(ملاحظہ ہو کتاب شامی جلد سوئم ۴۷۸)

خلافت عثمانیہ جس کی شان شوکت اور رعب و دبدبہ کا پھریرا ترکی سے لے کر یوگوسلادیہ تک اور سعودی عرب سے لے کر عراق، یمن، دمشق، اردن، لبنان، شام، فلسطین اور موجودہ اسرائیل تک لہراتا تھا۔ لیکن بد قسمتی سے ایک وقت ایسا بھی آیا کہ وہ عظیم سلطنت آخر کار بحیرہ فاسفورس کے آس پاس سمٹنے پر مجبور ہو گئی۔ آخر اس عظیم مسلمان سلطنت کے حصے بخرے کرنے میں سب سے اہم کردار کس نے ادا کیا؟ وہ کیا اسباب تھے جن کے سبب سلطنت عثمانیہ پارہ پارہ ہو کر رہ گئی اس حقیقت کو جاننے کے لئے ہمیں تاریخ کے ایک رخ کو اور دیکھنا ہوگا۔

محترم مسلمانو! جب بیسوی صدی کا آغاز ہوا تو دنیا کے حالات اس قدر تشویشناک ہو چکے تھے کہ پہلی جنگ عظیم چھڑ جانے کے آثار پیدا ہو چکے تھے۔ ان دنوں جرمنی کی ابھرتی ہوئی طاقت کو یورپی ممالک بالخصوص برطانیہ، فرانس اور روس بڑی تشویش اور حسد کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور یورپی طاقتوں میں توازن برقرار رکھنے کے لئے جرمنی کا ابھرنا بہت ضروری تھا۔ چنانچہ جرمنی کی طاقت میں روز بروز اضافہ ہوتا گیا۔ حتیٰ کے یورپی طاقتوں سے جنگ کے حالات پیدا ہو گئے۔ ان مغربی ممالک کی مدت سے آرزو تھی کہ عرب سے ترکوں کا اقتدار ختم کر دیا جائے تاکہ آزادانہ طور پر صحرائے عرب سے تیل کی دریافت کر سکیں۔ ان تشویشناک حالات کے پیش نظر جرمنی اور یورپی ممالک کی جنگ کی صورت میں سلطنت عثمانیہ نے یہ فیصلہ کیا کہ جرمنی کی ابھرتی ہوئی قوت کا ساتھ دیا جائے تاکہ اس کے تعاون سے سلطنت عثمانیہ کو یورپی ممالک کی شورش سے بچایا جا سکے۔

جیسے ہی بیسویں صدی کا آغاز ہوا تو پہلی جنگ عظیم کا آغاز بھی ہو گیا۔ اس جنگ عظیم میں سلطنت عثمانیہ نے برطانوی، فرانسیسی اور اطالوی طاقتوں کے خلاف جرمن قوم کا ساتھ دیا۔ بدنصیبی سے ۱۹۱۸ء میں ترک اور جرمن فوج کو یورپی طاقتوں سے زبردست شکست ہوئی اور

ان مغربی طاقتوں نے فتح حاصل کرنے کے بعد جہاں جرمنی کے ٹکڑے کرکے اس کی اجتماعی قو
کو خاک میں ملایا وہاں ترکوں کی عزت و ناموس بھی خون کے ساتھ ساتھ خاک میں مل گئی۔
ترک حکومت کی کشادہ حدود مغربی ٹولے کے قبضے میں آگئیں۔

ترکی حکومت کے حصے بخرے ہونے کے بعد فاتح ٹولے نے عثمانیہ سلطنت کے بقیہ خطوں
اپنی حکمرانی کرنے اور اپنی خواہشات کو آگے بڑھانے کے لئے دو طریقے رائج کئے۔ پہلا طریقہ
یہ تھا کہ جن حصوں پر قبضہ ہو چکا ہے ان حصوں پر براہ راست حکومت کی جائے۔ اور جہاں برا
راست حکومت کرنا ممکن نہ ہو وہاں ایک خاص منصوبے کے تحت ایسے قبیلوں یا ایسی سیا
جماعتوں کو سہارا دیا جائے جن کے ذریعے نہ صرف یورپی اثر قائم کیا جائے بلکہ ملت اسلامیہ م
مزید انتشار برپا کرکے ان کے اتحاد کو پارہ پارہ کرکے رکھ دیا جائے۔ چنانچہ اس ناپاک منصوبے
تکمیل کے لئے انہوں نے ایسے عرب قبیلوں کی چھان بین شروع کردی جو ان کے آلہ کار بن
ترکوں کے خلاف تحریک چلا سکیں۔

اس مذموم مقصد کے لئے برطانوی جاسوس ٹی ای لارنس آف عربیا نے آخر اس قبیلہ
تعلق قائم کرلیا جو صوبہ نجد میں رہتا تھا۔ یہ وہی باغی قبیلہ تھا جن کا ذکر ابتداء میں آیا ہے۔ جو
نجدی کے پیروکار تھے۔ جنہیں ترک سلطان محمود غازی نے ۱۸۱۷ء میں شکست دے کر پسپا کردیا
تھا۔ جو مزارات صحابہ کرام اور روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ڈھادینا اپنا مشن سمجھتا تھا۔ ج
دنیا کے تمام مسلمانوں کو کافر و مشرک سمجھتا تھا۔ جو تمام مسلمانوں کے قتل کو واجب اور ان کے
مال کو لوٹنا مال غنیمت سمجھتا تھا۔ جو ترک حکومت کو اپنا سب سے بڑا مخالف سمجھتا تھا۔ چنانچ
ترکوں کی شکست کے بعد یہ نجدی ٹولہ انگریزوں سے جا ملا اور معاہدہ طے پایا۔ جس کے تحت
طے پایا کہ یہ نجدی ٹولہ بغاوتوں، حملوں، جنگوں، چھاپوں، اور دہشت گردی کے ذریعے ترک
حکومت کو اتنا تنگ کردے کہ وہ صحرائے عرب میں انگریز حملہ آوروں کی طرف بالکل توجہ

دے سکے۔ اس کے بدلے انگریزوں نے نجدیوں سے یہ بھی عہد کیا کہ اگر وہ جنگ جیت گئے تو پہلے نجد اور پھر جزیرہ نما عرب پر نجدی قبیلے کو حکومت عطا کرے گا۔ اس مذموم مقصد کی تکمیل کے لئے لارنس آف عربیا نے انتہائی اہم کردار ادا کیا۔ سلطنت عثمانیہ کو آزاد کرانے میں ٹی ای لارنس آف عربیا نے جو کردار ادا کیا تھا وہ ناقابل فراموش تھا۔ اگر یہ کہا جائے تو غلط نہ ہوگا کہ مسلم سلطنت عثمانیہ کا اصل قاتل ٹی ای لارنس آف عربیا ہی تھا جو حقیقت میں ایک برطانوی گوریلا تھا۔ برطانوی اور فرانسیسی جاسوسی اداروں نے اسے غازی صلاح الدین ایوبی رحمتہ اللہ علیہ کی فتوحات اور صلیبی جنگوں میں اپنا بدلہ چکانے کے لئے اور تیل کے ذخیروں پر قبضہ جمانے کے لئے ایک تاجر کے بھیس میں صحرائے عرب بھیجا۔ مصر میں ان دنوں انگریز فوج کی کمان الینبی کے پاس تھی، اس نے لارنس سے کہا کہ "عرب میں ترکوں کے خلاف بغاوت کی جو آگ تم نے بھڑکانی ہے اسے سرد نہیں ہونا چاہیے"۔ جنرل الینبی نے لارنس کو یہ بھی یقین دلایا کہ "اس کی مدد کے لئے اسلحہ، خوراک اور سونا بھیجا جا رہا ہے"۔ پھر لارنس کی پیٹھ تھپتھپاتے ہوئے کہا "یہ معرکہ تمہیں انگریز تاریخ میں حیات جاوداں عطا کرے گا"۔

لارنس جو کہ آئرلینڈ کے ایک نواب کا ناجائز بیٹا تھا لیکن وہ صحرائی خیمے میں ایک عرب شیخ نظر آتا تھا۔ اسے عربی اور فارسی پر غیر معمولی عبور حاصل تھا۔ وہ عربی لباس پہنتا اور عربی زبان بولتا تھا۔ چنانچہ لارنس کی آنکھوں میں فتح مندی کی ایک خبیث چمک پیدا ہوئی اور اسی شیطانی جذبے کے تحت اس نے اپنا ناپاک قدم صحرائے عرب میں رکھا۔

اس نے قوم پرستی، نسلی عصبیت اور لسانی طاقت کے بل پر بہت جلد ابن عبدالوہاب نجدی کے نامور طاقت ور اور سرکش پیروکار قبائل کے سرداروں سے راہ و رسم پیدا کر لی۔ لارنس آف عربیا نے نہایت عیاری اور چالاکی سے صحرائے عرب کی بساط پر ان نجدی سرداروں کی قبائلی عصبیت کو عثمانی خلافت کے خلاف اپنی پسند کے مہروں کے طور پر استعمال کیا۔

لارنس جو عرب نفسیات کا ماہر ہونے کے علاوہ 'عربوں کی طرح عربی بولتا تھا۔ وہ بدوؤں
چھوٹے چھوٹے اجتماعات میں سب سے پہلے یہ حدیث پڑھتا تھا۔

الائمۃ من القریش۔

یعنی امام قریش میں سے ہوگا۔

اس کے بعد سوال کرتا جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وضاحت سے تخصیص
فرمادی ہے تو آپ نے ظالم اور نیم وحشی ترکوں کی امامت اور خلافت کیسے تسلیم کرلی۔

(ملاحظہ ہو عالم اسلام کے خلاف سازشیں صفحہ ۴۰)

لارنس نے انہیں ترکی سلطنت سے نجات دلانے کا پورا یقین دلایا اور انہیں ہر طرح
مادی اور مالی امداد دینے دلانے کا وعدہ کیا۔ آخر کئی ماہ کی جنگی تربیت کے بعد مختلف قبیلوں
ایک خونخوار فوج تیار کرلی گئی اور ترک حکومت کے خلاف پہلا معرکہ سر کرنے کے لئے تیار
مکمل ہوگئی۔

لارنس اپنے اس نجدی لشکر کو لئے عقبہ کی بندرگاہ پر جا پہنچا جہاں کبھی خلیفہ مسلمین
سلیمان کے جہاز آکر لنگر انداز ہوا کرتے تھے۔ اس وقت پانچ سو ترک مسلمان' بندرگاہ کی
حفاظت کے لئے مامور تھے۔ لارنس کے مسلح نجدی سپاہی بھرے ہوئے تھے۔ اور فتح مندی کے
جذبے سے سرشار تھے وہ آپس میں متحد و متفق تھے۔ ترک مسلمان ان کی تاب نہ لاسکے۔ اور
موت سے ہمکنار ہوئے۔

عرب کی نجدی خیال فوج انہیں فرانسیسی اور برطانوی جدید اسلحہ سے روندتی ہوئی عق
میں داخل ہوگئی اور آہستہ آہستہ پورے عرب پر چھا گئی۔ ترک مسلمانوں کو مجبوراً وطن چھوڑنا
پڑا ابن عبدالوہاب نجدی نے جس غیر اسلامی عقیدہ کی بنیاد رکھی تھی اسے عملی طور پر نافذ کرنے
کے لئے نجدیوں نے حکومت برطانیہ سے گٹھ جوڑ کیا اور سلطنت عثمانیہ کا خاتمہ کرکے وہابی مذ

کی داغ بیل ڈالی۔

اور اس طرح انگریزوں سے مل کر عالم اسلام کو ناقابل تلافی نقصان پہنچانے والے اس وحشی قبیلے نے جس کو سعودی نامی قبیلہ کہا جاتا ہے ۱۹۲۶ء میں نجد و حجاز کی بادشاہت کا اعلان کر دیا اور موجودہ سعودی غاصب حکومت کے دور کا آغاز ہوا جو ابھی تک جاری ہے اور سعودی عرب کے نام سے مشہور ہے۔ یہ وہی نجدی قبیلہ ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے پیارے رسول حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے آج سے چودہ سو سال پہلے یہ خبر دی تھی کہ یہ فتنہ کی جگہ یہ ہے یہاں سے شیطان کی سینگ نکلے گی۔ (ملاحظہ ہو مسلم شریف جلد دوئم ۳۹۴)

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے شام اور یمن کے لئے دعا فرمائی اللہ ہمارے لئے شام اور یمن میں برکت نازل فرما۔ دعا کے وقت صوبہ نجد کے کچھ لوگ بھی بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے عرض کیا اور ہمارے نجد میں یا رسول اللہ۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا خداوند ہمارے لئے ہمارے شام اور یمن میں برکت نازل فرما پھر دوبارہ نجد کے لوگوں نے عرض کیا اور ہمارے نجد میں یا رسول اللہ راوی کا بیان ہے کہ تیسری مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ زلزلوں اور فتنوں کی جگہ ہے اور وہاں سے شیطان کی سینگ نکلے گی۔ (ملاحظہ ہو بخاری شریف جلد دوئم ۱۰۵۱)

مذکورہ بالا حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ نجد خیر و برکت کی جگہ نہیں بلکہ فتنہ و فساد اور شر کی جگہ ہے صوبہ نجد کے لئے رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے خیر و برکت کی دعا نہ فرما کر اپنی نفرت کا اظہار فرمایا جس سے ہمیشہ کے لئے اس خطہ پر شقاوت اور بدبختی کی مہر لگ گئی اب وہاں خیر کی توقع رکھنا تقدیر الٰہی سے جنگ کرنا ہے۔ اس حدیث مبارکہ کے مطابق نجد سے کسی ایسے شخص کا ظہور ہونا ضروری ہے جو شیطان کی رائے کا پابند ہو مذکورہ بالا حدیث مبارکہ

سے اس حقیقت کا اندازہ بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ نگاہ نبوت صلی اللہ علیہ وسلم میں نجد کا فتنہ امت کے لئے کس درجہ ہولناک اور ایمان شکن تھا۔

ترک حکومت کے خاتمہ کے بعد ابن سعود اپنے نجدی لشکر جرار کے ساتھ ایک فاتح کی حیثیت سے حجاز میں داخل تو ہو گیا مگر اس کی اور اس کی سلطنت کی حیثیت' برطانوی حکومت کے آگے' ایک "کٹھ پتلی" سے زیادہ نہ تھی اس کی غلامانہ حیثیت کا اندازہ اس ناقابل تردید معاہدے سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے جو نجدیوں اور انگریزوں کے درمیان ۱۹۱۵ء میں ہوا معاہدہ کی دفعات حسب ذیل ہیں۔

☆ دفعہ اول:۔ حکومت برطانیہ اعتراف کرتی ہے کہ علاقہ جات نجد' جلیل اور خلیج فارس کے ملحقہ مقامات جن کی حد بندی بعد کو ہوگی' یہ سلطان ابن سعود کے علاقہ جات ہیں اور حکومت برطانیہ اس امر کو تسلیم کرتی ہے کہ ان مقامات کا مستقل حاکم سلطان مذکورہ اور اس کی اولاد ہیں اور اس کے بعد ان کے لڑکے ان کے صحیح وارث ہوں گے لیکن ان ورثاء میں سے کسی ایک کی سلطنت کے انتخاب و تقرر کے لئے یہ شرط ہوگی کہ وہ شخص سلطنت برطانیہ کا مخالف نہ ہو۔

☆ دفعہ دوئم:۔ اگر کوئی شخص اجنبی طاقت سلطان ابن سعود اور اس کے ورثاء کے ممالک پر' حکومت برطانیہ کے مشورے کے بغیر حملہ آور ہوئے تو حکومت برطانیہ ابن سعود سے مشورہ کرکے' حملہ آور حکومت کے خلاف ابن سعود کی امداد کرے گی۔

☆ دفعہ سوم:۔ ابن سعود اس معاہدے پر راضی ہے اور وعدہ کرتا ہے کہ وہ کسی غیر قوم یا کسی سلطنت کے ساتھ کسی قسم کی گفتگو یا سمجھوتہ اور معاہدے کرنے سے پرہیز کرے گا۔ اور ممالک مذکورہ بالا کے متعلق اگر کوئی حکومت دخل دے گی تو ابن سعود فوراً" حکومت برطانیہ کو اس امر کی اطلاع دے گا۔

☆ دفعہ چہارم:۔ ابن سعود عہد کرتا ہے کہ وہ اس عہد سے پھرے گا نہیں اور وہ ممالک نجد کو یا

اس کے حصے کو حکومت برطانیہ سے مشورہ کئے بغیر بیچنے یا رہن رکھنے یا کسی قسم کے تصرف کرنے کا مجاز نہ ہوگا۔ اور اس کو اس امر کا اختیار نہ ہوگا کہ کسی حکومت یا کسی حکومت کی رعایا کو برطانیہ کی مرضی کے خلاف ممالک مذکورہ بالا میں کوئی رعایت یا لائسنس دے۔ ابن سعود وعدہ کرتا ہے کہ وہ حکومت برطانیہ کے ارشاد کی تعمیل کرے گا۔

مورخہ ۱۸ صفر ۱۳۳۴ھ ر ۲ نومبر ۱۹۱۵ء مہر دستخط عبدالعزیز ابن سعود۔

دستخط بی ریڈ کاکس، وکیل معاہدہ ھذا و نمائندہ برطانیہ خلیج فارس، دستخط چمسفورڈ نائب معظم و وائسرائے ہند۔

محترم مسلمانو! حکومت برطانیہ اور نام نہاد اسلامی، غیر جمہوری اور "کٹھ پتلی" سعودیہ حکومت کا یہ تاریخی معاہدہ وائسرائے ہند کے طرف سے گورنمنٹ آف انڈیا بمقام شملہ ۱۱ مئی ۱۹۱۴ء کو تصدیق ہو چکا ہے (ملاحظہ کیجئے "نجدی تحریک پر ایک نظر" ص ۷ تا ۱۵ مولوی بہاء القاسمی دیوبندی، مطبوعہ آفتاب پریس، امرتسر)

اس معاہدے کے ساتھ ساتھ فلسطین میں یہودی آبادی کے سلسلہ میں بھی معاہدے طے کئے گئے۔ اس معاہدے کا تحریری عکس آخری صفحہ پر ملاحظہ کیجئے اور اپنی جیتی جاگتی آنکھوں سے تاریخی حقیقت کا مشاہدہ کیجئے۔

محترم مسلمانو! جب فرانس، برطانیہ، اور روس کی متحدہ طاقتوں نے سلطنت عثمانیہ کو مقابلہ کرکے اور نجدی درندوں سے مل کر ٹکڑے ٹکڑے کردیا تو ۱۹۲۳ء میں کمال پاشا نے ترکی کے بچے کھچے حصے پر غیر اسلامی راج قائم کیا۔ چونکہ حرمین شریفین کا تعلق سلطنت عثمانیہ سے کٹ چکا تھا۔ ان مقدس مقامات کا اب کوئی محافظ نہیں تھا۔ میدان خالی دیکھ کر پھر نجد بھیڑیا حکومت برطانیہ کی شہہ پاکر مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ پر حملہ آور ہوا اور حجاج اور یزید کی تاریخ دہراتے ہوئے حرمین شریفین پر ظلم کے پہاڑ توڑ ڈالے۔ (ملاحظہ ہو النور ص ۷۷ مصنف حضرت سلیمان

اشرف بہاری رحمتہ اللہ علیہ)

سب سے پہلے اپنی مسلح سپاہ (سیناء) کے ہمراہ کربلا معلی پر حملہ کیا۔ اور نواسہ رسول حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار شریف کو منہدم کر دیا۔ اور ہزاروں مسلمانوں کو قتل کر ڈالا۔ کربلا سے بصرہ تک سارا علاقہ خاک سیاہ کر دیا۔ (ملاحظہ کیجئے "محمد ابن عبد الوہاب نجدی" ص ٦٩)

کربلا معلی کی تباہی کے بعد نجدیوں نے مکہ معظمہ پر حملہ کیا۔ ابن عبد الوہاب نجدی کی تعلیمات سے متاثر ہونے والا فرماں بردار چیلا ابن سعود اپنے ڈاکوؤں اور لٹیروں کو لے کر مکہ شریف پر حملہ آور ہوا۔ پھر ان ظالموں نے چنگیز خان' ہلاکو خان اور تاتاریوں کا کردار ادا کرتے ہوئے' مسلمان کے مال متاع کو بے دریغ لوٹا بے شمار مسلمان مردوں' عورتوں اور چھوٹے نہ سمجھ بچوں کو شہید کیا اور حرم شریف کی مقدس سرزمین کو خون آلود کیا۔ حرم شریف کے خدمت گاروں اور مجاوروں تک کو زندہ نہ چھوڑا۔ حسب معمول یاران مصطفٰے صحابہ کرام کے مقدس مزارات کو مسمار کر کے رکھ دیا۔ خانہ کعبہ کے مقدس غلاف پھاڑ دیئے۔ چاروں مصلے جلا دیئے جو آج تک آباد نہ ہو سکے۔

(ملاحظہ کیجئے "الدولتہ العثمانیہ" ص ۲۲۹ از علامہ زینی دحلان مکی رحمتہ اللہ علیہ)

محترم مسلمانو! مکہ شریف کی ناموس پاک سے کھیلنے کے بعد نجدیوں نے بچے کھچے مسلمانوں کو ایک جگہ جمع ہونے کا حکم دیا۔ پھر اہل مکہ کو جن الفاظ میں خطبہ دیا' یہ وہ خطبہ تھا جو چودہ سو سال پہلے نبی اکرم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ کے کافرین و مشرکین پر فتح یاب ہو کر ارشاد فرمایا تھا' جس کا ترجمہ ہے۔

"اللہ اکبر' اللہ ایک ہے اس نے اپنا وعدہ پورا کیا' اپنے بندے کی مدد کی اور اپنے لشکر کو غلبہ دیا' ہم خلوص کے ساتھ اس کی عبادت کرتے ہیں اگرچہ کافر ناپسند کریں۔"

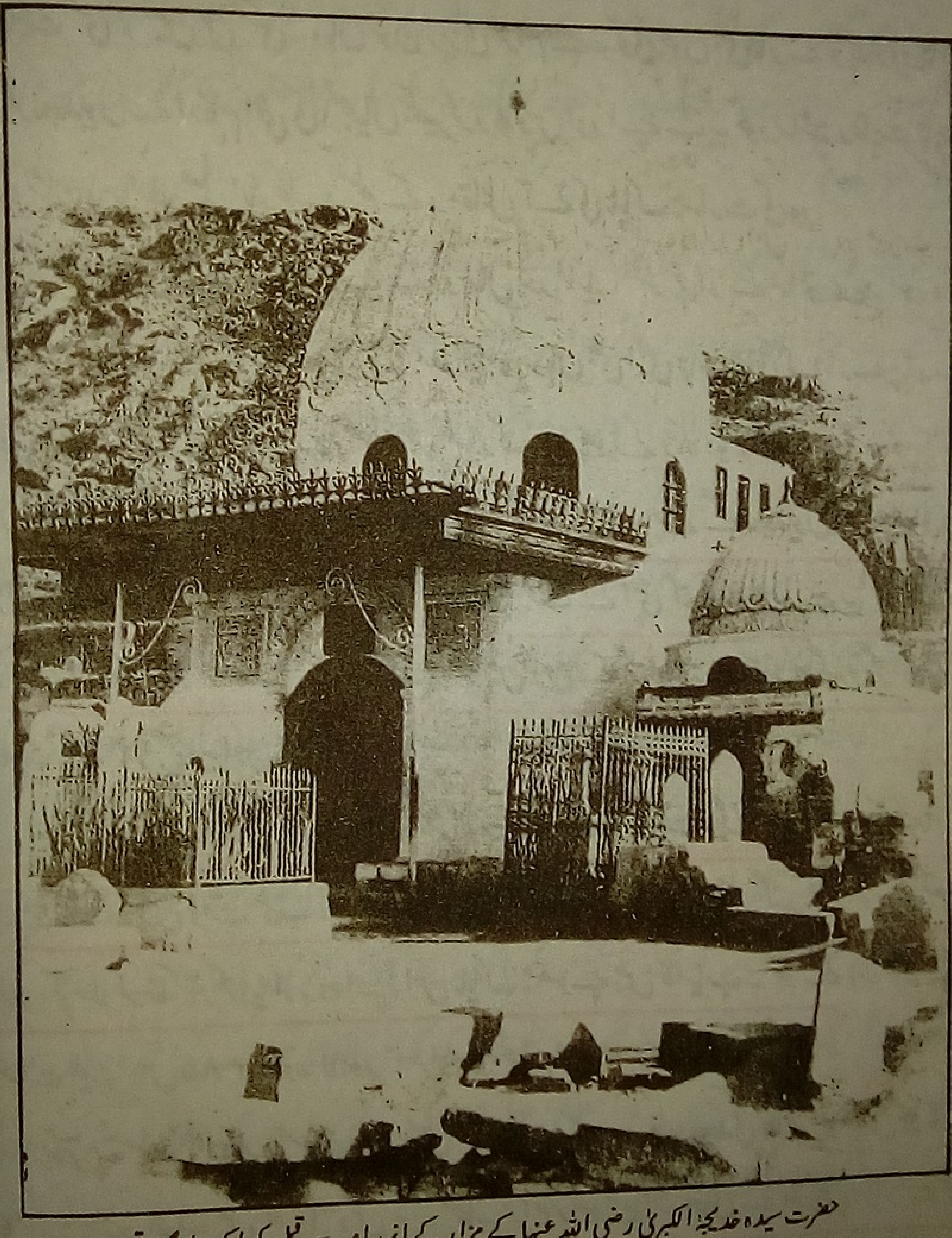
محترم مسلمانو! خیال رہے کہ اللہ تعالیٰ نے فتح مکہ کے موقع پر مکہ شریف پر حملہ کرنے کی اجازت صرف اپنے محبوب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو عنایت فرمائی تھی اس کے بعد قیامت تک یہ رعایت کسی کو نہیں مل سکتی۔ وہاں خون ریزی حرام ہے۔ کوئی جوں بھی مارے تو کفارہ دینا پڑتا ہے مگر نجدیوں نے احکام الٰہی کی دھجیاں بکھیر کر رکھ دیں اور اپنے لئے یہ خود ساختہ رعایت ثابت کر کے شان رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے مدمقابل آنے کی ناپاک جسارت کی۔

مکہ مکرمہ میں کشت و خون کرنے کے دو سال بعد' ایک لشکر جرار کے ساتھ مدینہ منورہ کی مقدس اور پاکیزہ سرزمین پر نجدیوں نے حملہ کیا اور وہاں بھی ایسی تباہی مچائی کہ ہمارے پیارے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا حجرہ مبارک توڑ پھوڑ کر رکھ دیا (معاذ اللہ)..... مزار پرانوار کی چادر مبارکہ اتار کر پھینک دی اور گنبد خضریٰ پر چڑھ گئے نجدیوں کے پیشوا ابن عبدالوہاب کا وہ گستاخانہ اعلان یاد رہے کہ اس بدبخت نے اپنی گندی زبان سے یہ کہا تھا کہ "رسول اللہ کا مزار گرادینے کے لائق ہے اگر میں اس کے گرادینے پر قادر ہو گیا تو گرادوں گا (ملاحظہ کیجئے "اوضح البراہین" ص ۱۰)

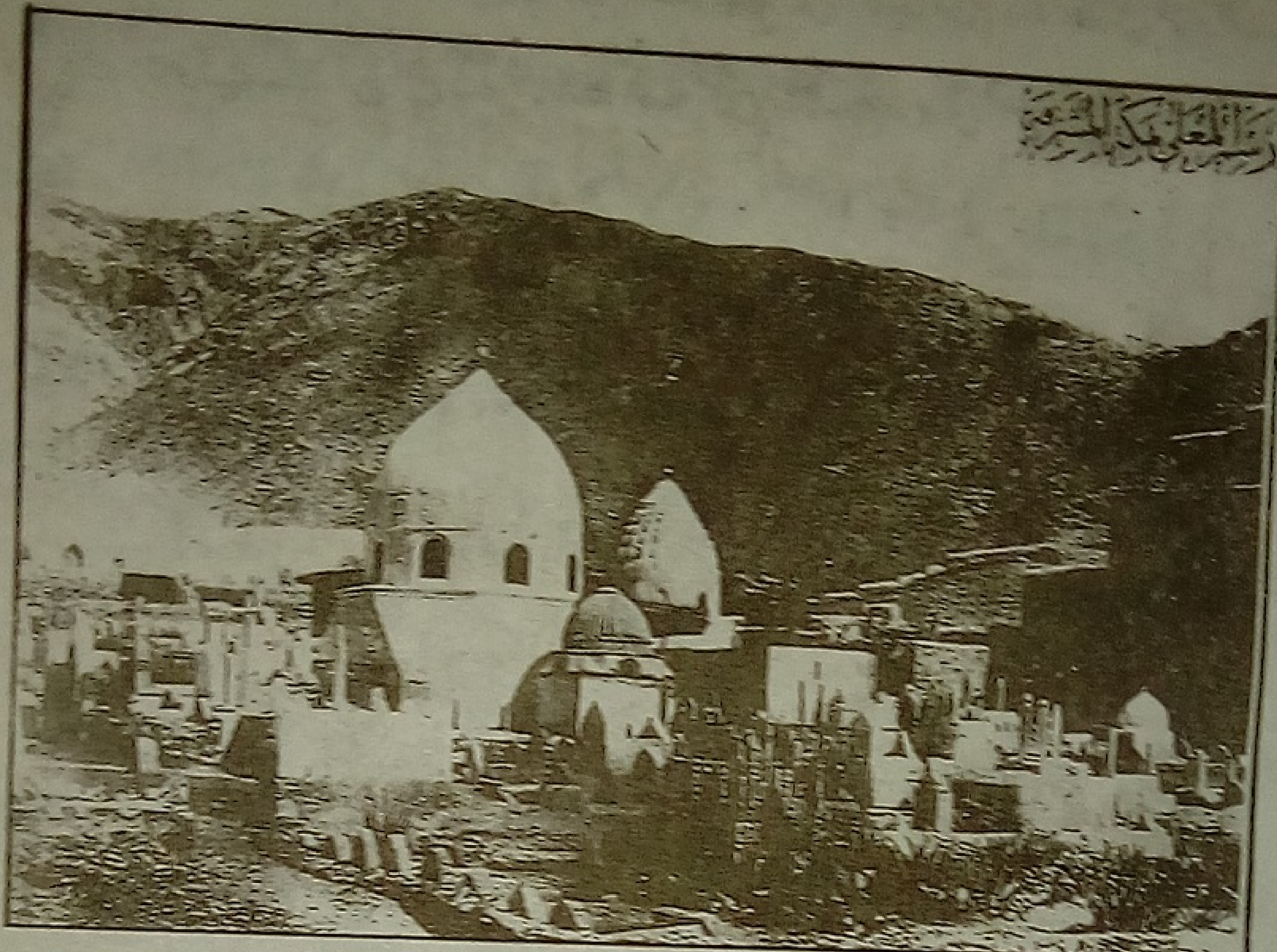
چنانچہ اس کے نجدی پیروکار گنبد خضراء پر چڑھ گئے وہ بدبخت لوگ گنبد خضراء کو ڈھا دینا چاہتے تھے کہ اس وقت غیب سے قہر خداوندی کا ایسا شعلہ ظاہر ہوا کہ گنبد خضراء پر چڑھنے والوں کو جلا کر خاکستر کر دیا اور وہ اپنے اس ناپاک منصوبے میں کامیاب نہ ہو سکے (ملاحظہ کیجئے "حیات طیبہ" ص ۳۸۵ مطبوعہ لاہور' امراد بعد الحرام ص ۲۹۴)

محترم مسلمانو! روضہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر تو ان نجدی ظالموں کا بس نہ چل سکا' البتہ جنت البقیع میں تقریباً" دس ہزار صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ کے مقدس مزارات کو بڑی بے دردی کے ساتھ زمین بوس کر کے رکھ دیا اور مقدس قبروں کو اکھاڑ پھینکا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی زوجہ "محترمہ ام المومنین سیدہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا" کی

مرقد پاک کو ٹھوکریں مارتے جاتے تھے اور کہتے جاتے تھے "اپنی پوجا کراتی ہے؟ اب اٹھ اور ہمارا مقابلہ کر" (ملاحظہ کیجیے "آفتاب صداقت" الدرر السنیہ ص ۵۲)



حضرت سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے مزار کے انہدام سے قبل کی ایک یادگار تصویر



انہدام سے قبل صحابہ کرام کے مزارات کی یادگار تصویر



نجدیوں کے ظلم کا نشانہ بننے والے جنت البقیع میں صحابہ کرام کے مقدس مزارات صفحہ دنیا سے مٹا دیئے گئے آج ان کے نشانات تک نہیں ملتے۔ منہ بولتی تصویر کو اپنی آنکھوں سے دیکھیے۔



جنت البقیع کی یہ یادگار اور تاریخ ساز تصویر ۱۹۷۲ء کی ہے۔ جو میرے محترم بزرگ الحاج محمد طفیل بھٹی صاحب (لاہور) نے مجھے دی ہے۔ جوانہوں نے چھُپ کر مدینہ منورہ کی زیارت کے دوران اپنے کیمرے میں محفوظ کی۔ ان کا کہنا ہے کہ جس وقت یہ تصویر اتاری رمضان کا مقدس مہینہ تھا اور وہ روزے کی حالت میں تھے۔ یہ تصویر میری خواہش پر انہوں نے امت رسول کی معلومات کے لئے فراہم کی ہے۔

محترم مسلمانو! مقدس مزارات تو اپنی جگہ بعض تاریخی مساجد تک ان ظالم نجدیوں کے ظلم و ستم سے محفوظ نہ رہ سکیں۔ چنانچہ حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کے مزار مبارک اور مسجد شریف کو شہید کیا اسی کے ساتھ مسجد ابو قبیس اور مسجد بلال ڈھادی گئی پھر اس کے بعد امیر سعود نے اہل مدینہ سے ان الفاظ میں خطاب کیا۔

"آج تمہارا دین مکمل ہوگیا ہے ہم تمہیں بتائیں گے کہ عبادت کس طرح کرو جو لوگ ہمارے مذہب (نجدیت) کو قبول نہ کریں گے ان کی جائیدادیں ضبط کرلی جائیں گی بچے غلام بنالئے جائیں گے اور عورتیں میرے سپاہیوں پر حلال ہوں گی۔" (ملاحظہ کیجئے Bless Endless از حسین علمی، مطبوعہ استنبول، ترکی)

اے تاریخ کو بھلا دینے والے مسلمان بھائیو! نجدیوں کے اس نابکار فاتح نے دنیا بھر کے کوڑھ مغزوں اور اجاڑ دماغوں کو بد عقیدگی کے بے ڈول سانچے میں کچھ اس بے ڈھنگے پن سے ڈھالا کہ ایک بالکل نیا خونخوار فرقہ معرض وجود میں آگیا۔ جو اپنے باطل عقائد و نظریات اور بے ہودہ کرتوتوں کے سبب عالم اسلام میں بدنام ہوا۔ چنانچہ آج یہ فرقہ اپنے "باوا" ابن عبد الوہاب نجدی کی نسبت سے "وہابی" کہلاتا ہے اور یہی وہ عمیق مطالعاتی تجزیہ تھا جو ہندوستان کے سید احمد صاحب نے ۱۸۲۲ء میں دورہ حجاز کے دوران کیا۔ جہاں لاکھوں معتقدین ان کے گرد جمع ہوگئے۔ بقول وہابی ترجمان خواجہ جمیل صاحب کے

ہندوستان میں سب سے پہلا وہابی تحریک کا بانی سید احمد تھا۔ جنہوں نے دور حجاز سے واپسی پر وہابی تحریک کا آغاز پٹنہ سے کیا۔ (ملاحظہ کیجئے "ایک سو ایک برگزیدہ مسلمان" جلد دوئم، ص۔ ۲۳۵)

شیخ محمد اکرم موج کوثر میں سید احمد کے بارے میں فرماتے ہیں۔

جب وہ حج کے لئے مکہ معظمہ تشریف لے گئے تو وہاں انہیں وہابیوں کے عقائد سے باخبر

ہونے کا موقع ملا۔ جو ان کے سفر حج سے چند سال پہلے مقامات مقدسہ پر قابض تھے۔ حضرت سید صاحب اور وہابیوں کے مقاصد میں بہت اشتراک تھا اس لیئے ان کے کئی ساتھی وہابی عقائد سے متاثر ہوئے۔ (ملاحظہ ہو موج کوثر ص ۶۲۔۶۱ از شیخ محمد اکرم)

معلوم ہوا ہے کہ سرزمین ہندو پاک میں وہابیت کا سب سے پہلا بیج بونے والا سید احمد تھا۔ ورنہ اس سے پہلے پورے ہندوستان میں سنی مسلمانوں کے علاوہ کسی اور فرقے کا وجود تک نہیں تھا۔ برصغیر پاک و ہند میں پروان چڑھنے والا وہابی فرقہ آگے چل کر دو حصوں میں بٹا۔ ایک مقلد اور دوسرا غیر مقلد۔ مقلد فرقہ جو آئمہ دین کی تقلید کو جائز قرار دیتا ہے اور امام اعظم ابو حنیفہ کا مقلد اور حنفی ظاہر کرتا ہے آج دیو بندی کے نام سے دنیا بھر میں مشہور ہوا جبکہ غیر مقلد فرقہ وہابی ہی رہا جو اب بھی آئمہ دین کی تقلید کو کفر و شرک قرار دیتا ہے۔

مسلمانو! دیو بند کا وہابیت سے کتنا گہرا تعلق ہے اس کا اندازہ حسب ذیل عبارت سے لگایئے۔

مفتی دیو بند وہابیوں سے اپنی وابستگی کا اظہار ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

عقائد میں ہم سب متحد مقلد اور غیر مقلد ہیں اعمال میں مختلف ہوتے ہیں۔ (ملاحظہ ہو فتاوٰی رشیدیہ حصہ دوئم ص ۱۰)

مفتی دیو بند ایک اور جگہ اس طرح فرماتے ہیں۔

محمد ابن عبدالوہاب کے مقتدیوں کو وہابی کہتے ہیں ان کے عقائد عمدہ تھے (ملاحظہ ہو فتاوٰی رشیدیہ ج اول ص ۱۱۰)

دیو بند تبلیغی جماعت کے سربراہ مولوی منظور نعمانی فرماتے ہیں۔

اور ہم خود اپنے بارے میں صفائی سے عرض کرتے ہیں کہ ہم بڑے سخت وہابی ہیں۔"

(ملاحظہ کیجئے سوانح مولانا محمد یوسف کاندھلوی ص ۱۹۰)

دیوبند مکتبہ فکر کے حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی فرماتے ہیں۔

"بھائی یہاں وہابی رہتے ہیں یہاں فاتحہ نیاز کے لئے کچھ مت لایا کرو۔" (ملاحظہ ہو اشرف السوانح ص ۴۵ جلد اول)

دیوبند تبلیغی جماعت کے سرپرست مولوی محمد زکریا کاندھلوی کا فرمان ہے۔

"مولوی صاحب! میں خود تم سے بڑا وہابی ہوں۔" (ملاحظہ کیجئے سوانح مولانا محمد یوسف ص ۱۹۲)

علمائے دیوبند کے مقتدر علماؤں کے مذکورہ بالا ارشادات سے واضح ہوا کہ وہابیت کی دو شاخیں ہیں ایک مقلد جسے دیوبندی کہا جاتا ہے جبکہ دوسرا غیر مقلد جسے وہابی کہا جاتا ہے جو آج اپنے آپ کو اہلحدیث کے نام سے ظاہر کر رہا ہے اور یہ نام انہیں انگریز سرکار نے عطا کیا وہابی مولوی حسین احمد بٹالوی نے برطانیہ کو درخواست دے کر اپنی جماعت کا نام وہابی سے اہلحدیث منظور کروایا۔ (ملاحظہ کیجئے تاریخ عجیبہ ص ۸۶)

مسلمانو! میں یہاں ضروری سمجھتا ہوں کہ آپ کو اس حقیقت سے بھی آگاہ کرتا چلوں کہ دیوبندی وہابیوں کے عظیم قائد سید احمد بریلوی کا علمی سطح پر کیا مقام تھا وہ شیخ القرآن تھے یا شیخ الحدیث، کوئی مستند مفتی تھے یا مقتدر عالم دین۔

سید احمد کی علمی سطح پر کیا حیثیت تھی اس کے بارے میں شیخ محمد اکرم تحریر فرماتے ہیں۔

مولانا سید احمد ۔۔۔ ۱۲۰۱ھ یعنی ۱۷۸۶ء کو رائے بریلی میں پیدا ہوئے ایام طفلی میں تحصیل علم سے آپ کو کچھ رغبت نہ تھی اور مکتب میں تین چار سال گزارنے کے بعد قرآن مجید کی چند سورتوں کے سوا آپ کو کچھ یاد نہ ہوا۔ (ملاحظہ ہو موج کوثر ص ۱۵ شیخ اکرم)

جوانی میں آپ دہلی حضرت شاہ عبد العزیز صاحب کی خدمت میں گئے مگر انہوں نے ان کو شاہ عبد القادر کے پاس بھیج دیا شیخ اکرم فرماتے ہیں۔

وہاں آپ نے کچھ عرصہ.......... قرآن مجید کا اردو ترجمہ بھی مطالعہ کیا لیکن لکھنے پڑھنے میں کوئی نمایاں ترقی نہ کی (ملاحظہ ہو موج کوثر)

جناب ابوالحسن ندوی فرماتے ہیں۔

جب آپ کی عمر ۴ سال کی ہوئی تو شرفاء کے دستور کے مطابق آپ مکتب میں بٹھائے گئے لیکن لوگوں نے تعجب سے دیکھا کہ آپ کی طبیعت خاندان کے اور لڑکوں اور اپنے ہم عمروں کے برخلاف علم کی طرف راغب نہیں اور آپ پڑھنے پڑھانے کی طرف توجہ نہیں کرتے تین سال مکتب میں گزر گئے باوجود استاد کی توجہ و شفقت اور بزرگوں کی تاکید و فہمائش کے صرف قرآن مجید کی چند سورتیں یاد ہو سکیں۔ (ملاحظہ ہو سیرت سید احمد شہید ص ۸۹ جلد اول)

وہابی مورخ مرزا حیرت دہلوی سید احمد کے بارے میں لکھتے ہیں۔

"صرف اس قدر لکھنا کافی سمجھتا ہوں کہ سید احمد کی بچپن میں کیا پوری عنفوان جوانی میں لکھنے پڑھنے کی طرف طبیعت رجوع نہ تھی (ملاحظہ ہو حیات طیبہ ص ۳۸۹)

مرزا حیرت لکھتے ہیں کہ

"کریما بہ بخشائے برحال ما" دعائیہ کلمہ ہے مگر یہ بھی سید صاحب کو تین دن میں یاد ہوا اس پر بھی کبھی "کریما" بھول گئے اور کبھی "برحال ما" کو دل سے محو کر دیا (ملاحظہ ہو حیات طیبہ ص ۳۹۰)

وہابی مورخ مرزا حیرت لکھتے ہیں۔

جب وہ (سید احمد) ایک ایک جملہ کو گھنٹوں چپے جاتا تھا تب کہیں کسی قدر یاد آتا تھا اور دوسرے دن تماشا یہ ہوتا کہ وہ بھی چوپٹ....... جب والدین نے یہ دیکھا کہ قدرتی طور پر اس کے دماغ میں تالہ لگ گیا ہے اور یہ کسی طرح کی تنبیہہ سے پڑھ نہیں سکتا تو ناچار ہو کر پڑھنے سے اٹھا لیا (ملاحظہ ہو حیات طیبہ ص ۳۹۱)

معلوم ہوا کہ سید احمد نہ کوئی عالم تھے نہ شیخ الحدیث نہ حافظ قرآن تھے اور نہ شیخ القرآن بلکہ ناکام ترین مولوی تھے۔

ابن عبد الوہاب نجدی کے عقائد و نظریات سے متاثر ہونے والے کوڑھ مغز سید احمد صاحب جب عمیق مطالعہ کے بعد ہندوستان آئے تو یہاں کا رنگ ہی نرالا پایا۔ یہاں تو ہر مسلمان بزرگان دین کا ماننے والا اور ان کی عقیدت اور محبت کا چراغ اپنے دلوں میں جلانے والا تھا۔ ابن عبد الوہاب نجدی کے نظریے کے مطابق' برصغیر پاک و ہند کا ہر مسلمان' سید احمد صاحب کی نظر میں' کافر و مشرک اور واجب القتل تھا اور اس کے دل میں ان مشرکوں (یعنی سنی مسلمانوں) کے لئے کوئی ہمدردی نہ تھی۔ لہٰذا مناسب یہی سمجھا کے ان کافروں' مشرکوں' بد عتیوں (یعنی سنی مسلمانوں) کے مقابلے میں انگریزوں کا ہی ساتھ دیا جائے۔ دہلی میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا گھرانہ باعزت سمجھا جاتا تھا یہ وہ عظیم گھرانہ تھا کہ جن کی عظمت کا شہرہ ہندوستان بھر میں تھا جن کے عقیدت مند لاکھوں کی تعداد میں ہندوستان بھر میں پھیلے ہوئے تھے حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی' کا شہرہ عام تھا انگریز خوف زدہ تھے کہ اس گھرانے کے عقیدت مند ہمارے خلاف بغاوت نہ کردیں۔ انگریزوں نے اسی گھرانے سے شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے بھتیجے اسمٰعیل دہلوی کو اپنی مذموم سازش میں شامل کرلیا تاکہ وہ اپنے عقیدت مندوں کو فوری طور پر اپنے دام فریب میں لاسکیں۔ چنانچہ سید احمد صاحب نے انگریز سرکار کے کہنے پر ایک فوجی دستہ قائم کیا۔ جسے مجاہدین کا نام دیا گیا۔ سید احمد بریلوی کو امیر المومنین بنایا گیا جبکہ اسمٰعیل دہلوی کو اس فوجی دستہ کا کمانڈر انچیف بنایا۔ گویا ایک پیر تو دوسرا مرید۔ اس طرح وہابی مجاہدین کا یہ لشکر ۱۸۲۷ء میں پشاور جا پہنچا۔ وہاں ہونہار شاگرد اسمٰعیل دہلوی نے یہ فتویٰ صادر فرمایا کہ۔

"جو میرے پیر سید احمد صاحب کا مرید نہ ہوگا وہ کافر ہے"۔

جب وہابی عقیدے کے اس پیر صاحب سے کوئی مسلمان پٹھان متفق نہ ہوا تو اسمٰعیل دہلوی قتیل نے ان سچے مسلمانوں پٹھانوں کے خلاف "جہاد" کا اعلان کر دیا۔

دیو بندی مولوی عاشق الٰہی میرٹھی لکھتا ہے۔ سید احمد نے سب سے پہلا جہاد مسمی یار محمد خان حاکم یاغستان سے کیا۔

(ملاحظہ ہو تذکرہ الرشید ص ۲۷۰ جلد دوئم)

مکتبہ دیو بند کے حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی لکھتا ہے۔ سید احمد نے پہلا جہاد یار محمد خان حاکم یاغستان سے کیا تھا۔ (ملاحظہ ہو ارواح ثلاثہ ص ۱۰۷ مطبوعہ سہارنپور)

معلوم ہوا کہ سید احمد کا جہاد مسلمانوں سے تھا کسی سکھ یا انگریز سے ہرگز نہیں تھا۔

صوبہ سرحد میں وہابی مجاہدین کو کن مصائب کا سامنا کرنا پڑا اور کن کے ٹکڑوں پر پلا اس کا انکشاف مکتبہ دیو بند کے مولوی عبید اللہ سندہی ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

وہاں "سرحد میں" پہنچ کر مجھے معلوم ہوا کہ وہ جماعت جو "مجاہدین" کے نام سے یاد کی جاتی ہے۔ کس بری حالت میں ہے۔ اور اس کی گزر بسر اور اس کی زندگی کس طرح صاجزادہ عبد القیوم کی وساطت سے انگریزی حکومت کی رہن منت ہے۔ ("ملفوظات عبید اللہ سندھی" از محمد سرور صاحب، ص ۳۹۲)

عبید اللہ سندھی صاحب کے مذکورہ بالا انکشاف سے واضح ہوا کہ اسمٰعیل دہلوی کا فوجی دستہ انگریزوں کے مرہون منت تھا سید احمد صاحب اور ان کے مرید اسمٰعیل دہلوی صاحب کا انگریزوں سے کس درجہ گہرا تعلق تھا اس کا اندازہ ان فتوؤں سے بخوبی کیا جاسکتا ہے جو انہوں نے انگریز حکومت کی حمایت میں دیئے۔ اسمٰعیل دہلوی کا پہلا فتویٰ سنیئے۔

انگریزوں کے خلاف جہاد کرنا کسی طرح بھی درست نہیں بلکہ خلاف مذہب ہے۔ ("تواریخ عجیبہ" ص ۷۳ "حیات طیبہ" ص ۲۹۶)

دوسرا فتوی اور سن لیجیے۔

انگریزوں کے عہد میں مسلمانوں کو کچھ اذیت نہیں پہنچی۔ اور چونکہ ہم (وہابیہ) انگریزوں کی رعایا ہیں اپنے مذہب کی رو سے یہ فرض ہے کہ انگریزوں پر جہاد کرنے میں ہم کبھی شریک نہ ہوں (مذہب الاسلام ص ۲۶۰)

سید احمد بریلوی کے مرید اسمٰعیل دہلوی صاحب کی نظر میں چونکہ مسلمان صرف وہی لوگ تھے جو وہابی ہو چکے تھے جو سید احمد صاحب کو اپنا پیر اور دین کا داعی جانتے تھے اور جو ابن عبد الوہاب نجدی کے معتقدین تھے۔ اس کے علاوہ باقی سب (تمام صحیح العقیدہ مسلمان) اسمٰعیل دہلوی صاحب کی نظر میں مشرک تھے۔

لہٰذا اسمٰعیل صاحب کا یہ کہنا ہے کہ ''انگریزوں کے عہد میں مسلمانوں کو کچھ اذیت نہیں پہنچی'' بالکل بجا ہے۔ واقعی وہابیوں' دیوبندیوں کو انگریزوں سے ذرہ برابر بھی اذیت نہیں پہنچی تھی۔ ورنہ حقیقت تو یہ ہے کہ لاکھوں مسلمانوں کی ان ظالم و جابر انگریز حکمرانوں نے گردنیں اڑا کر رکھ دیں۔ جس کی اسمٰعیل دہلوی صاحب کی نظر میں کوئی اہمیت نہیں تھی۔ اسمٰعیل دہلوی کا وہ کون سا جدید مذہب تھا جس کے مطابق انگریزوں سے جہاد کرنا خلاف مذہب قرار دیا گیا۔ یقیناً'' وہ مذہب اسلام نہ تھا بلکہ اپنا نیا خود ساختہ وہابی مذہب تھا۔

تیسرا فتوی اور سنیئے۔

کسی نے کلکتہ میں مولانا اسمٰعیل دہلوی صاحب سے دریافت کیا کہ ''آپ انگریزوں پر جہاد کا فتوی کیوں نہیں دیتے؟ جواب دیا ''ان پر جہاد کرنا کسی طرح واجب نہیں۔ ایک تو ان کی رعیت ہیں۔ دوسرے ہمارے مذہبی ارکان کو ادا کرنے میں وہ ذرا بھی دست اندازی نہیں کرتے۔ ہمیں ان کی حکومت میں ہر طرح کی آزادی ہے بلکہ اگر کوئی ان پر حملہ آور ہو تو مسلمان (یعنی وہابی) پر فرض ہے کہ وہ اس سے لڑیں اور اپنی گورنمنٹ برطانیہ پر آنچ نہیں آنے دیں۔

(ملاحظہ کیجئے "حیات طیبہ" ص ۲۹۶ مصنف مرزا حیرت دہلوی ' وہابی)

پیارے مسلمان بھائیو! وہابیوں کے امام اسمٰعیل دہلوی صاحب کے فتوے آپ نے پڑھے کہ ان کی نظر میں انگریزوں سے جہاد کرنا حرام ' خلاف مذہب اور ان کی حمایت میں لڑنا اور اپنی جان فدا کر دینا فرض اور عین اسلام ' اب ذرا ان کا تبلیغی انداز بھی ملاحظہ کر لیجئے مگر پہلے ایک اخباری رپورٹ سن لیجئے۔

وہابی اخبار اپنے پیشوا اسماعیل دہلوی صاحب کے بارے میں لکھتا ہے۔

ہندوستان میں سب سے پہلے توحید کا پرچار کرنے والے مولوی اسمٰعیل دہلوی تھے۔ (ملاحظہ ہو اخبار "اہلحدیث" امرتسر ' ۱۳ اکتوبر ۱۹۱۱ء)

غور فرمایئے اسمٰعیل دہلوی صاحب کو "برصغیر میں توحید کا سب سے پہلا مبلغ قرار دیا جا رہا ہے۔ کون نہیں جانتا کہ سرزمین ہند میں سب سے پہلے توحید کا پرچار کرنے والے ہندوستان کے بے تاج بادشاہ حضرت خواجہ معین الدین اجمیری '' حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری ' حضرت قطب الدین بختیار کاکی ' حضرت فرید الدین گنج شکر اور بے شمار بزرگان دین رحمتہ اللہ ہیں جنہوں نے برصغیر پاک و ہند میں توحید کی شمع روشن کی۔ تعجب ہے وہابیوں نے ان اولیاء کرام کو توحید کا پرچار کرنے والوں میں شمار کیوں نہیں کیا اور انگریزوں کے پٹھو مولوی اسمٰعیل دہلوی صاحب کا نام ہی کیوں منتخب کیا۔ یقیناً" اس لحاظ سے ان کو سب سے پہلا توحید کا پرچار کرنے والا لکھا کہ انہوں نے برصغیر میں "نئی" اور "خود ساختہ وہابی توحید" بیان کرنے میں پہل کی تھی اور "نئی وہابی شریعت" کی بنیاد رکھی۔ اگر اس نیت سے کہا گیا تھا تو بالکل بجا کہا کہ واقعی ان کے امام الہند اول مولوی سید احمد بریلوی اور بانی دوم اسمٰعیل دہلوی صاحب برصغیر میں نئی خارجی توحید کے پہلے مبلغ تھے۔ اب ذرا اسماعیل دہلوی کی توحید بھی سن لیجئے۔ وہ کہتے ہیں۔

☆ اللہ تعالیٰ جھوٹ بول سکتا ہے (معاذ اللہ) (ملاحظہ ہو "العذاب الشدید" ص ۱۳۸۔

☆ اللہ تعالیٰ کو غیب کا علم ہر وقت نہیں ہوتا بلکہ جب چاہتا ہے غیب کی بات دریافت کر لیتا ہے۔ (ملاحظہ کیجئے "تقویۃ الایمان" ص ۱۶۔)

☆ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا (نبی ہو یا ولی) وہ اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی زیادہ ذلیل ہے۔ (ملاحظہ کیجئے "تقویۃ الایمان" ص ۱۹)

☆ سب انبیاء اور اولیاء اللہ تعالیٰ کے سامنے ایک ذرہ ناچیز سے بھی کمتر ہیں (ملاحظہ کیجئے "تقویۃ الایمان" ص ۷۲)

☆ رسول اللہ کو غیب کی کیا خبر (ملاحظہ کیجئے "تقویۃ الایمان" ص ۷۵)

☆ رسول خدا (صلی اللہ علیہ وسلم) مر کر مٹی میں مل گئے (معاذ اللہ) (ملاحظہ کیجئے "تقویۃ الایمان" ص ۷۹)

☆ اللہ کو مان اور اس کے سوا کسی کو نہ مان۔ (ملاحظہ کیجئے "تقویۃ الایمان" ص ۱۹)

☆ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا نماز میں خیال لانا اپنے بیل اور گدھے کے خیال میں ڈوب جانے سے بدرجہا بدتر ہے (ملاحظہ کیجئے "صراط المستقیم" ص ۷۸)

☆ انبیاء اور اولیاء سب ہمارے بھائی کی طرح ہیں۔ ("تقویۃ الایمان" ص ۷۸)

☆ رسول اللہ کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ (ملاحظہ کیجئے "تقویۃ الایمان" ص ۱۹)

پیارے مسلمان بھائیو! یہ تھا ابن عبد الوہاب نجدی کی "کتاب التوحید" نامی گمراہ کن کتاب کا اردو چربہ۔ "تقویۃ الایمان" کی تعلیم و تربیت اور تبلیغ یا مختصر خلاصہ اور انگریزوں کے سیاسی ایجنٹ مولوی اسمٰعیل دہلوی صاحب کی تبلیغ کا نیا انداز جس سے اس نے ہر مسلمان کو با آسانی گمراہ کرنے کے فرائض کتنی خوبی سے انجام دیئے۔

محمد بن عبد الوہاب شیخ نجدی کی عربی کتاب التوحید کا ترجمہ ہندوستان میں جب مولوی اسمٰعیل دہلوی نے تقویۃ الایمان کے نام سے کیا تو پورے ہندوستان میں اس کتاب کے خلاف

فتنہ برپا ہوگیا۔ دہلی کے علماؤں نے اسماعیل دہلوی کے اس خطرناک فتنہ کی شکایت ان کے چچا حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی سے کردی جو ان دنوں سخت بیمار تھے۔ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ نے جب سنا تو مولوی اسمٰعیل دہلوی سے سخت ناراض ہوئے اور انہیں سخت الفاظ میں کہا۔

میری طرف سے کہہ دو اس لڑکے "اسمٰعیل" نامراد کو کہ جو کتاب "نام نہاد کتاب التوحید" بمبئی سے آئی ہے میں نے بھی اس کو دیکھا ہے اس کے عقائد صحیح نہیں ہیں۔ بلکہ وہ کتاب بے ادبی اور بے نصیبی سے بھری پڑی ہے میں آجکل بیمار ہوں اگر صحت ہوگئی تو میں کتاب التوحید کی مخالفت میں لکھنے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ تم (اے اسماعیل) ابھی نوجوان بچے ہو' شر برپا نہ کرو'۔

(ملاحظہ ہو کتاب فریاد المسلمین صفحہ ۹۰ انوار آفتاب صداقت صفحہ ۵۱۶)

اب اسمٰعیل دہلوی کے پیشوا سید احمد صاحب کے ارشادات بھی سن لیجئے کہ وہ انگریزوں کے کس قدر قدردان تھے۔

منشی جعفر تھانیسری لکھتے ہیں۔

آپ "سید صاحب" کی سوانح عمری اور مکاتب میں بیس سے زیادہ ایسے مقام پائے گئے ہیں ۔ جہاں کھلے اور اعلانیا طور پر سید صاحب نے بہ دلائل شرعی اپنے پیرو لوگوں (یعنی وہابیوں) کو سرکار انگریز کی مخالفت سے منع کیا (تواریخ عجیبہ ص ۳۳۶۔)

اس انکشاف سے صاف ظاہر ہے کہ اسمٰعیل صاحب کے پیشوا سید احمد صاحب ساری زندگی انگریزوں کی ایجنٹی کا فرض ادا کرتے رہے۔ اور سنئیے مزید فرماتے ہیں۔

ہم "وہابی" سرکار انگریز پر کس سبب سے جہاد کریں اور خلاف اصول مذہب' طرفین کا خون بلا سبب گروائیں۔ (ملاحظہ کیجئے "تواریخ عجیبہ" ص ۹۱)

اس فتوی سے معلوم ہوا کے دیوبندیوں اور وہابیوں کے امام سید احمد صاحب انگریزوں سے

لڑنا اسلام کے خلاف سمجھتے تھے۔ دیوبندی وہابیوں کے مصنف مرزا حیرت دہلوی انکشاف کرتے ہیں۔

لارڈ ہسٹنگ سید احمد صاحب کی بے نظیر کارگزاریوں سے بہت خوش تھا۔ دونوں لشکروں کے بیچ میں ایک خیمہ کھڑا کیا گیا۔ اس میں تین آدمیوں کا باہم معاہدہ ہوا۔ امیر خان' لارڈ ہسٹنگ اور سید احمد۔ سید صاحب نے امیر خان کو بڑی مشکل سے شیشے میں اتارا تھا (یعنی لارڈ ہسٹنگ کا غلام بنایا تھا) (ملاحظہ ہو "حیات طیبہ" ص ۳۹۴)

سید احمد صاحب ۱۸۰۹ء سے ۱۸۱۵ء تک مالوہ کے مشہور ڈاکو امیر خاں پنڈاری کی لٹیرا ٹولی میں "سوار" کی حیثیت سے شریک ہوئے تھے بہت جلد "اپنی خدمات" کے صلے میں امیر خاں پنڈاری کے باڈی گارڈ دستے کے "سردار" بنا دیئے گئے اور پنڈاری خود اس قدر بہادر اور جنگ جو تھا کہ اس کے بڑے تابڑ توڑ حملوں سے ایک طرف جے پور' جودھپور اور ہندو ریاستوں پر ہیبت طاری تھی۔ تو دوسری طرف انگریزوں کے بھی ناک میں دم کر رکھا تھا۔ چنانچہ لوٹ مار کی اس مصیبت سے نجات حاصل کرنے کے لئے انگریزوں نے انتہائی عیاری سے کام لیتے ہوئے سازش کا جال پھیلایا۔ لہٰذا امیر خاں پنڈاری کے معتمد خاص سید احمد صاحب سے ساز باز کر کے امیر احمد خاں پنڈاری کو پھانسنے کی ترکیب نکالی۔ اور سید احمد صاحب نے امیر خاں پنڈاری جیسے لٹیرے مگر انگریز دشمن کو "نواب" اور "والئی ٹونک" کے خطاب دلا کر اپنی حکمت عملی سے' انگریز شکنجہ میں جکڑ دیا۔ گویا سید احمد صاحب نے اپنی اس حکمت عملی سے بپھرے ہوئے شیر کو پنجرے میں بند کر دیا۔ (تفصیلات ملاحظہ فرمایئے کتاب "حیات طیبہ" ص ۵۱۳ ص ۴۲۱)

غور فرمایئے' ملت فروشی کا کیسا شاندار کارنامہ سرانجام دیا ہے۔ اسی لئے تو انگریز سرکار ان کی کارگزاری سے بہت خوش تھی۔ اور کیوں نہ ہوتی کہ ایسے ہی پٹھوؤں کی بدولت انگریزی عفریت' ہندوستان کے جسم لاغر میں اپنے زہریلے پنجے گاڑنے میں کامیاب ہوئی۔ سوچنے کی بات

یہ ہے' اگر سید احمد صاحب کے دل میں آزادی وطن کی ذراسی بھی تڑپ ہوتی اور دین اسلام سے ذراسی محبت ہوتی تو وہ امیر خاں پنڈاری کو انگریز کی غلامی پر رضامند نہ کرتے۔ بلکہ انگریزوں کے خلاف کاروائیوں میں تیزی اختیار کرنے کا مشورہ دیتے۔ امیر خاں پنڈاری کے پاس اس وقت تیس ہزار لڑاکا افراد کا گروہ موجود تھا جو انگریزوں کو ہندوستان سے نکلوانے کے لئے نہایت موزوں تھا مگر دین وملت کے اس غدار نے اپنی عاقبت تباہ کرنے کے لئے غاصب انگریزوں کا آلہ کار بننا پسند کیا اور ناموس اسلام کا کچھ پاس نہ رکھا۔ انگریزوں کی حمایت کے ساتھ ساتھ سید احمد صاحب نے وہابیت کا پرچار بھی شروع کر دیا تھا۔ چنانچہ "حیات طیبہ" کے وہابی مصنف مرزا دہلوی صاحب لکھتے ہیں۔

اس مستعدی اور زبان پندو نصائح کا عملی' شرعی معاشرت کے ساتھ یہ اثر ہوا کہ امیر خاں معہ اپنے کل بھائی بندوں اور اولاد کے سچا محمدی (یعنی محمد بن عبدالوہاب نجدی کا پیروکار) بن گیا۔ (ملاحظہ کیجئے "حیات طیبہ" ص ۵۱۲)

محترم مسلمانو! دیوبندی وہابیوں کا یہ کہنا کہ سید احمد صاحب اور اسمٰعیل دہلوی صاحب نے اسلام کی سربلندی کی خاطر سکھوں سے جہاد کیا۔

قطعی جھوٹ اور نئی نسل کو گمراہ کرنے کے مترادف ہے۔ ان دونوں کا یہ جہاد اسلام کے لئے ہرگز نہ تھا بلکہ یہ سب کچھ انگریزوں کے پاؤں مضبوط کرنے کے لئے تھا۔

دیوبندی امام مولوی حسین احمد مدنی صاحب اپنی کتاب میں لکھتے ہیں۔

جب سید احمد صاحب کا ارادہ سکھوں سے جنگ کرنے کا ہوا تو انگریزوں نے اطمینان کا سانس لیا اور جنگی ضرورتوں کے مہیا کرنے میں سید صاحب کی مدد کی۔ ("نقش حیات" ص ۱۲ جلد دوئم' مولوی حسین احمد مدنی)

میرے مسلمان بھائیو! مذکورہ بالا حقائق سے یہ واضح ہوگیا ہے کہ دیو بندیوں وہابیوں کے

امام سید احمد صاحب اور اسمٰعیل دہلوی صاحب کا سکھوں سے جنگ کرنا' جہاد نہ تھا بلکہ انگریزوں کے ایماء پر ان کے ہاتھ پاؤں مضبوط کرنا تھا۔ سکھوں نے انگریزوں سے صلح کرلی تو پھر ان دونوں نے اپنا نام نہاد "جہاد" سکھوں کے خلاف بند کردیا۔ انگریزوں نے ایک خط سید احمد صاحب اور اسمٰعیل صاحب کی بنائی ہوئی جماعت مجاہدین کے امیر مولوی ولایت علی کے نام لکھا۔

اس خط کا مضمون سید احمد صاحب کے خصوصی مرید و معتقد اور مجاہدین جماعت کی خصوصی شخصیت' جعفر تھانیسری صاحب نے اپنی کتاب میں اس طرح نقل کیا ہے۔

جب گلاب سنگھ اور سرکار انگریز کا آپس میں معاہدہ ہو گیا تو اس وقت سرکار انگریز نے ایک خط بنام مولوی ولایت علی صاحب کو لکھا کہ "اب گلاب سنگھ سرکار انگریز کی حمایت میں ہے۔ اس وقت اس سے لڑنا عین گورنمنٹ سے لڑنا ہے۔ لہٰذا تم کو چاہیے کہ اب اس کے ساتھ لڑائی بھڑائی مت کرو۔ (ملاحظہ کیجئے "تواریخ عجیبہ" ص ۲۱۶ مطبوعہ دہلی' جعفر تھانیسری صاحب

اس کے بعد مجاہدین نے لڑائی بند کردی۔ ہتھیار سرکار (یعنی انگریز حکومت) کے پاس جمع کرادیئے اور قیمت وصول کرلی۔ انگریزوں نے مجاہدین کا شاندار استقبال کیا اور ان کی دعوتیں بھی کیں۔ (ملاحظہ ہو کتاب "حیات سید احمد")

دین اور ملت کا درد رکھنے والے مسلمانو! کیا آزادی کے علم بردار مجاہدوں کا یہی کردار ہوتا ہے؟ کیا ملک و ملت کا اسلامی عظمت کا اسی طرح دفاع کیا جاتا ہے؟ کیا دینی غیرت و حمیت کا جنازہ اسی طرح نکالا جاتا ہے جس طرح نجد و دیوبند کے ان مایہ ناز سپوتوں نے ناموس اسلام کو ملیا میٹ کرنے کے لئے انگریزوں کا ساتھ دیا۔ نام نہاد "مجاہدین" کا انگریزوں کے پاس ہتھیار جمع کرانا' پھر انگریزوں کی وفاداری کا دم بھرنا' کس لئے تھا؟ دن سے زیادہ چمکتے ہوئے حقائق کے ہوتے ہوئے بھی' اگر کوئی دیوبندی' وہابی یہ دعوی کرے کہ اسماعیل دہلوی صاحب اور سید احمد کا

جہاد انگریزوں اور سکھوں کے خلاف تھا تو وہ کائنات کا سب سے زیادہ جھوٹا ہے۔ گفتگو کا سلسلہ آگے بڑھانے سے قبل اسماعیلی مجاہدین کا ایک شرمناک کارنامہ اور سن لیجئے۔

یہ حقیقت ہے کہ صوبہ سرحد مین ابتداء ہی سے خوش عقیدہ سنی مسلمان رہتے آئے ہیں جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بے پناہ والہانہ محبت رکھتے تھے اسی لئے وہابیوں نے صحیح العقیدہ سنی، حنفی، پٹھان، مسلمانوں کا صوبہ سرحد میں قتل عام کیا اور اس قتل عام کو "جہاد فی سبیل اللہ" قرار دیا۔ اسماعیلی فرقے کے وہابیوں نے پٹھان مسلمان مردوں ہی کو اذیت سے دوچار نہیں کیا بلکہ مسلمان عورتیں بھی ان کی بربریت کا شکار ہوئیں۔ مسلمان پٹھانوں کی نوجوان مسلمان لڑکیوں کو اسلحہ کے زور پر گھروں اور راستوں سے اٹھا کر لے گئے اور یک طرفہ طور پر نکاح کرکے اپنی خباثت کا شوق پورا کیا اور اس جرم کو "احیائے تجدید دین" اور "احیائے سنت" کے مقدس نام دیئے حالانکہ ازروئے شریعت نکاح کے انعقاد کے لئے دو مسلمان گواہوں کا ہونا اور طرفین کی رضامندی شرط ہے۔ مرد و عورت کے بلا جبر ایجاب و قبول کا نام نکاح ہے مگر "وہابی مجاہدین" نے کھلم کھلا یہ کام کرکے شریعت اسلامیہ کی دھجیاں بکھیر کر رکھ دی اور جبراً نکاح کرکے کئی مسلمان دوشیزاؤں کی عصمت کو رسوا کیا اس بدکاری کی بے ہودہ تفصیلات بتاتے ہوئے مشہور وہابی مورخ مرزا حیرت دہلوی صاحب انکشاف کرتے ہیں۔

"دیکھا گیا ہے کہ عام طور پر دو تین دوشیزہ لڑکیاں جارہی ہیں مجاہدین میں سے کسی شخص نے انہیں پکڑا اور مسجد میں لے جاکر نکاح پڑھایا" (حیات طیبہ ص ۲۸۲)

اور سنئے، تاریخ ساز حقیقت کا مشاہدہ اپنے سر کی آنکھوں سے کیجئے۔ یہی مرزا حیرت دہلوی صاحب لکھتے ہیں۔

"ایک نوجوان خاتون نہیں چاہتی تھی کہ "میرا نکاح ثانی ہو" مگر مجاہد صاحب زور دے رہے ہیں کہ "نہیں ہونا چاہئے" آخر ماں باپ اپنی نوجوان لڑکی کو حوالہ مجاہد کرتے تھے اس کے

سوا ان کو چارہ نہ تھا۔" (حیات طیبہ ص ۳۵۵ مرزا حیرت دہلوی وہابی)

غیور مسلمانو! انصاف کیجئے اگر نکاح اسی کا نام ہے تو پھر زنا بالجبر کسے کہتے ہیں؟ شہوت و بربریت سے بے قابو ہو جانے والے یہ بد مست وہابی "مجاہدین" مسلمان خواتین پر جبرو تشدد کا خوفناک مظاہرہ کرتے رہے اور اسلحہ کے زور پر مظلوم لڑکیوں کو کھینچ کر مسجد میں لے جاتے اور خود ہی اعلان کر دیتے کہ "مابدولت نے اس لڑکی کو اپنے نکاح میں قبول کرلیا ہے۔"

مسلمان عورتوں کی اس بے عزتی پر عبید اللہ سندھی دیوبندی بھی چپ نہ رہ سکے لکھتے ہیں۔

"خرابی یہ ہوئی کہ امیر شہید (سید احمد) کے دعوئے خلافت کی اشاعت کرنے والے ہندوستانی (یعنی وہابیہ) اپنی حاکمانہ قوت دکھا کر باجبر' افغان لڑکیوں سے نکاح کرنے لگے (کتاب "شاہ ولی اللہ اور ان کی سیاسی تحریک" ص ۱۰۸)

غور فرمایئے جو زبردستی نکاح رچانے کے "جہاد" میں مصروف ہوں تو انہیں "تقویتہ الایمان" کی تبلیغ کہاں یاد رہی ہوگی؟

ٹوٹتی کلیوں کے ماتم میں ہوا روتی رہی
پھول کے چہرے پہ لکھی ہے کہانی رات کی

سرحد کے مسلمانوں کی عزت و ناموس سے کھیلنے والے مجاہدین کے امام مولوی اسماعیل دہلوی کا ایک فتویٰ اور سن لیجئے جتنی کنواری لڑکیاں ہیں وہ سب ہمارے لیفٹیننٹ کی خدمت میں مجاہدین کے لئے حاضر کی جائیں (ملاحظہ ہو حیات طیبہ صفحہ ۲۴۷)

تقویتہ الایمان کے مصنف مولوی اسماعیل دہلوی کے اس فتویٰ کو پڑھ کر ہر انصاف پسند یہی کہے گا کہ ایسی درندگی کا مظاہرہ تو کسی بدکار سے بدکار قوم نے بھی نہیں کیا ہوگا۔ شریعت کی آڑ میں ان جہلاء نے کس طرح دین کو کھلونا بنا کر رکھ دیا۔

ایک اور فتویٰ سنیئے یہ وہ فتویٰ ہے جس پر سید احمد اور اسماعیل دہلوی کی مہر لگی ہوئی تھی یہ

فتویٰ پشاور کے قاضی سید مظہر علی صاحب کو بھیجا جس کا انہوں نے برملا اعلان کیا فتویٰ یہ ہے۔

تین دن کے عرصہ میں ملک پشاور میں جتنی رانڈیں (بیوہ) ہیں سب کے نکاح ہو جانے ضروری ہیں ورنہ اگر کسی گھر میں بے نکاح راونڈ رہ گئی تو اس گھر کو آگ لگا دی جائے گی (ملاحظہ ہو حیات طیبہ صفحہ ۲۴۴۔۲۴۳)

وہابی شریعت کا ایک قانون اور پڑھیئے "یہ محض ناممکن تھا کہ نوجوان عورت رانڈ ہو کے عدت کی مدت گزر جانے پر بے خاوند کے بیٹھی رہے اس کا جبرا" نکاح کیا جاتا تھا خواہ اس کی مرضی ہو یا نہ ہو" (ملاحظہ ہو حیات طیبہ صفحہ ۲۴۲)

میں یہاں پر تمام غیر مقلد وہابیوں اور دیوبندیوں سے سوال کرتا ہوں کہ عورت اور اس کے ولی کی اجازت کے بغیر سرحد کی جتنی مسلمان لڑکیوں کو وہابی مجاہدین نے جبرا" اپنے گھروں میں ڈال لیا تھا کیا ایسے نکاح کا قرآن و حدیث میں کہیں ثبوت ملتا ہے؟۔ اگر نہیں ملتا تو ایسے نکاحوں کے ذریعے جنم لینے والی وہابی نسل حلالی ہے یا حرامی؟۔

ابن عبدالوہاب نجدی کے پیروکار نجدی' وہابی' دیوبندی حضرات کے نزدیک تمام سنی مسلمان' بدعتی' مشرک' کافر اور لائق گردن زنی ہیں۔ چنانچہ سید احمد صاحب نے اپنا آخری جہاد پنجتار کے مسلمان سردار فتح خاں صاحب سے کیا۔ جس میں بڑی بے جگری سے وہابی درندوں نے سنی مسلمانوں کا قتل عام کیا مگر ان بدمست ہاتھیوں کو یہ کہاں پتہ تھا کہ۔

جو جلاتا ہے کسی کو خود بھی جلتا ہے ضرور
شمع بھی جل جاتی ہے پروانہ جل جانے کے بعد

جب صوبہ سرحد کے غیور پٹھان مسلمانوں پر وہابی مجاہدین کے ظلم کی انتہا ہو گئی اور انہیں اس بات کا یقین ہو گیا کہ "ان مسلح وہابیوں سے اپنی عزت و آبرو اور دین و ایمان بچانا ناممکن ہے۔" تو تمام پٹھان مسلمانوں نے مل کر' ان خون کے پیاسوں اور ایمان کے دشمنوں سے نجات

حاصل کرنے کے لئے اجتماعی کوششیں کیں مسلمانوں کی یہ کوشش کس قدر کارگر ہوئیں اس کی حقیقت مولوی عبید اللہ سندھی دیوبندی صاحب سے سنیئے۔

"چنانچہ ایک معین رات میں امیر شہید (سید احمد صاحب) کے تمام مقرر کردہ اہل مناصب قتل کردیئے گئے اور حکومت کا خاتمہ ہوگیا امیر شہید (سید احمد صاحب) اس واقعہ سے کہ قاضی، مفتی، حاکم، سپاہی غرض کہ ساری جماعت قتل کردی گئی بہت متاثر ہوئے۔" (شاہ ولی اللہ اور ان کی سیاسی تحریک ص ۱۱۶۔۱۱۵ مولوی عبید اللہ سندھی)

دیو بندیوں اور وہابیوں کے ایک اور عالم، جنہیں انگریزوں نے اچھی کارکردگی پر "سر" (Sir) کا خطاب دیا تھا یعنی سرسید احمد خاں صاحب، اس حقیقت کا اعتراف ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

"ہندوستان کے گوشہ شمال مغرب کی سرحد پر جو قومیں رہتی ہیں، وہ سنی المذہب حنفی ہیں لیکن چونکہ یہ (پٹھان مسلمان) قوم نے اخیر میں وہابیوں سے دغا کرکے سکھوں سے اتفاق کرلیا اور مولوی اسماعیل صاحب اور سید احمد صاحب کو شہید کردیا" (ملاحظہ ہو مقالات سرسید نہم ص ۱۴۰، ۱۳۹)

سرسید احمد صاحب کے اس اعتراف سے واضح ہوا کہ سرحد کے پٹھان مسلمانوں میں صرف اور صرف صحیح العقیدہ اہلسنت تھے اور اپنے اسلامی عقائد و نظریات میں انتہائی درجہ پختہ تھے انہوں نے سکھوں سے "اگر اتحاد" کیا ہوگا، تو کیوں؟ صرف اپنا ایمان، اور اپنی عزت و آبرو بچانے کے لئے جب وہابی مجاہدین انگریزوں سے مل کر اپنا غلط عقیدہ مسلمانوں پر مسلط کرنے کی ناپاک کوشش کرسکتے ہیں تو کیا مجبور مسلمان، سکھوں کے تعاون سے اپنا ایمان اور اپنی عزت نہیں بچاسکتے تھے؟ اگر انہوں نے ایسا کیا تو کیا برا کیا؟ اس اتحاد کا نتیجہ یہ نکلا کہ ۶ جولائی ۱۸۳۱ء کو بالاکوٹ کے مقام پر جمعہ کے دن، زبردست جنگ ہوئی اور اس جنگ میں وہابیوں کے امام اور

وہابی تحریک کے بانی سید احمد صاحب اور مولوی اسماعیل دہلوی صاحب' پٹھان مسلمانوں کے ہاتھوں مارے گئے اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اپنے منطقی انجام کو پہنچ گئے۔

غیر مقلد وہابیوں کا مورخ لکھتا ہے کہ "راجہ شیر سنگھ نے اسی لاش (اسماعیل دہلوی) پر دوشالہ ڈلوا کر اور اپنی فوج کے مسلمانوں سے اس پر نماز جنازہ پڑھوا کر بڑے اعزاز اور اکرام سے دفن کرادیا (تواریخ عجیبہ ۱۷۹ مطبوعہ دہلی)

غیر مقلد وہابیوں کے مورخ مرزا حیرت دہلوی لکھتے ہیں۔ "یہ خبر معتبر معلوم ہوتی ہے کہ دوسرے دن شیر سنگھ نے ان دونوں بزرگوں (سید احمد اور اسماعیل دہلوی) کی نعشوں کو شناخت کرا کر نہایت عزت کے ساتھ انہیں بالاکوٹ میں دفن کرادیا" (ملاحظہ ہو حیات طیبہ ص ۵۳۵' تواریخ عجیبہ ص ۱۷۹)

اس تاریخ ساز حقیقت سے معلوم ہوا کہ اسماعیل دہلوی اور سید احمد سکھوں کے دشمن ہرگز نہیں تھے اور نہ ہی ان کا جہاد سکھوں کے خلاف تھا بلکہ وہ تو ایک ظاہری ڈھونگ تھا اور سنی مسلمانوں کے قتل عام اور انگریزوں کے پاؤں مضبوط کرنے کا ایک سوچا سمجھا منصوبہ تھا۔

وہابی مورخ مرزا حیرت دہلوی سید احمد کے بارے میں ایک جگہ اس طرح فرماتے ہیں۔

وہ پیارا شہید تھا جس نے ہندوستان میں ابن عبدالوہاب کی طرح شریعت محمدی کا ٹھنڈا خوش ذائقہ شربت ہندوستانی مسلمانوں کو پلایا اور ان کی قابل تنفر عادتوں اور رسوم کو ایسا مٹا دیا کہ آئندہ پھر کبھی ان کی اولاد بھی اس طرف متوجہ نہ ہوگی (ملاحظہ ہو حیات طیبہ صفحہ ۲۴۶ مرزا حیرت دہلوی)

حیرت دہلوی مزید وضاحت کے ساتھ لکھتے ہیں۔

پیارے شہید نے ہزاروں بلکہ لاکھوں کی زبان سے کہلوا دیا کہ ہم محمدی ہیں چاروں طرف سے آوازیں بلند ہو رہی تھیں کہ اس ضلع میں اتنے محمدی آباد ہیں اور اس ضلع میں اتنی تعداد

اسلامیوں کی ہے۔ (ملاحظہ ہو حیات طیبہ جلد اول صفحہ ۲۳۸)

معلوم ہوا کہ مسلمانوں کو لاکھوں کی تعداد میں محمدی یعنی وہابی بنانے کا جو عمل دیو بند کے ان سپوتوں نے کیا تھا اس کا رد عمل یہ ہوا کہ مسلمانوں کا اتحاد پارہ پارہ ہو کر رہ گیا مسلمانوں کی یکجہتی ہمیشہ کے لئے ختم ہو کر رہ گئی سرحد کے مسلمان جو کبھی سچے عاشق رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) ہوا کرتے تھے، افسوس کہ وہ آج سید احمد اور اسماعیل دہلوی کے خارجی مشن کے علم بردار بنتے جا رہے ہیں اسماعیل دہلوی صاحب اور سید احمد بریلوی کے بچے کھچے رفقاء نے وہابی مشن کو بڑے کامیاب طریقے سے بعد میں آگے بڑھایا انگریزوں کی غلامی کا جو پٹہ سید احمد صاحب اور اسماعیل دہلوی صاحب نے اپنے گلوں میں ڈالا تھا' اسی غلط روش کو ان کے بعد کے آنے والے رفقاء نے قائم رکھا اور پاکستان کی آزادی (۱۹۴۷ء) تک' انگریزوں کی کسی نہ کسی طور پر حمایت کرتے رہے۔

دیو بندی اور وہابیوں کے نام نہاد "شہید اعظم" یعنی مولوی اسماعیل دہلوی صاحب اور ہندوستان کے پہلے وہابی مبلغ سید احمد بریلوی صاحب کی روداد الم سننے کے بعد اب ذرا مدرسہ دیو بند کے مقتدر عالم' مفتی دیو بند مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کی انگریز نوازی' اسلام دشمنی اور ملت فروشی کے چند جیتے جاگتے ثبوت بھی اپنی سر کی آنکھوں سے ملاحظہ کیجئے کہ انہوں نے اپنے بڑوں کی پیروی کتنے شاندار طریقے سے کی۔ مولوی عاشق علی دیو بندی فرماتے ہیں۔

"ایک مرتبہ مولانا گنگوہی صاحب' مولانا قاسم نانوتوی صاحب اور حافظ ضامن صاحب وغیرہ کا باغیوں (مسلمان مجاہدین جنگ آزادی ۱۸۵۷ء) سے سامنا ہو گیا۔ یہ نبرد آزما جتھا اپنی سرکار (انگریز) کے مخالف باغیوں کے سامنے سے بھاگنے یا ہٹ جانے والا نہ تھا اس لئے اٹل پہاڑ کی طرح پرا جما کے ڈٹ گیا۔ اور (انگریز) سرکار پر جان نثاری کے لئے تیار ہو گیا فقیر رشید احمد گنگوہی صاحب' قاسم نانوتوی صاحب اور حافظ ضامن صاحب ہاتھوں میں تلوار لئے' جم غفیر

کے بندوقچیوں کے سامنے ایسے جمے رہے گویا زمین نے پاؤں پکڑ لئے ہیں چنانچہ آپ گنگوہی صاحب پر فائرنگ ہوئی اور حضرت حافظ ضامن صاحب۔ زیر ناف گولی کھا کر "شہید" ہو گئے۔"

(ملاحظہ کیجئے تذکرہ الرشید ص ۷۵-۷۴ مصنف عاشق الٰہی دیوبندی)

مذکورہ بالا عبارت کسی تبصرہ کی محتاج نہیں کیونکہ جو وہابی' دیو بندی مولوی صاحبان' انگریزوں پر اپنا دین و ایمان قربان کر چکے ہوں' وہ اگر انگریزوں پر اپنی جانیں بھی فدا کر دیں تو اس میں کون سی حیرت کی بات ہے؟ ہاں یہ بات ضرور قابل حیرت ہے کہ جو شخص انگریز پر جانثاری کرتے ہوئے مار ڈالا جائے اس کو دیو بندی وہابی "شہید" کہتے ہیں جیسا کہ مذکورہ بالا عبارت میں وہابیوں دیو بندیوں نے حافظ ضامن صاحب کو "شہید" قرار دیا ہے حالانکہ حافظ جی "فی سبیل اللہ" (اللہ تعالیٰ کے راستے میں) نہیں بلکہ انگریزوں کی طرفداری اور حمایت میں مارے گئے تھے۔

یہی تذکرہ نگار عاشق الٰہی صاحب دیو بندی لکھتے ہیں۔

"۱۸۷۹ء وہ سال تھا جس میں حضرت امام ربانی (مولوی رشید گنگوہی) پر اپنی سرکار (انگریز) سے باغی ہونے کا الزام لگایا گیا" (ملاحظہ ہو تذکرہ الرشید حصہ اول ص ۷۳) یہی مولوی صاحب اسی تذکرہ میں مزید لکھتے ہیں۔

"مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی مطمئن تھے کہ "میں جب حقیقت میں انگریز سرکار کا فرماں بردار رہا تو جھوٹے الزام (بغاوت) سے میرا بال بھی بیکا نہ ہو گا اور اگر مارا بھی گیا تو سرکار (انگریز) مالک ہے' اسے اختیار ہے' جو چاہے کرے۔" (تذکرہ الرشید حصہ اول ص ۸۰)

پیارے مسلمانو! مقام غور و فکر ہے کہ شہنشاہ کون و مکاں صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ عالیہ میں علمائے دیو بند کی گستاخی کا تو یہ عالم ہے کہ کہتے ہیں۔

"جس کا نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے وہ کسی چیز کا بھی مختار نہیں۔"

مگر مفتی دیوبند انگریزوں کے قدم پر سربسجود ہوئے تو اس بری طرح کہ گویا انگریز ہی ان کے داتا ہیں اور انگریز ہی ان کے مالک و مختار کہ جو چاہیں سو کریں۔ اسے کہتے ہیں رسول دشمنی اور انگریز دوستی کا جیتا جاگتا مظاہرہ۔ یہ اللہ تعالیٰ کی لعنت اور پھٹکار نہیں تو پھر اور کیا ہے کہ اس کے پیارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ سے سرتابی کرنے والا' انگریزوں کو اپنا مالک و مختار ٹھہرا کر' اس کے دامن میں اپنی زندگی کی پناہ ڈھونڈ رہا ہے۔ انگریزوں کو اپنی زندگی اور موت کا مالک تسلیم کر رہا ہے ان کے اس تاریخی اقرار نے ان کے انگریز ایجنٹ ہونے پر مہر تصدیق ثبت کردی ہے انصاف پسند اور غیر جانبدار' اہل قلم حضرات سے گزارش ہے کہ دنیا پرست انگریز ایجنٹوں کو ہیرو بنا کر پیش کرنے کے بجائے اصلی جہاد' جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کے حقیقی حریت پسند مجاہدین کے تذکروں کو صفحہ قرطاس کی زینت بنائیں۔

پیارے مسلمان بھائیو! یہی وہ مفتی دیوبند رشید احمد گنگوہی ہیں جنہوں نے برٹش حکومت کی خواہش کے مطابق اپنی مہربانی سرکار انگریز کے سائے میں بے خوف ہو کر' عقائد باطلہ اور خیالات کفریہ کا خوب پرچار کیا اور دل کھول کر اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس جناب میں گستاخیاں کیں اور ہندوستان میں دیوبندیت' وہابیت' نجدیت کو فروغ دیا اور یوں اختلاف و انتشار' فتنہ و فساد' اور لڑائی و جھگڑے کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ قائم کیا اور اس طرح مسلمانوں میں پھوٹ ڈال کر اپنے مالک و مختار انگریزوں کی خوفناک سازش کو خوب کامیاب بنایا۔ انہی گنگوہی صاحب نے اسماعیل دہلوی کی اتباع کرتے ہوئے یہ غیر اسلامی عقیدہ از سر نو گھڑ کر پھیلایا کہ "اللہ تعالیٰ کا جھوٹا ہونا ممکن ہے۔" (ملاحظہ کیجئے "براہین قاطعہ" ص ۳) معاذاللہ

یہی وہ رشید احمد صاحب گنگوہی ہیں جنہوں نے پیشوائے انبیاء فخر موجودات' حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں کھلم کھلا گستاخی کرتے ہوئے "براہین قاطعہ" میں

لکھا۔

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم شیطان اور ملک الموت کے علم سے کم ہے۔" (ملاحظہ ہو "براہین قاطعہ ص ۵۱)

یہی وہ رشید احمد گنگوہی صاحب ہیں جنہوں نے "براہین قاطعہ" نامی کتاب میں گستاخوں کی حوصلہ افزائی کے لئے لکھا۔

"سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھائی کہنا قرآن و حدیث کے مطابق ہے۔" (ملاحظہ کیجئے "براہین قاطعہ" ص ۳)

پیارے مسلمانو! یہی وہ گنگوہی صاحب ہیں جنہوں نے یہ جھوٹی حدیث گڑھی کہ "مجھ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو بھائی کہو" (فتاوی رشیدیہ" مطبوعہ کراچی، ص ۸۵)

اب ذرا بانی مدرسہ دیوبند مولوی قاسم نانوتوی کی مختصر کہانی سن لیجئے۔ مولوی قاسم نانوتوی صاحب مدرسہ دیوبند کے بانی ہیں۔ انہوں نے مولوی گنگوہی صاحب کے ہمراہ اپنے آقا انگریزوں پر جانثاری کرتے ہوئے جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کرنے والے مجاہد مسلمانوں سے اٹل پہاڑ کی طرح جم کے جنگ کی۔ انہوں نے بھی باطل اور غیر اسلامی عقائد پھیلا کر اپنے انگریز آقا کو خوش کیا اور مسلمانوں کا دین و ایمان بگاڑنے میں اہم کردار ادا کیا۔ انہوں نے "تحذیر الناس" نامی شرانگیز کتاب لکھی جس میں انہوں نے حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی ماننے سے انکار کیا انہوں نے اپنی اس کتاب میں لکھا۔

"عوام (جاہلوں) کے خیال میں تو رسول اللہ صلعم کا خاتم ہونا بامعنی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانے کے بعد اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب میں آخری نبی ہیں مگر اہل فہم (سمجھ دار لوگوں) پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں۔" (تحذیر الناس ص ۳ مولوی قاسم نانوتوی، بانی دیوبند)

اسی کتاب میں مزید کھل کر لکھتے ہیں۔

"بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلعم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی (یعنی آخری نبی ہونے) میں کچھ فرق نہیں آئے گا۔" (ملاحظہ ہو تحذیر الناس" ص ۲۸)

پیارے مسلمانو! قاسم نانوتوی صاحب کی مذکورہ بالا دونوں کفریہ عبارات سے واضح ہو گیا کہ مولوی قاسم نانوتوی صاحب کے نزدیک ' حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نبی آخر الزماں نہیں ہیں اسی لئے تو انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی نئے نبی کے پیدا ہونے کو جائز مانا اور "قادیانی مذہب" کے لئے نیا دروازہ کھولا۔

محترم مسلمانو! قاسم نانوتوی کی مذکورہ بالا عبارت کو ہرگز غفلت یا قلم کی لغزش قرار نہیں دیا جا سکتا کیونکہ ان سے پہلے انہی کے پیشوا و امام اسماعیل دہلوی بھی کروڑوں محمد صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہونے کی خبر دے چکے ہیں اور اس بات پر ایمان لا چکے ہیں کہ کروڑوں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پیدا ہو سکتے ہیں اسماعیل دہلوی کا اعلان سنیئے۔

"اس شہنشاہ (اللہ تعالیٰ) کی تو یہ شان ہے کہ ایک حکم "کن" سے چاہے تو کروڑوں نبی ولی' جن ' فرشتے ' جبرائیل اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر پیدا کر دے۔" (ملاحظہ ہو تقویۃ الایمان ص ۳۶)

محترم مسلمانو! فخر دو جہاں ' امام الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے وہ محبوب نبی ہیں کہ جن کے مثل کوئی پیدا ہوا ہے اور نہ ہو گا اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بے نظیر مثل جیسی کروڑوں ہستیوں کو مزید تسلیم کر لیا جائے تو پھر آپ ہی بتائیے کہ خاتم النبیین کون ہو گا؟ کیا اس عقیدہ سے حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین یعنی آخری نبی ہونے کا انکار نہیں ہو رہا؟ یقیناً" ہو رہا ہے۔ اسی عقیدہ کا اظہار مفتی دیوبند مولوی رشید احمد گنگوہی بھی کر چکے ہیں وہ فرماتے ہیں "لفظ رحمۃ اللعالمین صفت خاصہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

کی نہیں بلکہ دیگر اولیاء انبیاء اور علماء بھی موجب رحمت عالم ہو سکتے ہیں۔" (ملاحظہ ہو فتاویٰ رشیدیہ ص ۲۰۰ ایچ ایم سعید کراچی)

غور فرمائیے مذکورہ بالا عبارت میں اس عقیدہ کی وضاحت کردی گئی ہے کہ رحمت اللعالمین حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے لئے مخصوص نہیں بلکہ دیگر حضرات بھی رحمت اللعالمین ہو سکتے ہیں۔ محترم مسلمانو! یہ خیال ملحوظ ادب رہے کہ لفظ "رحمت اللعالمین" حضور تاجدار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا لقب مبارک ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ لقب ان الفاظ میں عطا فرمایا۔

وما ارسلنک الا رحمت للعلمین (سورہ انبیاء ۱۰۷)

ترجمہ۔ اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہاں کے لئے۔

مذکورہ بالا ارشاد خداوندی سے ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مذکورہ بالا لقب "رحمت اللعالمین" پر کوئی دوسرا فائز نہیں ہو سکتا کیونکہ آپ تمام جہانوں کے لئے پیدا کئے گئے۔ آپ کی رحمت اولین و آخرین تمام جہانوں کے لئے ہے۔ کسی دوسرے کو یہ مقام و منصب مرتبہ و کمال حاصل ہرگز نہیں۔ اب اگر کسی دوسرے میں یہ کمال و مرتبہ اور مقام و منصب مان لیا جائے تو پھر اس کی رحمت بھی تمام عالمین کے لئے ماننا ہوگی جو کسی صورت میں جائز نہیں اور اس کو جائز ماننا یقیناً "مقام مصطفیٰ" کے مد مقابل لانے کی ایک ناپاک اور مذموم سازش ہے۔ "رحمت اللعالمین" کے خطاب کا تاج صرف اور صرف حضور سرور دو جہاں کے سر اقدس پر رکھا گیا ہے کسی غیر کے لئے یہ ہرگز نہیں۔ مگر آپ نے پڑھا کہ مفتی دیوبند رشید احمد گنگوہی لقب "رحمت اللعالمین" کی سند ہر کسی میں تقسیم کر رہے ہیں۔ مفتی دیوبند کی اس بندر بانٹ تقسیم کا یہ نتیجہ نکلا کہ دیوبندی حکیم الامت اشرف علی تھانوی کے خلیفہ اعظم مفتی محمد حسن اشرفی کا جب انتقال ہوا تو ایبٹ آباد کے دیوبندی مہتمم مدرسہ نے ان کے غم میں اس طرح اپنے خیال کا اظہار کیا۔

"آج نماز جمعہ پر یہ خبر جانکاہ سن کر دل حزیں پر بے حد چوٹ لگی کہ "رحمت اللعالمین" (مفتی محمد حسن اشرفی) دنیا سے سفر آخرت فرما گئے ہیں۔" (ملاحظہ ہو تذکرہ حسن بحوالہ تجلی دیوبند و نوری کرن، فروری ۱۹۶۲ء)

محترم مسلمانو! ذرا سوچئے کہ جن کے امام اسماعیل دہلوی کا یہ عقیدہ ہو کہ پیغمبر آخری الزماں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ ایک دو نہیں بلکہ کروڑوں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم پیدا کئے جا سکتے ہیں۔ جن کے مفتی کا یہ اعلان ہو کہ "رحمت اللعالمین" کوئی دوسرا بھی ہو سکتا ہے۔ تو پھر انہی کے ایک ساتھی بانی دیوبند قاسم نانوتوی نے ختم نبوت کا انکار کر دیا تو اس میں کونسی حیرت اور تعجب کی بات ہے اسے ہرگز لاشعوری، غفلت اور قلم کی لغزش قرار نہیں دیا جا سکتا۔ مولوی اسماعیل دہلوی سے لے کر مفتی دیوبند اور بانی مدرسہ دیوبند تک تینوں اکابرین دیوبند ایک ہی نظریئے ایک ہی سوچ ایک ہی عقیدہ کی لڑی میں جڑے ہوئے ہیں۔ اسماعیل دہلوی نے جس جسارت و شقاوت کے ساتھ "کروڑوں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر پیدا کر ڈالے" کا نظریہ پیش کیا اور جس حسد و کینہ کے ساتھ مفتی دیوبند رشید احمد گنگوہی نے "رحمت اللعالمین" کا لقب ہر ایک کے لئے جاری کیا یہ اسی کا نتیجہ تھا کہ بانی دیوبند قاسم نانوتوی نے آگے بڑھ کر انتہائی دریدہ دہنی سے ختم نبوت کا انکار کیا اور اس طرح قادیانی مذہب کو سہارا دے کر اس کی داغ بیل ڈالی اور مرزا غلام احمد قادیانی نے ۱۸۹۰ء میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہونے کا دعویٰ کیا اور ۱۹۰۰ء میں دعویٰ نبوت یعنی آخری نبی ہونے کا اعلان کیا اس نے دعویٰ نبوت کرتے ہوئے کہا۔

مجھے بروزی صورت نے نبی اور رسول بنایا ہے اور اس بناء پر خدا نے بار بار میرا نام نبی اللہ اور رسول اللہ رکھا مگر بروزی صورت میں میرا نفس درمیان میں نہیں ہے بلکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔ اسی لحاظ سے میرا نام محمد اور احمد ہوا پس نبوت و رسالت کسی دوسرے کے پاس

نہیں گئی محمد کی چیز محمد کے پاس ہی رہی۔ (ملاحظہ کیجئے کتاب ایک غلطی کاازالہ مصنف غلام احمد قادیانی)

مذکورہ بالا اعلان سے اس حقیقت کا واضح ثبوت ملا کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنے آپ کو آخری نبی ظاہر کیا۔ مرزا غلام احمد قادیانی کے اس جھوٹے دعوے نبوت پر علمائے حق نے ان کی مخالفت میں احتجاج کیا اور ان کے خلاف فتوے جاری کئے۔ بالخصوص حضرت پیر مہر علیشاہ گولڑوی، امام احمد رضا خان قندھاری، سید جماعت علی شاہ علی پوری اور ولایت علی شاہ گجراتی نے ان کے خلاف کتابیں تحریر کیں اور ان پر کفر کے فتوے جاری کئے۔ مرزا غلام احمد قادیانی کے مذکورہ بالا جھوٹے دعوی کو سن کر ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ علمائے دیوبند بھی سنی علماء کی طرح سراپا احتجاج بن جاتے ۔ اور مرزا غلام احمد قادیانی کے خلاف مظاہرے اور گرفتاری کے مطالبے کرتے، مگر تاریخ کی یہ شرمناک حقیقت آج بھی تاریخ کے آئینہ میں اپنا مکروہ چہرہ لئے ہوئے موجود ہے کہ علماء دیوبند نے مرزا غلام احمد قادیانی کی زندگی میں اس پر کفر کا فتوی تک نہیں لگایا۔ بلکہ مولوی رشید احمد گنگوہی مفتی دیوبند نے تو یہ فتوی دیا کہ مسلمان عورت اور قادیانی مرد کا نکاح ہو جاتا ہے۔ (ملاحظہ ہو تذکرہ الرشید)

دیوبندی حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی نے یہ فتوی جاری کیا کہ "قادیانی کے کفر کی انہیں تحقیق نہیں ہے۔" (ملاحظہ ہو امداد الفتاوی جلد پنجم) مولوی اشرف علی تھانوی صاحب کے خلیفہ مولوی عبد الماجد دریا آبادی دیوبندی نے ۱۹۴۷ء کی تحریک میں بھی قادیانی کو کافر کہنے کی مخالفت کی اور اپنے رسالے "صدق جدید" میں قادیانیوں کو برملا مسلمان لکھتے۔

۱۹۰۸ء میں جب مرزا غلام احمد قادیانی کا انتقال ہوا تو ابوالکلام آزاد نے اس کا نماز جنازہ پڑھایا اور اپنے پرچے الہلال میں قادیانی کی موت پر اداریہ لکھا اور اس کی موت کو اسلام کا بہت بڑا نقصان قرار دیا۔ دیوبندی امام مولوی ابوالکلام آزاد سے کسی نے سوال کیا۔

احمدی گروہ یعنی قادیانی کی شرکت اسلام میں معتبر ہے یا نہیں؟ اس سوال پر یہ جواب دیا اگر اشاعت اسلام کا کام یہ فرقہ (قادیانی) اپنا فرض سمجھتا ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ یہ فرقہ اس میں شریک نہ ہو...... اس طرح تمام اہل قبلہ متحد و متفق ہو جائیں گویا ایک ہی خاندان کے فرزند ایک ہی شجر محبت و اخوت کے برگ و بار ہیں۔ (ملاحظہ کیجئے الہلال ۱۳ جنوری ۱۹۱۳ء صفحہ ۲۶)

غور فرمایئے۔ مذکورہ بالا حقائق میں وہابی مولوی ابوالکلام آزاد نے قادیانیوں کو ایک ہی خاندان کے فرزند ایک ہی درخت کے برگ و بار قرار دے کر کس فراخ دلی کے ساتھ قادیانیوں کے ساتھ اتحاد اور محبت و اخوت کا رشتہ قائم کیا ہے۔ یہی ابوالکلام آزاد ہیں جو مرزا غلام احمد قادیانی کے جنازہ کے ساتھ بٹالہ تک گئے (ملاحظہ ہو عبدالمجید سالک کے نوازش نامے ص ۱۵-۲۶ تاریخ احمدیت جلد سوئم ص ۵۷۱)

وہابیوں کے پیشوا مولوی ثناء اللہ امرتسری نے ڈنکے کی چوٹ پر یہ فتویٰ دیا کہ "مرزائی امام کے پیچھے نماز ادا ہو جائے گی یعنی اگر وہ جماعت کرا رہا ہو تو جماعت میں مل جاؤ۔" (ملاحظہ ہو اخبار اہلحدیث امرتسر ۳۱ مئی ۱۹۱۲ء)

وہابی پیشوا مولوی ثناء اللہ کا ایک فتویٰ اور سنیئے

میرا مذہب اور عمل یہ ہے کہ ہر ایک کلمہ گو کے پیچھے اقتداء جائز ہے وہ شیعہ ہو یا مرزائی (قادیانی) (ملاحظہ ہو اہلحدیث امرتسر ۲ اپریل ۱۹۱۵ء)

وہابی پیشوا کا آخری فتویٰ اور سن لیجئے۔

"اگر عورت مرزائن ہے تو اس سے نکاح جائز ہے۔" (ملاحظہ ہو اخبار اہلحدیث امرتسر نومبر ۱۹۳۴ء)

مسلمانو! وہابیوں کے پیشوا مولوی ثناء اللہ امرتسری کا قادیانیوں کے پیچھے نماز ادا ہونے، منکر ختم نبوت قادیانی عورت سے نکاح جائز ہونے کے ان نام نہاد فتوؤں کے بعد یہ حقیقت واضح

ہو گئی کہ وہابیوں کے پیشوا ثناء اللہ امرتسری قادیانیوں کے خیر خواہ اور ایجنٹ تھے مولوی عبید اللہ سندھی نے اپنے سیاسی مکتوبات میں مرزا غلام احمد قادیانی کے پہلے خلیفہ حکیم نوردین کو اسلام کی عظیم ہستی کہا ہے۔

۳۰ جون ۱۹۷۴ء کو قومی اسمبلی میں سنی عالم دین مولانا شاہ احمد نورانی نے قادیانی ذریت کے خلاف ایک قرارداد پیش کی جس میں اس وقت ۱۳۷ ارکان قومی اسمبلی نے دستخط کیے۔ اس وقت قومی اسمبلی میں دیوبند مکتبہ فکر کے علماء مولوی عبدالحکیم اور غلام غوث ہزاروی موجود تھے مگر انہوں نے اس قرارداد پر دستخط نہیں کیے۔ آخر کیوں؟ اس کا جواب ہر اہل نظر اپنے دل اور ضمیر کی عدالت سے لے۔

محترم مسلمانو ان تمام حقائق سے اس بات کا پتہ چلا کہ دور حاضر میں قادیانیت کے خلاف اہل دیوبند کا شور و غوغہ سوائے فریب کے اور کچھ نہیں اہل دیوبند کا مرزا قادیانی کے بارے میں مذکورہ بالا حقائق مولوی قاسم نانوتوی کے دیئے ہوئے فتوئی کی وجہ سے ہے جس نے نئے نبی کو جائز مانا۔

مدرسہ دیوبند کے بانی مولوی قاسم نانوتوی کی مذکورہ عبارات کا مطلب سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ حضور سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم کو "خاتم النبین" سمجھنا، ماننا سمجھ دار لوگوں کا خیال نہیں ہے بلکہ نادان و نا سمجھ لوگوں کا خیال ہے۔ چودہ سو سال سے اب تک تمام اہل اسلام کا اس بات پر مکمل اتفاق ہے کہ حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم سب سے آخری نبی ہیں۔ یہی معنی تمام ائمہ اسلام، صوفیائے عظام اور معتبر علمائے دین نے بتائے۔

علامہ ابن نجیم "الاشباہ والنظائر" میں تحریر کرتے ہیں۔

"کوئی شخص جب حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی نہ جانے تو وہ مسلمان نہیں۔" (ملاحظہ کیجئے "الاشباہ والنظائر" ص ۲۶)

مگر مدرسہ دیو بند کے بانی قاسم نانوتوی صاحب نے سارا زور اسی بات پر دیا ہے کہ حضور

کرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نیا نبی پیدا ہونے سے "خاتمیت محمدی" میں کچھ فرق نہ آئے گا۔

اس طرح بانی دیو بند "خاتم النبین" کا انکار کرکے کافرو مرتد ہوئے کیونکہ ان کے نزدیک

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی نہیں ہیں۔

پیارے مسلمان بھائیو! یہی "تحذیر الناس" وہ کتاب ہے جس نے گمراہی اور بے دینی پھیلا

کر سینکڑوں مسلمانوں کا ایمان برباد کرکے رکھ دیا اسلامی عقائد کو کچلا اور مسلمانوں میں پھوٹ

ڈال کر انگریز سازش کو کامیاب بنایا اور اس طرح اپنی سرپرست انگریز حکومت کے احسانات کا

بدلہ چکایا حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔

انما انا قاسم واللہ یعطی

ترجمہ۔ اللہ دیتا ہے اور میں بانٹتا ہوں۔

مذکورہ بالا ارشاد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے مگر جب بانی مدرسہ دیو بند قاسم نانوتوی کی

زندگی پر نظر ڈالتے ہیں تو ان کے بارے میں یہ واقعہ مشہور ہے کہ ایک مرتبہ سفر حج کے دوران

راستے میں جو بھی ضروریات اشیاء ملتی وہ لوگوں میں بانٹ دیتے اور اپنے پاس کچھ نہ رکھتے

عقیدت مندوں نے کہا کہ حضور آپ تو سب ہی بانٹ رہے ہیں کچھ تو اپنے پاس بھی رکھتے تو قاسم

نانوتوی نے کہا۔

انما انا قاسم واللہ یعطی۔

ترجمہ۔ اللہ دیتا ہے اور میں بانٹتا ہوں۔

(ملاحظہ ہو ارواح ثلثہ صفحہ ۲۹۷)

میں یہ مقدمہ تمام مسلمان بھائیوں کی ایمانی عدالت میں پیش کرتا ہوں کہ خدارا انصاف کا

دامن ہرگز نہ چھوڑیں اور بلا ٹوک ہو کر اس کا فیصلہ دیں اور یہ بتائیں کہ جو الفاظ اللہ تعالیٰ کے

محبوب پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لئے اپنی مقدس زبان سے نکالے وہی مقدس الفاظ بانی دیوبند قاسم نانوتوی نے اپنی ذات سے منسوب کئے اور اپنی ذات کو مذکورہ بالا حدیث کا مصداق ٹھہرایا کیا یہ دعوئی نبوت نہیں؟

جن مسلمانوں نے انگریز حکومت کے خلاف علم آزادی بلند کیا، ان کو دیوبندی "باغی" کہتے تھے چنانچہ ایک دیوبندی عالم اپنی کتاب میں اس حقیقت کا اعتراف ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

"بعض کے سروں پر موت کھیل رہی تھی انہوں نے (ایسٹ انڈیا کمپنی) کے امن و عافیت کے زمانہ کو قدر کی نگاہ سے نہ دیکھا اور اپنی رحم دل گورنمنٹ (برطانیہ) کے سامنے بغاوت (آزادی) کا علم قائم کیا۔" (تذکرۃ الرشید" جلد اول، ص ۷۳)

غور فرمایئے وہ انگریز جو اپنے جابرانہ تسلط کے لئے لاکھوں مسلمانوں کی گردنیں اڑا دیتے تھے، اس ظالم، ستم گر حکومت کو "رحم دل حکومت" کہنا اور جو مسلمان ان کے خلاف جہاد کر رہے تھے انہیں "باغی" قرار دینا، انگریز پرستی اور اسلام دشمنی نہیں تو اور کیا ہے؟

مکتب عشق کا دستور نرالا دیکھا
اس کو چھٹی نہ ملی جس نے سبق یاد کیا

"مئی ۱۸۵۷ء کو نماز جمعہ کے بعد، دیوبندی مولانا محمد احسن صاحب نانوتوی نے، بریلی کی مسجد نور محلہ میں مسلمانوں کے سامنے تقریر کی اور اس میں بتایا کہ "حکومت برطانیہ سے بغاوت کرنا خلاف قانون ہے۔" اس تقریر نے بریلی میں ایک آگ لگا دی تمام مسلمان مولانا محمد احسن نانوتوی کے خلاف ہو گئے۔ اگر شہر کوتوال شیخ بدرالدین کی فرمائش پر مولانا نانوتوی بریلی نہ چھوڑتے تو ان کی جان کو بھی خطرہ پیدا ہو گیا تھا۔" (ملاحظہ کیجئے کتاب "مولانا محمد احسن نانوتوی" ص ۵۰-۵۱)

سنا آپ نے کہ کس طرح انگریزوں کی حمایت میں بیان دیا گیا اور ان کی مخالفت کو خلاف

قانون قرار دیا گیا یقین جانیے 'اگر مولوی احسن نانوتوی صاحب مسلمانوں کے ہاتھ آجاتے تو قتل کردیئے جاتے' اور پھر علمائے دیوبند میں انہیں بھی "شہید" کا مرتبہ حاصل ہوجاتا اور سنیئے۔ شبیر احمد عثمانی دیوبندی اپنے مکالمات میں لکھتے ہیں۔

حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی' تھانہ بھون انڈیا اور مولوی حسین علی پنجاب میں' برطانوی محکمہ کے سول ایجنٹ تھے یہاں تک کہ تھانوی صاحب کو انگریز سرکار سے مال و دولت کے خاص ڈبل وظیفے مقرر کردیئے گئے تھے (ملاحظہ کیجئے "مکالمۃ الصدرین" ص ۹ مولوی شبیر احمد عثمانی دیوبندی)

کسی نے کیا خوب کہا ہے "گھر کا بھیدی لنکا ڈھائے؟ اس انکشاف کے بعد دیوبندی عالم مولوی شبیر احمد عثمانی صاحب کا ایک بیان اور سنیئے جو انہوں نے مشہور دیوبندی سیاسی جماعت "جمیعۃ علمائے ہند" کے وفد کے سامنے اس طرح دیا تھا۔

"دیکھیے حضرت مولانا اشرف علی تھانوی ہمارے اور آپ کے مسلم بزرگ و پیشوا ہیں ان کے متعلق بعض لوگوں کو یہ کہتے ہوئے سنا گیا کہ "ان کو چھ سو روپیہ ماہوار حکومت برطانیہ کی جانب سے دیئے جاتے تھے۔" (مکالمۃ الصدرین" صفحہ ۹)

محترم مسلمانو! دیوبندیوں کے حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی کو چھ سو روپیہ ماہانہ ملنا یقیناً" کسی سازش ہی کی وجہ سے تھا۔ انگریز حکومت چونکہ پہلے ہی سے مطمئن تھی کہ "دیوبندی' وہابی مولوی پیدائشی طور پر انگریزی راج کے وفادار اور جانثار اور دلی خیر خواہ ہیں۔ پس انہوں نے اس بات کا بھی فیصلہ کرلیا کہ دیوبندی حکیم الامت کو بھی برطانوی سازشوں میں شامل کرلیا جائے اس طرح ہم اپنے مذموم مقاصد میں جلد کامیاب ہو جائیں گے وہ اس لئے کہ تھانوی صاحب اپنے فتوؤں کے ذریعے بے دینی اور گمراہی کا سیلاب بہا سکتے ہیں اور پیری مریدی کی آڑ میں مسلمانوں کے درمیان فتنہ و فساد اور اختلافات کی آگ اس طرح بھڑکا سکتے ہیں کہ شہر تو شہر'

دیہات و قصبہ بھی جنگ و جدال کا اکھاڑا اور اختلاف کا گڑھ بن جائے گا۔ یہ سارے معاملات بڑی رازداری کے ساتھ طے کیے گئے تاکہ مسلمانوں کو کانوں کان خبر نہ ہو۔

اشرف علی تھانوی صاحب کو ملنے والی یہ ماہانہ رقم موجودہ دور کے لحاظ سے کتنی بنتی ہے؟ ذرا اس کا بھی جائزہ لیتے ہیں۔ ۱۹۴۵ء میں چاندی چھ آنے تولہ تھی جبکہ اس سے پہلے تین آنے تولہ تھی لہٰذا اشرف علی تھانوی صاحب کے زمانے میں ایک تولہ چاندی کی قیمت تین آنے یا ۱۸ پیسہ تھی جیسا کہ ہم جانتے ہیں۔

ایک روپیہ	=	100 پیسے
10 روپے	:	1000 پیسے
100 روپے	=	100000 پیسے
600 روپے	:	60000 پیسے

گویا اشرف علی تھانوی صاحب کو ملنے والی چھ سو روپے (600) روپے کی ماہانہ رقم ساٹھ ہزار 60000 پیسوں کے برابر تھی جبکہ ۱۸ پیسے میں چاندی کی مقدار۔ ایک تولہ۔

ایک پیسہ میں چاندی کی مقدار 18/1 تولہ

60000 پیسے میں چاندی کی مقدار = 18/1 x 60000

60000 پیسے میں چاندی کی مقدار = 33ء3333 تولہ

آج کل ایک تولہ چاندی کی قیمت = تقریباً 80 روپیہ

لہٰذا 33ء3333 تولے چاندی کی قیمت = 33ء3333 x 80 روپے = 266666

معلوم ہوا کہ اس زمانے میں اشرف علی تھانوی صاحب کو ملنے والی چھ سو روپیہ کی ماہانہ رقم آج کے دور کے حساب سے دو لاکھ چھیاسٹھ ہزار چھ سو چھیاسٹھ روپے ماہانہ ہوئی جو انگریز حکومت بطور وظیفہ مولوی اشرف علی تھانوی صاحب کو عطا کرتی تھی۔ اس طرح گویا اکتیس لاکھ

نناوے ہزار نو سو' چھیانوے روپے (3199996) سالانہ کا وظیفہ ملتا تھا۔

یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ کیا مولوی تھانوی انگریز عیسائی حکومت کے پیرو مرشد تھے؟ یا سرکاری انگریز پیشوا تھے؟ آخر انگریزوں کو تھانوی صاحب سے ایسی کون سی عقیدت تھی کہ جس کے پیش نظر ان کو اس قدر بڑی رقم کا انگریزی وظیفہ ملتا تھا؟ جو لوگ انگریزوں کی چال بازی اور مکاریوں کی سوجھ بوجھ رکھتے ہیں وہ اس حقیقت کو خوب سمجھ سکتے ہیں کہ تھانوی صاحب نہ تو برطانوی حکومت کے پیرو مرشد تھے اور نہ ہی انگریزوں کے سرکاری پیشوا تھے بلکہ وہ حکومت برطانیہ کے آلہ کار تھے اور مسلمانوں میں بد عقیدگی اور بدمذہبی پھیلا کر پھوٹ ڈالنے کا کام بڑی خوبی سے انجام دیتے تھے اس کی وجہ سے وہ انگریزوں کے انتہائی سفید پوش اور راج ولارے ایجنٹ تھے۔ ان کے آرام و آسائش کا بڑا خیال رکھا جاتا تھا۔ اس حقیقت کو وہ خود ان لفظوں میں بیان کرتے ہیں۔

"ایک شخص نے مجھ سے دریافت کیا "اگر حکومت تمہاری ہو جائے تو انگریزوں کے ساتھ کیا برتاؤ کرو گے؟ میں نے کہا "محکوم بنا کر رکھیں گے کیونکہ جب خدا نے حکومت دی تو "محکوم بنا کر ہی رکھیں گے مگر ساتھ ہی انگریزوں کو نہایت راحت و آرام سے رکھا جائے گا اس لئے کہ انہوں نے ہمیں آرام پہنچایا ہے۔" (ملاحظہ کیجئے "الافاضات الیومیہ" حصہ چہارم ص ۶۹۷)

انہی اشرف علی تھانوی صاحب کے پاس ان کے مرید نے خط بھیجا جو ماہنامہ رسالہ "الامداد" میں شائع کیا گیا۔ وہ خط کیا تھا اور اس کا جواب اشرف علی تھانوی نے کیا دیا حرف بہ حرف سنئیے۔

"ایک روز کا ذکر ہے میں ماہنامہ "حسن العزیز" دیکھ رہا تھا اور دوپہر کا وقت تھا۔ نیند نے غلبہ کیا اور سو جانے کا ارادہ کیا۔ رسالہ "حسن العزیز" کو ایک طرف رکھ دیا اور سو گیا۔ کچھ عرصہ بعد خواب دیکھتا ہوں کہ کلمہ شریف لاالہ الااللہ پڑھتا ہوں لیکن محمد رسول اللہ کی جگہ حضور

(اشرف علی تھانوی) کا نام لیتا ہوں۔ اتنے میں دل کے اندر خیال پیدا ہوا کہ "تجھ سے غلطی ہوئی کلمہ شریف کے پڑھنے میں اس کو صحیح پڑھنا چاہئے" لیکن زبان سے بے ساختہ بجائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کے اشرف علی نکل جاتا ہے (یعنی لا الہ الا اللہ اشرف علی تھانوی رسول اللہ پڑھتا تھا)

حالانکہ مجھ کو اس بات کا علم ہے کہ اس طرح درست نہیں۔ لیکن بے اختیار زبان سے یہی کلمہ (یعنی اشرف علی رسول اللہ) نکلتا ہے۔ دو تین بار جب یہی صورت ہوئی تو میری یہ حالت ہوگئی کہ میں خواب سے بیدار ہوگیا۔ لیکن بدن میں بدستور بے حسی تھی۔

حالت خواب اور بیداری میں حضور (اشرف علی تھانوی) کا ہی خیال تھا لیکن حالت بیداری میں کلمہ شریف کی غلطی پر جب خیال آیا تو اس بات کا ارادہ ہوا کہ "اس خیال کو دل سے دور کیا جاوے اس واسطے کہ پھر کوئی ایسی غلطی نہ ہو جاوے" بایں خیال بندہ بیٹھ گیا پھر دوسری کروٹ لیٹ کر کلمہ شریف کی غلطی کے تدارک میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھتا ہوں لیکن پھر بھی یہ کہتا ہوں **الھم صلی علی سیدنا و نبینا و مولانا اشرف علی** حالانکہ اب بیدار ہوں.... خواب نہیں..... لیکن بے اختیار ہوں' مجبور ہوں' زبان اپنے قابو میں نہیں۔ اس روز ایسا ہی کچھ خیال رہا تو دوسرے روز بیداری میں رقت رہی' خوب رویا اور بہت سی وجوہات ہیں جو حضور (اشرف علی تھانوی) کے ساتھ باعث محبت ہیں' کہاں تک عرض کروں" (ملاحظہ کیجئے ماہنامہ "الامداد ص ۳۵-۳۴' شمارہ نمبر ۸ جلد ۳ بابت ماہ صفر ۱۳۳۶ھ بمطابق ۱۹۱۷ء مطبوعہ مطبع امداد المطابع تھانہ بھون' انڈیا)

پیارے بھائیو! اشرف علی تھانوی کے مرید کا خط آپ نے پڑھا اس خط کو پڑھنے کے بعد آپ بھائیوں کا یقیناً یہی گمان ہوگا کہ اشرف علی تھانوی صاحب نے اپنے مرید کے اس خواب کو شیطانی خواب قرار دیا ہوگا اور بیداری والے کفریہ جملوں سے توبہ کرا کے تجدید ایمان کی تلقین

ہو گی اور رہا زبان کے بے قابو ہو جانے کا جھوٹا بہانہ' تو اسے شیطانی فریب ٹھہرایا ہو گا مگر آپ یہ جان کر حیرت ہو گی کہ اشرف علی تھانوی صاحب نے اشرف علی رسول اللہ اور "اشرف علی نبینا" کی مالا جپنے والے مرید کی پیٹھ ٹھونکی..... اس کی حوصلہ افزائی کی.... اسے اطمینان دلایا کہ خواب و بیداری میں جو تمہیں واقعات پیش آئے وہ صرف اس لئے تھے کہ تم مطمئن ہو جاؤ کہ تمہارا گرو' اشرف علی تھانوی پیروی سنت ہے۔"

دل کی تشنگی دور کرنے کے لئے تھانوی صاحب کا اصل جواب بھی ملاحظہ کیجئے۔

جواب۔ اس واقعہ میں تسلی تھی کہ جس (پیر) کی طرف رجوع کرتے ہو وہ بعونہ تعالیٰ متبع سنت ہے (ملاحظہ ہو ماہنامہ "الامداد" ص ۳۵ شمارہ نمبر ۸ جلد سوئم)

الجھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں
خود آپ اپنے دام میں صیاد آگیا

پیارے مسلمانو! دیو بندیوں' وہابیوں کے حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی صاحب نے اپنے مرید کا خط اور اپنا جواب رسالہ "الامداد" میں شائع کر کے اپنے عقیدت مندوں اور مریدوں کو یہ تاثر دیا ہے کہ جس عقیدت مند مرید کی زبان سے بلا دریغ "اشرف علی رسول اللہ" یا اشرف علی نبینا" ادا ہو جایا کرے وہ اطمینان رکھے کہ وہ اپنے پیر کی محبت میں پکا ہے اور اس کا پیر تھانوی واقعی متبع سنت ہے اور جس کی زبان قابو میں رہے اور "اشرف علی رسول اللہ" کا کلمہ پڑھنے پر تیار نہ ہو اس کے لئے کوئی تسلی نہیں وہ سمجھ لے کہ وہ تھانوی کا کچا مرید ہے۔

اگر یہ تاثر دینا مقصود نہ ہوتا تو تھانوی صاحب اپنے مرید کے خط اور اپنے جواب کو کتاب میں یوں شائع نہ کراتے۔ انگریز حکومت کی ٹھنڈی چھاؤں میں رہنے کا فائدہ تھانوی صاحب نے خوب اٹھایا کہ جس گمراہی کو چاہا اسے بے خوف و نڈر ہو کر پھیلایا۔

نچا مارا ہے یکسر' کیا عرب اور کیا عجم' سب کو
خدا غارت کرے اس اختلاف دین و مذہب کو

پیارے مسلمانو! یہی وہ اشرف علی تھانوی صاحب ہیں جنہوں نے تقریباً" ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام کے پیشوا، امام الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کو (نعوذ باللہ) بچوں، پاگلوں، جانوروں اور چوپایوں کے علم کی طرح قرار دے کر شان رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں کھلی گالی دی (ملاحظہ کیجئے "حفیظ الایمان" ص ۹ مصنف مولوی اشرف علی تھانوی)

مسلمانو! تمہیں اپنے دین و ایمان کا واسطہ ذرا بتایئے! کیا ایمان اسی کا نام ہے کہ دربار رسالت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں ایسی کھلی گستاخی کی جائے اور اسے توہین نہ سمجھا جائے بلکہ عین ایمان جانا جائے۔ اگر کوئی اس گستاخی کو توہین نہیں سمجھتا تو اسے چاہئے کہ بھرے مجمع میں کسی دیو بندی مولوی سے یہ کہہ کر تجربہ کرلے۔

۱۔ مولوی صاحب مولوی اشرف علی تھانوی کو تو اتنا ہی علم تھا جتنا بچوں اور پاگلوں کو ہے۔

۲۔ مولوی رشید احمد گنگوہی کا علم تو ایسا تھا جسے زید و بکر ہرا یرے غیرے کا ہے۔

۳۔ مولوی قاسم نانوتوی کو تو صرف اتنا ہی علم تھا جتنا ہر چوپائے کتے، گدھے، گھوڑے اور خنزیر کو ہے۔

آپ مذکورہ بالا جملے علمائے دیوبند کے سامنے پیش کریں آپ کو خود معلوم ہو جائے گا کہ وہ ان سوالات کو اپنے علماء کی گستاخی سمجھتے ہیں یا نہیں۔ یقین جانئے وہ بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں گستاخی برداشت کرلیں گے مگر اپنے علماء کی توہین ہرگز برداشت نہیں کرسکتے۔

بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں یہی وہ گھناؤنی گالی ہے جس پر آج تک عالم اسلام اور ملت اسلامیہ سوگوار ہے مگر انگریزوں کے پروردہ مولوی تھانوی صاحب اپنی زندگی کے آخری لمحے تک اسی گستاخی پر ڈٹے رہے اور اس طرح انگریز ماہانہ دو لاکھ، چھیاسٹھ ہزار چھ سو چھیاسٹھ (266666) روپے اور سالانہ اکتیس لاکھ ننانوے ہزار نو سو چھیانوے (3199996)

روپے مولوی اشرف علی تھانوی صاحب پر خرچ کر کے بڑے فائدے میں رہے اور اس سودے میں انہیں (انگریزوں کو) گھاٹا نہ ہوا۔

محترم مسلمانو! ہندوستان میں خواجہ خواجگان حضرت معین الدین اجمیری، چشتی وہ بزرگ ہستی ہیں کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کی خداداد عظمت اور روحانیت کا فیض عام تقریباً "نو سو برس کی تاریخ کا منہ بولتا ثبوت ہے لیکن جذبہ دل کی ستم ظریفی دیکھئے کہ دیوبندی جماعت کے حکیم الامت یعنی مولوی اشرف علی صاحب تھانوی نے حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمتہ اللہ علیہ کے سنگ در کا رشتہ، بت خانے کی دہلیز سے ملا دیا وہ لکھتے ہیں۔

واقعہ۔ خواجہ صاحب (رحمتہ اللہ علیہ) کے ساتھ لوگوں کو، بالخصوص ریاست کے امراء کو بہت عقیدت ہے۔" اس پر خواجہ عزیز الحسن نے عرض کیا کہ "جب فائدہ ہوگا تبھی عقیدت ہوگی۔" تھانوی صاحب نے فرمایا "اس طرح تو بت پرستوں کو بت پرستی میں بھی فائدہ ہوتا ہے یہ کوئی دلیل تھوڑا ہی ہے دلیل ہے شریعت۔" (ملاحظہ کیجئے "کمالات اشرفیہ" ص ۲۵۲)

بت پرستوں کو بتوں سے کتنا فائدہ ہوتا ہے؟ اس کے فوائد کی تفصیل تو اشرف علی تھانوی صاحب ہی بتا سکتے ہیں کیونکہ وہی اس نقطہ سے روشناس ہوئے ہیں مگر قابل غور بات یہ ہے کہ ایک طرف تو عالم اسلام کی عقیدت و محبت ہے تو دوسری طرف اشرف علی تھانوی صاحب کا بغض و حسد کہ جن کی نگاہ میں آستانہ غریب نواز "پتھر کے صنم" سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا۔

میرے پیارے مسلمان بھائیو! ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے چند ہی سال کے بعد انگریز دور اقتدار میں مسلمانوں کے دلوں سے عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور جذبہ جہاد کو ختم کردینے کی غرض سے ۱۸۶۶ء میں دیوبند میں ایک مدرسہ کی بنیاد رکھی گئی برٹش حکومت کی مدد سے بننے والا یہ مدرسہ دیکھتے ہی دیکھتے اس قدر ترقی کر گیا کہ اس کے اثرات پورے ملک پر اثر انداز ہونے لگے۔

یہ میرا الزام نہیں بلکہ تاریخ گواہ ہے کہ مدرسہ دیو بند کا قیام اور اس کی بلند و بالا عمارتیں سب کچھ انگریز سرکار کی مدد سے بنیں۔ بارہا ایسا ہوا کہ دیو بندیوں کے بڑوں نے اپنے مدرسہ میں اسلام دشمن انگریزوں کو دعوتیں دیں۔ ان کی شان میں "قصیدے" پڑھے تعریفیں کیں، مدرسہ دیو بند کے لئے "امدادیں" وصول کی گئیں یہی نہیں بلکہ انگریزوں کی نظر عنایت سے دیو بندی مولویوں میں سے کسی کو "شمس العلماء" کا خطاب دیا گیا تو کسی کو "سر" کا خطاب ملا کوئی شیخ الہند کے نام سے مشہور ہوا تو کوئی شیخ الاسلام کے نام سے مدرسہ کے "دارالحدیث" میں اسلام دشمن انگریز گورنر جیمس کو جوتوں سمیت بٹھایا گیا پھر اس نے اپنے خیالات کا اظہار ان الفاظ میں کیا۔

"میں اس کی تہہ دل سے قدر کرتا ہوں کہ آپ ثابت قدمی سے محض مذہبی درس و تدریس میں مشغول رہتے ہیں اور انتظامی مباحثات اور ان امور سے محترز (الگ تھلگ) رہتے ہیں جن سے اس ملک کے حکام (انگریز، عیسائی) کو دشواری پیش آئے۔"

گورنر جیمس مزید کہتا ہے۔

"میں آپ سے ملا اور مجھے یہ یقین دلانے کا موقع ملا کہ (انگریز) گورنمنٹ آپ کی اور اس مدرسہ کی نہایت وقعت اور منزلت کرتی ہے۔ آپ خوب یقین کیجئے کہ جس وقت آپ خواہش کریں گے تو میں "مدد" دینے کی کوشش کروں گا۔" (ملاحظہ کیجئے ہفتہ روزہ المشیر" مرآد آباد ۸ مارچ ۱۹۱۵ء ص ۷ کالم ۱)

محترم مسلمانو! گورنر جیمس کے اعلان کے ایک ہی ہفتے بعد یہ خبر بھی شائع ہوئی کہ

"انگریز سرکار نے ایک لاکھ چار ہزار روپیہ نواب عبدالصمد صاحب کی وساطت سے دیو بندی علماء کو پہنچا دیا۔ (ملاحظہ کیجئے "اخبار المشیر" مراد آباد ۲۵ مارچ ۱۹۱۵ء کالم ۲ صفحہ ۹)

مسلمانو! گزشتہ صدی میں رونما ہونے والے اس عظیم فتنہ کی حقیقت کا ایک اور منظر ملاحظہ کیجئے.... ۳۱ جنوری بروز یک شنبہ (اتوار کے دن) لیفٹیننٹ گورنر کے ایک خفیہ معتمد انگریز

مسی پامر نے اس "مدرسہ دیو بند" کو دیکھا تو اس نے نہایت اچھے خیالات کا اظہار کیا اس کے معائنے کی رپورٹ کی چند سطور ملاحظہ فرمائیے۔

"جو کام بڑے بڑے کالجوں میں ہزار روپے کے صرف سے ہوتا ہے وہ یہاں (مدرسہ دیو بند میں) کوڑیوں میں ہو رہا ہے جو کام پرنسپل ہزاروں روپیہ ماہانہ تنخواہ لے کر کر(رہا) ہے یہاں ایک مولوی چالیس روپیہ ماہانہ پر کر رہا ہے۔ یہ مدرسہ خلاف سرکار نہیں بلکہ موافق سرکار اور معاون سرکار ہے۔" (ملاحظہ کیجئے کتاب "مولانا محمد احسن نانوتوی" ص ۲۱۷)

مولانا پروفیسر محمد انوار الحسن دیو بندی ایک اور انکشاف فرماتے ہیں۔

تمام اندرونی اور بیرونی صدمات اور حوادث کے بعد جو نہایت ہی اعلیٰ درجہ کی کامیابی وشہرت مدرسہ کو حاصل ہوئی وہ سرجان ڈگس لاٹوش لیفٹننٹ گورنر ممالک متحدہ آگرہ اودھ کا بغرض خاص معائنہ مدرسہ دیو بند آنا تھا۔ ۶ جنوری یوم جمعہ کو ٹھیک دس بجے دن بذریعہ ریل اجلال کیا۔

(ملاحظہ کیجئے روئیداد مدرسہ دیو بند ۱۳۲۲ھ صفحہ ۷ و ماہنامہ فیض الاسلام راولپنڈی ستمبر ۱۹۶۰ء)

مدرسہ دیو بند کے بانی مولوی قاسم نانوتوی کے انتقال کے بعد ان کے فرزند مولوی حافظ محمد احمد مدرسہ دیو بند کے پرنسپل اور مہتمم بنے۔ انہیں حکومت برطانیہ نے شمس العلماء کا خطاب عطا کیا۔ یہ خطاب انہیں کیوں ملا؟ دیو بندی وہابی ماہنامہ "الولی" سے سنیئے۔

مولانا محمد احمد کو دار العلوم اور اس کے حلقہ اثر میں برٹش مفادات کے تحفظ کے لئے خدمات کے اعتراف میں انہیں اس خطاب اور سند سے نوازا گیا۔ (ملاحظہ ہو ماہنامہ "الولی ص ۳۱ بابت ماہ نومبر۔ دسمبر ۱۹۹۱ء)

ماہنامہ "الولی" کا ایک بیان اور سنیئے۔

دیوبند کے حالات اور شیخ الہند کی مصروفیات، مشاغل اور کارگزاریوں کے بارے میں جو ماہانہ رپورٹیں دی گئیں اور نہایت مستعدی کے ساتھ انگریز کی وفاداری کا ایک ایک عمل بجالایا گیا ان خدمات کے صلے میں شمس العلماء کا خطاب پایا۔ نقد انعام، جاگیر اور ماہانہ وظیفہ پایا۔

(ملاحظہ ہو ماہنامہ الولی)

مولوی قاسم نانوتوی کے صاحبزادے کا سر جیمس مسٹن (گورنر یوپی) کی خدمت میں شمس العلماء کا خطاب ملنے پر شکریہ نامہ ملاحظہ کیجئے۔

یور آنر کی خدمت میں ان کے توسط سے ہندوستان کے حکمران ہزایکسلنسی وائسرائے کی خدمت میں مولانا حافظ محمد احمد صاحب مہتمم دارالعلوم (دیوبند) کو شمس العلماء کا خطاب اور خصوصی سند مرحمت فرمانے پر جو کہ علماء کی عزت افزائی اور شاہی عطایہ کی روایت کا نمونہ ہے اپنے پرخلوص قلبی جذبات تشکر کا اظہار کرتے ہیں۔ (ملاحظہ ہو ماہنامہ "الولی" ص ۳۱۔ ۳۰ نومبر۔ دسمبر ۱۹۹۱ء)

ماہنامہ مزید لکھتا ہے۔

ہم اختتام پر...... ایک بار پھر گرم جوشی کے ساتھ یور آنر کا شکریہ ادا کرتے ہیں جو صوبے کے اولوالعزم حکمران اور دارالعلوم کے ہمدرد بہی خواہ ہیں...... ہم یور آنر کی ترقی اور خوشحالی کے لئے دعاگو ہیں۔ (ملاحظہ ہو ماہنامہ "الولی" ص ۳۴ نومبر۔ دسمبر ۱۹۹۱ء)

ماہنامہ الولی کی ایک رپورٹ اور سنیئے۔

"ریشمی خطوط سفارش کیس کا تعارفی حصہ جس میں حکومت برطانیہ کی سی آئی ڈی، حضرت مولانا حافظ محمد احمد صاحب مہتمم دارالعلوم کا تعارفی نوٹ یوں لکھتی ہے۔"

محمد احمد حافظ شمس العلماء پسر محمد قاسم (نانوتوی) بانی مدرسہ دیوبند، کا مہتمم یا پرنسپل ہے اور وفادار ہے۔

(ملاحظہ کیجئے کون کیا ہے ص ۵۳ بحوالہ ماہنامہ الولی جنوری فروری ۱۹۹۲ء ص ۳۹-۳۸)

مدرسہ دیوبند کے بانی مولوی قاسم نانوتوی کے فرزند کا دوسرے مقام پر اس طرح تعارف کرایا۔

مدرسہ کے پرنسپل شمس العلماء مولوی حافظ محمد احمد جو اس ادارے کے مرحوم بانی کے فرزند ہیں وہ وفادار اور شریف آدمی ہیں۔

حکومت برطانیہ کی نوازشوں کا ایک منہ بولتا ثبوت اور ملاحظہ کیجئے۔ دیوبند مکتبہ فکر کے مولوی مناظر احسن فرماتے ہیں۔

اللہ' اللہ وہ کتنی کڑی اور سخت گھڑی تھی۔ جب حکومت قائمہ (برطانیہ) کی طرف سے حضرت مفتی محمد احمد صاحب کے نام پر فرمان' مدرسہ میں آیا کہ نہری علاقہ میں زمین کا ایک بڑا سر سبز و شاداب رقبہ آپ کی خدمت میں حکومت پیش کرتی ہے۔ شاید سیکڑوں ہی ایکٹر یا ایکڑے پر حکومت کا یہ رقبہ مشتمل تھا۔

(ماہنامہ دار العلوم شوال' ۱۳۷۲ھ بحوالہ ماہنامہ الولی جنوری۔ فروری ۱۹۹۲ء ص ۳۹)

ماہنامہ الولی لکھتا ہے۔

مولانا مطلوب الرحمان عثمانی کے دوسرے بھائی حبیب الرحمان عثمانی (نائب مہتمم دار العلوم دیوبند) مفتی عزیز الرحمان عثمانی (مفتی و مدرس دار العلوم) اور شبیر احمد عثمانی (مدرس دار العلوم) تھے۔ تینوں بھائیوں کا تعلق شمس العلماء پارٹی سے تھا۔ (ملاحظہ ہو ماہنامہ الولی ص ۲۱ بابت ماہ جنوری۔ فروی ۱۹۹۲ء)

دار العلوم دیوبند کے اسلامی مرکز میں ہونے والے ایک یادگار جلسے کی روداد بھی سنیئے۔

"ہز آنر (گورنر یوپی سر جیمس مسٹن) نے یکم جنوری ۱۹۱۵ء کو دار العلوم کا دورہ کیا..... ہز آنر کا شاندار استقبال کیا گیا۔

دارالعلوم کے تمام افراد کی موجودگی رسمی (خیر مقدمی اور شکریئے کی) تقاریر کا تبادلہ ہوا۔ اور اس کے بعد دارالعلوم کے کتب خانے میں خوشگوار ماحول میں دل کھول کر آزادانہ تبادلہ خیال ہوا۔ اس طرح باہم دوستی اور تعلقات قائم ہوئے۔

(ملاحظہ ہو ماہنامہ الولی ص ۲۰ بابت ماہ نومبر۔ دسمبر ۱۹۹۱ء)

ماہنامہ اس تاریخی جلسے کی روداد بیان کرتے ہوئے آگے لکھتا ہے۔

دارالعلوم میں حضرت مولانا قاسم نانوتوی کے صاحبزادے شمس العلماء مولانا محمد احمد اور دیو بند کے نامور عثمانی خاندان کے بطل جلیل حبیب عثمانی اپنے برادران گرامی قدر مولانا مفتی عزیز الرحمان عثمانی اور علامہ شبیر احمد عثمانی کے ساتھ دارالعلوم کے کتب خانے کی خلوت گاہ میں مصروف راز و نیاز تھے اور سر جیمس مسٹن کے ذریعے دنیا کے سب سے بڑے استعمار اور قوم و وطن دشمن حکومت سے روابط استوار اور مستحکم کر رہے تھے۔ (ملاحظہ ہو ماہنامہ الولی ص ۲۱ بابت ماہ نومبر۔ دسمبر ۱۹۹۱ء)

مدرسہ دیو بند کا پہلا شاگرد محمود جسے علمائے دیو بند شیخ الہند کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ ان کے بارے میں حیدر آباد سے شائع ہونے والا دیو بندی وہابی مکتبہ فکر کا ماہنامہ "الولی" اس طرح انکشاف کرتا ہے۔

حضرت شیخ الہند نے جدید تعلیم یافتہ طبقے کی طرف ہاتھ بڑھایا اور اپنے ساتھ ملانے اور دونوں کے مابین خلیج کو پاٹنے کی کوشش کی۔ مسلم یونیورسٹی (علی گڑھ) کے صاحبزادہ آفتاب احمد خان کو دارالعلوم آنے کی دعوت دی۔ آپ کی مساعی سے ایک معاہدہ طے پایا کہ دارالعلوم کے طلبہ علی گڑھ جائیں گے اور مختصر مدت میں انگریزی کے ایک مخصوص نصاب کی تکمیل کریں گے اور علی گڑھ کے فارغ التحصیل دیو بند آئیں گے اور مختصر مدت میں عربی زبان اور اسلامیات و قرآن کے ایک خاص نصاب کی تکمیل کریں گے۔

(ملاحظہ ہو ماہنامہ الولی ص ۲۶ نومبر دسمبر ۱۹۹۱)

ماہنامہ آگے چل کر مزید انکشاف کرتا ہے۔

انیس احمد کے فرائض منصبی میں شامل تھا کہ وہ دیوبند اور اس کے بزرگوں کے حالات اپنی گورنمنٹ کو مطلع کرے۔ اس کے لیے یہ کوئی جرم نہیں تھا۔ حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی کے بھائی مولوی مظہر علی بھی سی آئی ڈی کے محکمے میں ملازم تھے۔ اگر یہ ملازمت حرام ہوتی تو حضرت تھانوی انہیں ملازمت کرنے کیوں دیتے بلکہ وہ اس کے حرام ہونے کا فتوی دیتے ...... مولوی مظہر علی نے بھی دیوبند اور سہارن پور کے اسی ماحول میں اور اسی زمانے میں اپنے فرائض منصبی ادا کیے تھے۔ انہوں نے اپنے بھائی حضرت تھانوی کے ذریعے دارالعلوم اور حضرت شیخ الہند کے بارے میں بہت سی خفیہ معلومات سے پورا پورا فائدہ اٹھایا تھا۔ (ماہنامہ الولی ص ۲۷-۲۶ بابت ماہ نومبر۔ دسمبر ۱۹۹۱ء)

مدرسہ دیوبند میں گورنر جیمس کے دورے، لیفٹیننٹ گورنر سر جان ڈگس لاٹوش کے معائنے، خفیہ معتمد مسمی پامر کے جائزے، نواب عبدالصمد کے ذریعے ایک لاکھ چار ہزار روپے مدرسہ دیوبند میں پہنچانے اور دیگر حقائق سے یہ بات واضح ثبوت تک پہنچ جاتی ہے کہ مدرسہ دیوبند کی ترقی کا راز انگریز گورنروں اور ان کے خصوصی نمائندوں کی بھرپور مالی امداد کا نتیجہ تھا اور یہ مدرسہ انگریزوں کے خلاف نہیں تھا بلکہ ان کا ممد و معاون اور حق میں تھا اس سے علمائے دیوبند کے اس جھوٹ کا بھانڈا پھوٹ جاتا ہے جس میں یہ پروپیگنڈہ کیا جاتا ہے کہ مدرسہ دیوبند برٹش حکومت کے خلاف سیاسی سرگرمیوں کا بہت بڑا گڑھ تھا۔

ذرا سوچیے جس مدرسہ کو چلانے والے عیسائی انگریز ہوں اس مدرسہ کو باغیانہ سرگرمیوں کا اڈہ کہنا تاریخ کو مسخ کردینے اور آنکھوں میں دھول جھونک دینے کے مترادف ہے یا نہیں؟

اے باشعور مسلمانو! اوپر دی گئی عبارات کا ذرا جائزہ لیں سورج سے بھی زیادہ چمکتے ہوئے

ان حقائق سے واضح ہوتا ہے کہ برٹش حکومت "مدرسہ دیوبند" کی تعمیر و ترقی میں کس قدر مہربان تھی گویا مدرسہ دیوبند کی ترقی کے لئے سرکاری خزانے کے منہ کھول دیئے گئے تھے۔ اشرف علی تھانوی صاحب کو ملنے والا چھ سو روپیہ ماہانہ وظیفہ آج کے دور میں دو لاکھ چھیاسٹھ ہزار چھ سو چھیاسٹھ (2'66'6'66) روپے کے برابر ہوتا ہے ذرا سوچیئے "مدرسہ دیوبند" کی تعمیر کے لئے ملنے والی ایک لاکھ چار ہزار روپیہ کی رقم آج کے دور میں کتنی بڑی اور خطیر رقم ہوگی؟ ۱۹۱۵ء میں ملنے والی اس عیسائی امداد کا تخمینہ اگر تین آنہ تولہ چاندی کے حساب سے شمار کیا جائے تو کل رقم چار کروڑ باسٹھ لاکھ بائیس ہزار دو سو اکیس (4'62'22'2'21) روپے بنتی ہے جو ہر اہل نظر کی آنکھیں کھول دینے کے لئے کافی ہے۔

انگریزی دور میں پرورش پانے والے اس مدرسہ دیوبند نے برصغیر میں نئی تاریخ' نئے خیالات' نئے عقائد اور نئے تجربات کو جنم دیا۔ دیوبند میں قائم ہونے والے اس مدرسے کی تبلیغ کا یہ اثر ہوا کہ وہ تمام پرانے اسلامی عقائد و نظریات جو ہندوستان کے سنی مسلمانوں کو بزرگان دین سے ورثے میں ملے تھے شرک و کفر قرار دیئے جانے لگے۔

علم سے ناآشنا سنی مسلمان' عدم واقفیت کے سبب عقائد کے معاملے میں' انتشار و افتراق کا شکار ہونے لگے۔ نئے عقائد و نظریات کو پھیلانے' مسلمانان برصغیر پاک و ہند کے اسلامی عقائد کو مسخ کرنے اور امت رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کو ٹکڑیوں میں بانٹنے کے لئے اس کے سوا کوئی چارہ نہ تھا کہ علمائے دیوبند' سنی مسلمانوں کے ساتھ مکر و فریب سے کام لیں۔ مصلحت کے تحت "میلاد و قیام" بھی کرلیں نیاز و فاتحہ کا کھانا بھی کھالیں اگر ضرورت پیش آجائے تو اپنے علماء کو برا بھلا بھی کہہ لیں۔ جیسے بھی ممکن ہو' مکر و فریب سے کام لیتے رہیں کبھی نہ کبھی تو لوگ وہابیت اختیار کر ہی لیں گے۔

یہ حقیقت ہے کہ دہلی میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی' شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی' شاہ ولی

اللہ محدث دہلوی کے مدرسے بھی تھے جو اپنے اپنے انداز میں مخیر مسلمانوں کے تعاون سے محدود

پیمانے پر دینی خدمات سرانجام دے رہے تھے اور اس دوران مغل بادشاہ بھی مسلمان علماء کی

امداد کرتے رہے۔ مگر ہندوستان کی تاریخ آج بھی بطور گواہ موجود ہے کہ دہلی میں کسی بہت بڑے

دارالعلوم کا نام ونشان کسی تاریخ میں ملتا ہے نہ آثار قدیمہ میں۔ جو چھوٹے چھوٹے مدرسے تھے

انگریزوں نے اسے بھی اپنے لئے خطرہ تصور کیا اور ہندوستان بھر کے دینی مدرسوں کو صفحہ ہستی

سے مٹانے کی کوشش کی۔ مگر یہ کیا عجب تماشہ ہے کہ ایک طرف تو ہندوستان بھر کے مدرسے ختم

کئے جارہے ہیں اور دوسری طرف دیوبند میں دنیا کا سب سے بڑا مدرسہ تیار کرایا جارہا ہے اس کی

وجہ صرف یہی تھی کہ اس مدرسہ کے ذریعہ مصنوعی مجاہدین اور جعلی علماء کی کھیپ تیار کی جائے

جو دہلی کے محدثین کی جگہ لیں۔ چنانچہ انہوں نے ایسی جگہ مدرسہ بنانے کا منصوبہ بنایا جو دیوی

دیوتاؤں کا گڑھ تھا۔ جو مشرکین کی مشہور تیرتھ گاہ تھی تاریخی کتابوں میں جس کا نام دیوی کنڈ تھا

اس سے پہلے اس بستی کا نام "دیبی بن" یعنی دیوؤں کا جنگل تھا۔ (ملاحظہ ہو کتاب اتر پردیش جلد

اول)

تاریخ دیوبند میں لکھا ہے کہ

ہندوؤں کی ایک زبردست تیرتھ ہونے کی وجہ سے دیوکنڈ دیوی بند کے نام سے مشہور ہے

اور اس پر آج بھی ہندوؤں کا سالانہ میلا لگتا ہے۔ یہ بستی مرکزیت کی حامل ہے اور اس بستی کا

قدیم نام دیبی بن تھا جو کثرت استعمال سے دیوبند کے نام سے مشہور ہوا۔ (ملاحظہ ہو دار العلوم

دیوبند حصہ اول صفحہ ۱۰)

معلوم ہوا ہے کہ دیوبند کا پہلا نام دیوی بند یعنی دیوؤں کا جنگل تھا جو بعد میں دیوبند کے نام

سے مشہور ہوا۔

دیوبند میں مدرسہ بنانے کا مقصد یہ ہی تھا کہ مدرسہ اور مندر ساتھ ساتھ ہی رہیں یہی وجہ

ہے کہ جب انگریزوں کے کہنے پر دیوی بن جیسی خفیہ جگہ مدرسہ قائم ہوا تو ہندوؤں نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور دل کھول کر چندا دیا۔ سوانح قاسمی نامی کتاب میں اب بھی یہ ثبوت موجود ہے کہ

۔

چندہ دینے والوں کی فہرست میں اسلامی ناموں کے ساتھ پہلو بہ پہلو منشی تلسی رام رام سہائے، منشی ہردواری لال، لالہ بیجناتھ، پنڈت سری رام، منشی موتی لال رام ارل سیوا رام جیسے نام بھی مسلسل ملتے چلے جاتے ہیں۔ (ملاحظہ کیجئے سوانح قاسمی جلد دوئم صفحہ ۳۱۷)۔

اس مدرسہ کے قیام کا جس دن فیصلہ ہوا وہ جمعرات کا دن تھا محرم کی ۱۵ تاریخ سن ہجری ۱۲۸۳ء مطابق ۳ مئی ۱۸۶۶ء۔

ٹھیک ۱۴ سال بعد مدرسہ دیوبند کا تعمیری منصوبہ مکمل ہوا اور ۱۸۸۰ء میں باقاعدہ اس مدرسہ کا تعلیمی آغاز ہوا۔ مدرسہ کی افتتاحی تقریب کی وضاحت کرتے ہوئے دیوبند رسالہ ماہنامہ اقراء وضاحت کرتا ہے۔

افتتاح کے وقت جو لوگ موجود تھے ان کی نگاہیں دیکھ رہی تھیں..... کہ بلند پایہ عالم مولانا محمود بحیثیت استاد رونق افروز ہیں۔ ان کے سامنے دیوبند کا ایک طالب علم نہایت ادب واحترم کے ساتھ کتاب کھول کر بیٹھا ہے۔ حسن کرشمہ الٰہی کہ اس کا بھی نام محمود ہے جو بعد میں شیخ الہند مولانا محمود الحسن کے نام سے مشہور ہوا .... بعض لوگوں نے یہ نیک فال نکالا کے یہ مدرسہ محمود ہوگا۔ بعد کے واقعات نے اندازے کو صحیح ثابت کیا کہ ایک استاد ایک طالب علم سے جس مدرسہ کا آغاز ہوا تھا وہ آج از ہر ہند دار العلوم دیوبند کے نام سے پوری دنیا میں مشہور ہے۔ الحمد اللہ ایک استاد اور ایک شاگرد کی اکائی ہزاروں میں نہیں بلکہ لاکھوں میں پہنچ گئی۔ علم نبوت کی اس جھیل سے ہزاروں شیریں چشمے دنیا کے چپہ چپہ کو سیراب کر رہے ہیں۔ (ملاحظہ ہو ماہنامہ اقراء صفحہ ۷۸)۔

معلوم ہوا کہ مدرسہ دیوبند کا آغاز ایک استاد اور ایک طالب علم سے ہوا تھا اور اس وقت پوری دنیا میں دیوبندیوں کا وجود تک نہیں تھا۔ مگر اس مدرسہ کی تکمیل کے بعد مکتبہ دیوبند کو وہ عروج ملا اور مدرسہ نے وہ عالی شان ترقی کی کہ ایک طالب علم کی اکائی ہزاروں میں نہیں بلکہ لاکھوں میں ہوگئی اور اس مدرسے کی شاخیں دنیا بھر میں کھول دی گئیں اور پوری دنیا کو مدرسہ دیو بند کی جھیل سے سیراب کردیا گیا مدرسہ دیوبند سے متعلق چند اہم انکشافات سن لینے کے بعد اب ذرا دیوبند مکتبہ فکر کی تبلیغی جماعت کے بارے میں بھی چند حقائق سن لیجئے۔

برصغیر کے مسلمانوں کو دیوبندی' وہابی بنانے کی غرض سے ایک "تبلیغی جماعت" بھی قائم کردی گئی۔ جس کا مرکز دہلی میں بنایا گیا۔ وہ شہر جو مزارات اولیاء کرام کا مرکز کہلاتا ہے جسے "بائیس خواجہ کا شہر" کہا جاتا رہا ہے۔ نظام الدین بستی میں مسلمانان پاک وہند کو اولیاء کرام کی محبت سے دور کرنے کے لئے مرکز قائم کیا گیا۔

وہ ملت اسلامیہ جسے بزرگان دین نے کلمہ توحید پڑھا کر'عشق رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بنیاد پر مستحکم و منظم کیا تھا۔ وہ مسلمان جسے داتا گنج بخش علی ہجویری نے کلمہ طیبہ پڑھایا۔ وہ عظیم قوم جسے خواجہ معین الدین چشتی نے "قرآن کریم" پڑھایا تھا۔

وہ خوش بخت قوم جسے حضرت شیخ فرید الدین گنج شکر رحمتہ اللہ علیہ کے ہاتھوں پر بیعت ہونے کا شرف حاصل ہوا تھا آج اسی ملت اسلامیہ 'اور اس عظیم خوش بخت قوم کی اولاد کو فتنہ و فساد اور انتشار و افتراق کی بھینٹ چڑھایا جارہا ہے اس طرح بزرگان دین کی سالہا سال کی محنت کو پیوند خاک کیا جارہا ہے۔

وہ غیر اسلامی عقائد و نظریات جسے "وہابی تحریک" کے ہندی بانی "سید احمد صاحب اور اسماعیل دہلوی صاحب" بزور شمشیر نافذ نہ کرسکے 'ان غلط عقائد و نظریات کو' تبلیغی جماعت بغیر تلوار کے مسلمانوں کے دلوں میں راسخ کرتی رہی اور تبلیغی جماعت کے تبلیغی چلوں کے ذریعے بزرگان دین

ہوشیاری اور بغیر کسی فکری تصادم کے نکالی جاتی رہی انتہائی ہوشیاری اور بغیر کسی فکری تصادم کے

کی محبت مسلمانوں کے دلوں سے نکالی جاتی رہی انتہائی ہوشیاری اور بغیر کسی فکری تصادم کے لاکھوں مسلمانوں کو وہابی حلقوں میں داخل کر لیا گیا۔ بڑے پر اسرار طریقے سے اہلسنت وجماعت کی ہزارہا مساجد کو اپنے قبضے میں لیتے گئے۔ اپنے بڑے بڑے دار العلوم اور مدارس، مسلمان بستیوں میں تعمیر کرتے گئے اس طرح مسلمانوں کی ہمدردیاں حاصل کرتے رہے۔

پھر اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ آج برصغیر پاک و ہند میں مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد نہ صرف دیوبندی وہابی جماعت کی ہمنوا بن گئی ہے بلکہ ذہنی طور پر "کل" کے سنی مسلمان "آج" اتنے بدل چکے ہیں کہ اب اگر لاکھ انہیں دلائل دے کر سمجھایا جائے تو پھر بھی وہ کسی صورت میں دیوبندیوں کے غیر اسلامی، باطل عقائد کے خلاف سننا پسند نہیں کرتے۔

ہم کریں بات دلیلوں سے تو رد ہو جائے

ان کے ہونٹوں کی خاموشی بھی سند ہو جائے

پیارے مسلمانو! جانتے ہو تبلیغی جماعت کی بنیاد کس نے ڈالی اس حقیقت کو شمس العلماء پارٹی کی اہم شخصیت اور ۱۹۱۵ء میں اسلام دشمن انگریز سر جیمس مسٹن سے دار العلوم کے کتب خانے کی خلوت گاہ میں راز و نیاز کی باتیں کرنے والے اور انگریزوں سے باہمی دوستی ہموار کرنے والے علمائے دیوبند کے شیخ الاسلام مولوی شبیر احمد عثمانی سے سنیئے وہ اپنے مکالمات میں ارشاد فرماتے ہیں۔

کہیں تبلیغی جماعت اسی (انگریز) بہادر کے سرمایہ سے وجود میں آئی (ملاحظہ کیجئے مکالمۃ الصدرین ص ۸)

معلوم ہوا کہ تبلیغی جماعت کو بنانے کا سہرا بھی انگریزوں ہی کے سر ہے۔

اگر نگاہوں پر بوجھ نہ ہو تو اس موقع پر ذرا تبلیغی جماعت کے بانی مولوی الیاس کاندھلوی صاحب کا فکری مزاج بھی ملاحظہ کیجئے جو رسول اکرم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر دلعزیز

امتی کی ایمانی غیرت کو جھنجھوڑ دینے کے لئے کافی ہوگا۔ دیوبندی مکتبہ فکر کے عالم اور بانی تبلیغی جماعت (راؤنڈ) مولوی الیاس کاندھلوی صاحب کا اعلان سنیئے۔ وہ اپنے بروں کی تقلید کرتے ہوئے اور قرآنی آیت کا سہارا لیتے ہوئے اپنی شان بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

"کنتم خیرامتہ کی تعبیر خواب میں القا ہوئی ہے کہ تم مثل انبیاء علیہم السلام کے واسطے ظاہر کئے گئے ہو۔" (ملاحظہ کیجئے "ملفوظات الیاس" دیوبند ص ۵۱)

قرآن مجید کی مذکورہ آیت مبارکہ کے بارے میں تبلیغی جماعت کے بانی مولوی الیاس کاندھلوی صاحب کا اعلان آپ نے سنا، جس میں واضح طور پر یہ بتایا گیا ہے کہ آیت کریمہ تو حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی۔ اور تفسیر بذریعہ خواب قریباً "۱۳۵۰ء سال بعد تبلیغی جماعت کے بانی الیاس دہلوی پر نازل ہوئی۔ کتنے مسلح انداز میں پیغمبرانہ منصب کی طرف پیش قدمی کی گئی ہے۔

اسلامی تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ تقریباً" چودہ سو (۱۴۰۰) سال سے دنیائے اسلام اس آیت کریمہ کو پڑھتی چلی آرہی ہے۔ جب سے اب تک پوری امت رسول نے اس آیت مقدسہ کا یہی مطلب جانا کہ یہ آیت مبارکہ "امت رسول" (تمام مسلمانو) کے حق میں نازل ہوئی "کہ تم بہترین امت ہو، تمہارا فرض منصبی یہ کہ تم لوگوں کو نیکی اور بھلائی کا درس دیتے ہو۔"

مگر یہ حقیقت آپ پر پہلی بار منکشف ہوئی ہوگی کہ معاذ اللہ یہ آیت مقدسہ 'ایک وہابی مولوی الیاس دھلوی صاحب کی شان میں نازل ہوئی۔ جس کی تعبیر خواب میں یہ بتائی گئی کہ "تبلیغی جماعت" کے بانی مولوی الیاس کاندھلوی مثل انبیاء کرام کے امت اسلامیہ کے واسطے ظاہر کئے گئے ہیں۔

مسلمانو ذرا سوچئے دین کی حقیقتوں سے بغاوت کرکے انبیاء کرام کے مثل ظاہر کئے جانے کا دعویٰ کیا کم تھا کہ جس کو آیت مبارکہ کی (من گھڑت) تفسیر بنا دیا۔ اور مزید ستم یہ کہ اسے اللہ تعالیٰ

منصب نبوت کا دعویٰ تو دوسری طرف
کی طرف سے "الہام" قرار دے دیا یعنی ایک طرف، منصب نبوت کا دعویٰ تو دوسری طرف "قرآن حکیم" کی آیت مبارکہ کی غلط تفسیر بالرائے اور تیسری طرف، اللہ تعالیٰ کی ذات پاک پر افتراء باندھا گیا۔ ایک ہی نشانے میں کتنی حرمتوں کا خون بہایا گیا ہے۔

ذرا سوچئے جب آیت مقدسہ کا نازل فرمانے والا اللہ تعالیٰ ہو اور بقول الیاس دھلوی صاحب ان کی اس تفسیر کا القا فرمانے والا بھی اللہ تعالیٰ ہو تو پھر ایسا کون سا مسلمان ہے جو اللہ تعالیٰ پر تو ایمان رکھے۔ مگر الیاس کاندھلوی صاحب پر ایمان نہ رکھے اس دعویٰ کا مولوی الیاس کاندھلوی صاحب کے تبلیغی عقیدت مندوں پر کیا اثر ہوا؟ مولوی ابو الحسن ندوی دیوبندی صاحب سے سنیئے وہ لکھتے ہیں۔

"جب مولوی الیاس کا انتقال ہوا تو ان کا جنازہ میدان میں لا کر رکھا گیا اس موقع پر شیخ الحدیث مولانا زکریا (دیوبندی) اور مولانا یوسف صاحب (دیوبندی) کا حکم ہوا کہ "لوگوں کو میدان میں جمع کیا جائے اور ان سے خطاب کیا جائے۔"

"**وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل** کے مضموں سے بڑھ کر اس موقع کے لئے تعزیت و موعظت کیا ہو سکتی تھی؟ (ملاحظہ کیجئے دینی دعوت ص ۱۸۶ مولوی ابو الحسن ندوی صاحب دیوبندی)

پیارے مسلمانو! یہ وہ آیت مبارکہ ہے جسے سیدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال شریف کے اہم موقع پر تلاوت فرمائی تھی۔ مقام غور و فکر ہے کہ مولوی الیاس کاندھلوی صاحب کے انتقال پر اس آیت مقدسہ کی تلاوت کا کیا مقصد تھا؟ اس کا مطلب سوائے اس کے اور کچھ نہیں ہو سکتا کہ تبلیغی جماعت کے بانی صاحب کا منصب، ان کے ماننے والوں کی نظر میں ایک رسول سے کم نہ تھا اس لئے ان کی موت پر وہ آیت مبارکہ پڑھی گئی جو تاجدار دو جہاں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے تاریخی موقع پر حضرت ابو بکر صدیق

اکبر رضی اللہ عنہ نے تلاوت کی تھی۔

محترم مسلمانو! مثل انبیاء کرام ہونے کی مشابہت کا خواب اور موت کا منظر تو آپ نے ملاحظہ کرہی لیا اب ذرا تبلیغی جماعت کے بانی مولوی الیاس دہلوی دیو بندی کا شان انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام میں گستاخی کا ایک اور رخ دیکھ لیجئے۔ سنیئے مولوی الیاس دہلوی صاحب کیا کہتے ہیں۔

"اگر حق تعالیٰ کسی کام کو لینا نہیں چاہتے تو چاہے انبیاء بھی کتنی کوشش کریں تب بھی وہ نہیں ہل سکتا اور کرنا چاہیں تو تم جیسے ضعیف سے بھی کام لے لیں جو انبیاء سے بھی نہ ہو سکے (ملاحظہ کیجئے "مکاتب الیاس" دیو بند ص ۱۰۹)

محترم مسلمانو! ذرا اس عبارت پر بھی غور فرمایئے اور بے لاگ ہو کر اپنے ضمیر و ایمان کی روشنی میں فیصلہ دیجئے کیا مذکورہ بالا عبارت میں انبیاء کرام کے مدمقابل اپنی اور اپنی تبلیغی جماعت کے کارکنوں کی برتری کا جذبہ پوشیدہ نہیں؟ مذکورہ بالا اہانت آمیز عبارت کا مقصد سوائے اس کے اور کیا ہو سکتا ہے کہ بعض انبیاء کرام کی تبلیغ سے وجود میں آنے والا حلقہ کئی برسوں کی جدوجہد کے بعد بھی چند افراد سے زیادہ نہ ہو سکا تو کیوں نہ ان انبیائے کرام کے مدمقابل 'نعوذ باللہ ثم نعوذ باللہ' تبلیغی جماعت کے بعض کارکنوں کی برتری کو ثابت کیا جائے جو اپنے طور پر ایک عالم کو 'ایک جہان کو' کفر و شرک اور بدعت و گمراہی سے نکال کر ہدایت کی راہ دکھا چکے ہیں۔

انبیاء کرام کے مقابلے پر امتی کو آگے بڑھانے کا یہ مذموم جذبہ 'محض اتفاقی نہیں کہ جسے قلم کی لغزش قرار دیا جا سکے۔ بلکہ یہ جذبہ ان کے "بڑوں" کی تربیت کا نتیجہ ہے مولوی الیاس دہلوی صاحب کے "شیخ الاسلام" مولوی حسین احمد صاحب ایک تقریر میں فرماتے ہیں۔

"پیغمبروں کو عمل کی وجہ سے فضیلت نہیں عمل میں تو بعض اوقات امتی 'پیغمبروں سے بڑھ جاتے ہیں۔" (ملاحظہ کیجئے "مدینہ" یکم جولائی ۱۹۵۸ء ص ۳ کالم ۳)

اور سنیئے اسی گروہ کے ایک اور "امام" بانی مدرسہ دیو بند مولوی قاسم نانوتوی صاحب جو پہلے اسی قسم کے یہ الفاظ "فرما چکے ہیں۔

"انبیاء اپنی امت سے اگر ممتاز ہوتے ہیں تو علوم ہی میں ممتاز ہوتے ہیں۔ باقی رہا عمل اس میں بعض اوقات، بظاہر امتی مساوی ہوتے ہیں بلکہ بڑھ جاتے ہیں۔" ("تحذیر الناس" ص ۵ مولوی قاسم نانوتوی دیوبندی)

مسلمانو! آپ کو دعوت فکر دے رہا ہوں کہ مولوی الیاس کاندھلوی صاحب سے مولوی حسین احمد صاحب اور مولوی قاسم نانوتوی صاحب تک، ایک ہی فرقے کے تین پیشواؤں کے لکھنے اور سوچنے کا ایک ہی انداز، قلم کی لغزش نہیں کہلا سکتا۔ بلکہ شان انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام کو تار تار کرنے اور حرمت انبیاء اور ناموس رسالت سے کھیلنے کی ایک سوچی سمجھی اور منظم سازش ہے جو تبلیغ کے پردے میں پیغمبرانہ منصب کی طرف پیش قدمی (بلکہ چھلانگ لگا کر) انبیاء کرام سے بھی آگے بڑھنے کی کوشش ہے۔

ارشاد خداوندی ہے۔

یایها الذین امنوا لاتقدموا بین یدی اللہ ورسولہ (حجرات ۱)

اے ایمان والو اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھو۔

قران مجید کے اس ارشاد میں یہ واضح کیا گیا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانے کے بعد کسی کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ اپنے رب اور اپنے رسول کے ارشاد کے خلاف کوئی بات کہے یا کوئی کام کرے۔ جب انسان اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کرتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ گویا اس بات کا اعلان کرتا ہے کہ آج کے بعد اس کی خواہش اس کی مرضی اس کی مصلحت اللہ اور اس کے رسول کے حکم پر بغیر کسی تامل کے قربان کر دی جائے گی اور وہ کسی بھی معاملے میں اللہ اور اس کے رسول کے حکم سے آگے نہیں بڑھے گا نہ قول میں اور نہ ہی کسی عمل میں۔

قرآن مجید کا یہ ارشاد فقط مسلمانوں کی شخصی اور انفرادی زندگی تک ہی محدود نہیں بلکہ قومی اور اجتماعی زندگی کے تمام گوشوں' خواہ سیاسی ہوں یا مذہبی' اقتصادی ہوں یا معاشرتی' اخلاقی ہوں یا قانونی ہر ایک پر محیط ہے۔ زندگی کے کسی بھی شعبے سے تعلق رکھنے والے کسی بھی فرد کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ کوئی ایسا قانون یا کوئی ایسا ضابطہ یا اصول بنائے جو قرآن و سنت کے خلاف ہو اور اللہ تعالیٰ کی متعین کردہ حدود سے بالاتر ہو۔ مگر آپ پڑھ چکے ہیں کہ تبلیغی جماعت کے بانی اپنے کارکنوں کو انبیاء سے آگے بڑھنے کا سبق پڑھا رہے ہیں کہ جو کام انبیاء برسوں سے نہ کر سکے وہ کام تبلیغی جماعت کے کمزور اور ضعیف کارکن سرانجام دے سکتے ہیں۔

علمائے دیوبند کا بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں گستاخی کا یہ تو ایک معمولی کمال ہے کہ خدا کی توحید کی آڑ لے کر شان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو گھٹا دیا جائے۔ ذرا سوچئے اگر مقام مصطفوی گھٹانا ان کا مقصد نہ تھا اور توحید خداوندی ہی بیان کرنا مقصود تھا تو یہ بات یوں بھی کہی جا سکتی تھی "اگر اللہ تعالیٰ کسی کام کو لینا نہیں چاہتے تو چاہے مفتی دیوبند رشید احمد گنگوہی ہوں یا بانی دیوبند قاسم نانوتوی ہوں حکیم الامت اشرف علی تھانوی ہوں یا سید اسماعیل دہلوی کسی کتاب کی ایک سطر نہ لکھ سکتے ہیں اور نہ ہی پڑھ سکتے ہیں اور اگر کرنا چاہیں تو ایک جاہل ان پڑھ دیہاتی کسان قرآن کریم کی تفسیر اور احادیث مبارکہ کی تفسیر میں سینکڑوں کتابیں لکھ دے۔

تبلیغی جماعت کے بانی مولوی الیاس دہلوی کا اپنے عقیدت مندوں کو یہ کہنا کہ جو کام باوجود کوشش کے انبیاء نہ کر سکیں وہ تبلیغی جماعت کے کارکن باآسانی کر دکھائیں اس کا ایک واضح مطلب یہ بھی نکلتا ہے کہ جب تبلیغی جماعت کے خادموں کا یہ عالم اور مقام ہے تو اس کے اس بانی مخدوم و مقتداء مولوی الیاس کاندھلوی کا کیا عالم ہو گا جنہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے آیت کی تفسیر میں خواب میں یہ سند دے دی گئی کہ تم مثل انبیاء کے لوگوں کے واسطے ظاہر کئے گئے ہو نعوذ باللہ۔

تبلیغی جماعت کا مقصد بظاہر اسلام کی تبلیغ اور علم سے ناآشنا مسلمانوں کی اصلاح ہے اور اسی

جذبے اور مقصد کے تحت وہ اپنے دن رات کی توانائیاں صرف کر رہے ہیں تبلیغ دین کے پرفریب نعرے کی زد میں آنے والے ہزارہا پر خلوص کارکن کمر پر بستر اور ہاتھ میں لوٹا لئے امت کے غم میں مارے مارے دنیا بھر میں پھرتے نظر آئیں گے جو سادھوؤں کی طرح "ہرے کرشنا ہرے رام" کے بجائے تبلیغ دین کے نام پر بکھر جاتے ہیں۔ کبھی آپ کے دروازے پر تو کبھی سامنے والے کے گھر پر۔ کبھی ادھر۔ تو کبھی ادھر جدھر منہ اٹھا سعادت عظمیٰ سمجھ کر نکل گئے۔ نہ فکر نہ فاقہ۔ اسکول سے استاد تبلیغ پر' گھر سے سربراہ تبلیغ پر' اسپتال سے ڈاکٹر تبلیغ پر' بیمار ماں اور بوڑھے باپ کو اللہ کے آسرے پر چھوڑ کر جانے والا جوان بیٹا تبلیغ پر' نئی نویلی دلہن کی خوشیوں کی سیج سجانے والا دولہا تبلیغ پر۔

مسلمانو! کیا یہ ساری باتیں ذمہ داریاں چھوڑ کر معاشرے کو کھوکھلا کر دینے اور معاشرتی نظام کو درہم برہم کر دینے کے مترادف نہیں؟ میں آپ سے پوچھتا ہوں کیا اسلام اس بات کی اجازت دیتا ہے کہ مریض زندگی اور موت کی کشمکش میں مبتلا ہو اور ڈاکٹر تبلیغ پر ہو۔

طالب علم زیر تعلیم ہو اور استاد چلے پر ہو۔ ماں بستر مرگ پر سسک رہی ہو اور بیٹا تبلیغ پر ہو۔ دشمن کی فوج گھات لگائے سرحد پر ہو اور سپاہی تبلیغ پر ہو ظالم اور مظلوم کٹہرے میں ہوں اور انصاف کرنے والا جج تبلیغ پر ہو از روئے انصاف بتائیے کیا اس غیر ذمہ دارانہ طرز زندگی کو کسی بھی حالت میں اسلام کہا جا سکتا ہے۔ جواب اپنے ضمیر سے دیجئے۔

آج صوبہ سرحد کے علاقوں کا جائزہ لیا جائے تو وہاں واضح طور پر معلوم ہو گا کہ تبلیغی جماعت نے بستیوں کی بستیاں بڑے بڑے گاؤں دیہات اور شہر اپنے ہمنوا کر لئے ہیں اور مکمل طور پر ان کی وہاں اجارہ داری ہے۔ اہلسنت کا نام و نشان کہیں دیکھنے کو نہیں ملتا۔ سارا تعلیمی ماحول مدارس و مساجد اور تعلیمی نظام سب انہی کے ہاتھوں میں ہے یہاں میں آپ کی خدمت میں اپنا ذاتی مشاہدہ بھی پیش کرتا چلوں۔

میں ماہ نومبر ۱۹۹۶ء میں اپنے دو ساتھیوں کے ہمراہ صوبہ سرحد کے دورہ پر گیا اس دورے میں صوبہ سرحد کے چھوٹے بڑے شہروں میں جانے کا اتفاق ہوا جن میں خاص طور پر پشاور، مردان، نوشہرہ، مالاکنڈ ڈویژن، بٹ خیلہ، سوات، مینگورہ، ہنزہ، خواجہ خیلہ، بشام، چلاس، سیدو شریف، سوست، سکردو اور گلگت وغیرہ شامل ہیں چند بڑے شہروں کے علاوہ ان تمام جگہوں پر تبلیغی جماعت کا مکمل راج ہے۔

سید احمد بریلوی اور اسماعیل دہلوی نے جو پودے اپنے دور میں صوبہ سرحد میں لگائے تھے آج وہ تناور درخت کی شکل میں تمام علاقوں میں سایہ فگن ہیں۔ بے شمار اولیاء کرام کے مزارات جو کبھی ان علاقوں میں ہوا کرتے تھے انہیں زمین بوس کردیا گیا۔ دوران سفر ہم نے ایک مسافر سے سوال کیا، کیا یہاں اولیاء کرام کے آستانے ہیں؟ مسافر نے جواب دیا کبھی ہوا کرتے تھے مگر اب نہیں۔ وجہ پوچھی تو جواب دیا کہ وہ شرک وبدعت کے اڈے تھے۔ لہٰذا انہیں زمین بوس کردیا اور آگ لگادی۔

گلگت پاکستان کا بڑا خوبصورت شہر ہے مگر بدنصیبی سے اس شہر میں مسلمانوں کی اکثریت کم اور اسماعیلی آغا خانی کثرت سے ہیں جس کی وجہ سے مساجد کثیر تعداد میں نہیں ہیں۔ میں نے ایک بوڑھے شخص سے پوچھا کیا اس شہر میں مسلمان کم ہیں؟ کہنے لگا یہاں شیعہ زیادہ ہیں۔
جب شیعہ کا نام لیا تو میں نے کہا کیا یہاں سنی مسلمان نہیں؟ اس نے مجھے غور سے دیکھتے ہوئے کہا سنی مسلمان بھی بہت ہے مگر یہاں وہ سنی نہیں جو مولانا نورانی والا سنی ہے۔ بلکہ یہاں مولانا فضل الرحمان والا سنی ہے۔ میں نے پوچھا یہاں مولانا نورانی والا سنی کیوں نہیں؟ کہنے لگا پہلے تھا۔ اب نہیں۔ پہلے ہمارا باپ دادا پورا بستی بلکہ پورا علاقہ جات مولانا نورانی والا سنی ہوتا تھا مگر اب ختم ہوگیا۔ میں نے وجہ پوچھی تو کہنے لگا۔ تبلیغی جماعت نے یہاں تبلیغ کیا۔ مساجد کو اپنے ہاتھوں میں لیا اور مدارس اور دارلعلوم قائم کیا اور یہاں کے لوگوں کو تعلیم دیا اب یہاں جو تعلیم

رائج ہے وہ مولانا فضل الرحمان والا ہے۔ مولانا نورانی والا نہیں۔ یہ یاد رہے کہ مولانا شاہ احمد

نورانی اہلسنت کے عالم دین ہیں جبکہ فضل الرحمان کا تعلق علمائے دیوبند سے ہے۔

مسلمانو! خدا گواہ ہے یہ وہ حقائق ہیں جو صوبہ سرحد کے دورے میں ہمارے مشاہدے میں آئے۔ جس سے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ تبلیغی جماعت نے اپنی تبلیغ سے علم سے نا آشنا مسلمانوں کی سوچوں کو بدل کر رکھ دیا اور تبلیغ کا اثر یہ ہوا کہ مزارات اولیاء کرام کو زمین بوس کردیا۔ اور جو کبھی سنی مسلمان ہوا کرتے تھے آج وہ سب دیوبندی بن گئے۔

مفتی عبدالرحمان قمر صاحب ایک پاکستانی عالم دین ہیں جو عرصہ دراز سے دیار غیر امریکہ میں اپنے محدود وسائل کے باوجود اسلام کی خدمت کررہے ہیں۔ گزشتہ دنوں میری ان سے یہاں ملاقات ہوئی۔ انہوں نے گفتگو کے دوران بتایا کہ امریکہ کے مسلمان صحیح العقیدہ سنی مسلمان ہیں یہاں تبلیغی جماعت اور دیگر دیوبندی علماء نقشبندی ظاہر کرکے سنی مسلمانوں کو اپنا ہم خیال بنارہے ہیں اور یہاں کے مسلمان ان کے ظاہری دستار اور جبوں کو دیکھ کر متاثر ہو جاتے ہیں۔

محترم مسلمانو! تبلیغی جماعت نظام الدین بستی دہلی کی ایک گمنام مسجد سے بگولے کی طرح اٹھی اور اس دھرتی کے افق پر طوفان بن کر چھاگئی۔ اس کی مقبولیت کی پشت پر کچھ تو اس کے تبلیغی نعرے 'کلمہ اور نماز' کی دلکشی کام کررہی ہے۔ کچھ ان کے کارکنوں کی انتھک محنت کا اثر ہے اور کچھ علم سے نا آشنا وہ مسلمان ہیں۔ جن کے شب و روز دنیاداری اور غفلت میں گزر رہے ہیں۔ جو اپنے آپ کو نیکی اور علم و عمل میں تہی دامن سمجھتے ہیں اور احساس ندامت کے بوجھ تلے دبے ہوئے ہیں۔ ایسے حضرات تبلیغی جماعت میں جانا سعادت سمجھتے ہیں۔ اس طرح وہ ایک چار ماہ کا چلہ لگا کر محبوبان خدا کی صف میں جا کھڑے ہوتے ہیں۔

تبلیغی جماعت کی تبلیغی سرگرمیوں کا اصل مقصد کیا ہے اسے جاننے کے لئے آیئے اس کے مرکز دہلی چلتے ہیں۔ جہاں ہندوستان کے مایہ ناز عالم دین اور مفکر اسلام علامہ ارشد القادری

زندگی کا اہم ترین واقعہ اور تبلیغی جماعت کے اصل مقصد بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں۔

"۱۹۵۶ء میں مجھے کسی کام سے دہلی جانے کا اتفاق ہوا۔ اپنی قیام گاہ پر سامان رکھ کر سیدھا نظام الدین بستی کے لئے چل پڑا جہاں حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی کا مزار شریف ہے۔ بستی کے قریب دو آدمی نظر آئے جو مجھے بڑے غور سے دیکھ رہے تھے۔ جب میں ان کے قریب پہنچا تو بہت پرتپاک سے میری طرف بڑھے اور کہنے لگے جناب اس مرکز کی طرف چلئے جہاں سے ساری دنیا میں اسلام پھیل رہا ہے زحمت نہ ہو تو ذرا دیر کے لئے تبلیغی جماعت کے مرکز کو اپنی آنکھوں سے دیکھئے۔ مدت ہوئی جب دین کے ایک مخلص خادم (الیاس دہلوی) نے یہاں روحانیت کا پودا لگایا تھا اب وہ جوان ہو گیا ہے اور اس کی برکات سے ایک عالم فائدہ اٹھا رہا ہے علامہ ارشد القادری فرماتے ہیں۔

میں خود بھی بہت دنوں سے یہ چاہتا تھا کہ موقعہ ملے تو کسی دن تبلیغی جماعت کے کاروبار کو قریب سے چل کر دیکھا جائے۔ منہ مانگی مراد سمجھ کر میں ان کے ہمراہ چل پڑا۔ انہوں نے مجھے اندر پہنچا دیا۔ وہاں تبلیغی جماعت کے مولویوں نے مجھے نہایت عزت کے ساتھ اپنے ساتھ بٹھایا۔ اپنے طور پر وہ میرے بارے میں یہی سمجھ رہے تھے کہ میرا تعلق بھی تبلیغی جماعت سے ہے۔ انہوں نے مجھ سے دریافت کیا کہ میں یہاں کس مقصد کے لئے آیا ہوں تو مجھے فوراً" خیال آیا کہ تبلیغی جماعت کے مرکز سے اندرونی حالات سے واقف ہونے کے لئے ایک نہایت ہی زرین موقع ہاتھ آیا ہے اسے ضائع نہیں کرنا چاہیئے۔

میں نے ان سے کہا کہ "میں جمشید پور سے آیا ہوں وہاں کی تبلیغی جماعت کے بارے میں ایک نہایت ضروری بات حضرت جی سے کہنی ہے۔ انہوں نے کہا حضرت جی تبلیغ کے لئے شہر کو گئے ہیں۔ رات کو دیر سے آئیں گے اب تو نماز فجر کے بعد ہی ان سے ملاقات ہو سکے گی۔ یہ سن کر میں خاموش ہو گیا اور خاموشی سے حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی کی چوکھٹ پر حاضر ہوا اور

نماز فجر سے فارغ ہو کر درگاہ شریف سے واپس لوٹا تو پھر راستے میں مجھے وہی دو شکاری ملے جو ایک
دن پہلے تبلیغی جماعت کے مرکز میں لے گئے تھے۔ انہوں نے مسکراتے ہوئے کہا آپ کہاں چلے
گئے تھے حضرت جی آپ کو تلاش کر رہے ہیں۔ چلو جلدی چلو جیسے ہی میں ان کے ہمراہ دوبارہ اندر
داخل ہوا مجھے پھر وہی مولوی ملے جو کل ملے تھے کہنے لگے مولوی صاحب کل تم چپکے سے اٹھ کر
کہاں چلے گئے تھے ہم لوگ تمہاری تلاش میں بہت پریشان تھے۔

میں نے جواب دیا۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کے مزار پر حاضری دینے چلا گیا تھا اور
رات بھر وہیں رہا۔ ایک مولوی صاحب کہنے لگے۔

تم رات بھر اس بدعت خانے میں کیا کرتے رہے کیا تم تبلیغی جماعت میں نئے نئے داخل
ہوئے ہو۔ میں نے بات ٹالتے ہوئے کہا یونہی ذرا دیکھنے چلا گیا تھا کہ وہاں کیا ہوتا ہے۔ پھر وہ لوگ
مجھے حضرت جی کے دیوان خانے میں لے کر چلے گئے۔ حضرت جی نے مجھے دیکھ کر کہا یہ کون صاحب
ہیں۔ کہاں سے آئے ہیں۔

ایک مولوی نے سر جھکا کر جواب دیا۔ حضرت یہی مولوی صاحب جمشید پور سے آئے ہیں
وہاں کی تبلیغی جماعت کے متعلق کچھ ضروری بات حضور والا سے کہنا چاہتے ہیں۔ حضرت جی نے
مجھ سے کہا کہو کیا کہنا چاہتے ہو۔

میں نے کہا جمشید پور میں شروع شروع میں تبلیغی جماعت کا بہت اچھا اثر قائم ہو گیا تھا عام
لوگ اس کی تبلیغی سرگرمیوں سے بہت متاثر تھے لیکن جب سے تبلیغی جماعت نے میلاد و قیام اور
علم غیب جیسے مسائل میں اپنے عقیدوں کا اظہار کیا ہے اس وقت سے لوگ تبلیغی جماعت سے
علیحدہ ہو گئے ہیں جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ بہت سی مسجدوں میں تبلیغ کا کام بند ہو گیا۔ ابھی میں اتنا ہی کہہ
پایا تھا کہ حضرت جی کے چہرے کا رنگ سرخ ہو گیا اور فرط غضب میں مجھے تبلیغی جماعت کا ایک
ناتجربہ کار کارکن سمجھ کر ڈانٹنے لگے۔ وہ ڈانٹ کیا تھی دل کے کانوں سے سنیئے کہنے لگے جب لوگ

تبلیغ کا ڈھنگ نہیں جانتے تو کس نے کہا کہ وہ تبلیغ کریں۔

مجھے یہاں تبلیغ کرتے ہوئے بیس سال ہو گئے ہیں میں نے آج تک کسی سے یہ نہیں کہا کہ میلاد و فاتحہ چھوڑ دو حالانکہ بہت سے لوگ جانتے ہیں کہ میرا عقیدہ بھی وہی ہے جو اکابر دیوبند کا ہے لیکن میں نے اچھی طرح تجربہ کر لیا ہے کہ ان چیزوں سے براہ راست روکنے کے بجائے اب لوگوں کے ذہن بدلنے کی ضرورت ہے، تبلیغی گشت اور مرکز میں چلہ گزارنے کا راز یہی ہے کہ لوگوں کو اپنے علماء کی صحبت میں بیٹھنے کا موقع فراہم کیا جائے۔ یہاں کے ماحول میں رہ کر لوگ خود بخود ان چیزوں کو چھوڑ دیتے ہیں۔ بلکہ اپنے عقیدے میں اتنا سخت ہو جاتے ہیں کہ دوسروں کو راہ راست پر لانے کی کوشش کرتے ہیں مجھے مخاطب کر کے کہنے لگے مولوی صاحب اچھی طرح سمجھ لو ابھی ہم لوگ اس ملک میں اقلیت میں ہیں جب کہ بدعتیوں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ ان حالات میں اپنا مذہب پھیلانے کے لئے ہمیں اس کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے کہ ہم ان لوگوں سے مکر سے کام لیں، حق پرستی کے جوش میں آ کر اگر ہم نے تقویۃ الایمان اور بہشتی زیور کے عقائد برملا بیان کر دیئے تو لوگ ہمیں مسجدوں میں نہ گھسنے دیں گے۔

اس لئے تمام تبلیغی کارکنوں کو سخت تاکید کرتا ہوں کہ وہ بدعتیوں کے ساتھ مکر سے کام لیں مصلحت کے تحت میلاد و قیام بھی کر لیں اور اگر ضرورت پڑے تو اپنے علماء کو برا بھلا بھی کہہ لیں جیسے بھی ہو ان کے ساتھ لگے رہیں انہیں اپنے ہمراہ لے کر جماعتوں میں پھرائیں کبھی نہ کبھی ان میں سے لوگ ٹوٹ کر تبلیغی جماعت میں آ ہی جائیں گے۔

مولوی صاحب دیکھو! مجھے یہاں بیس سال ہو گئے اس دوران بس اتنا ہوا کہ تبلیغی گشتوں، لگاتار چلوں اور اجتماعات کے ذریعہ اپنے بزرگوں کی عقیدت ان کے دلوں میں بٹھا دی۔ کسی کو دیوبند لے جا کر شیخ الاسلام کا مرید بنا دیا۔ کسی کو شیخ الحدیث مولانا زکریا کی طرف رجوع کیا۔ یہ جو تم ہزاروں آدمی تبلیغی مرکز میں دیکھ رہے ہو جو اب تبلیغ دین میں رات دن لگے ہوئے ہیں یہ وہ لوگ

ہیں جو کٹر بدعتی اور قبر پرست تھے لیکن اپنے علماء کی عقیدت کے زیر اثر خود ہی ان کا ذہن بدل گیا یہاں تک کہ جن شرکیہ رسموں کو کہنے پر بھی وہ نہیں چھوڑ سکتے تھے اب بغیر کہے سنے چھوڑ دیا ہے

(ملاحظہ ہو تبلیغی جماعت صفحہ ۳۱.....۲۵)

یہ تھا تبلیغی جماعت کے عالمی مرکز کا آنکھوں دیکھا خفیہ راز جس سے واضح ہو گیا کہ تبلیغی جماعت اسلامی لبادہ اوڑھ کر مسلمانوں کے عقائد و نظریات کا رخ موڑ کر انہیں ایک نئے مذہب میں تبدیل کر دینا چاہتی ہے۔

محترم مسلمانو! شبیر احمد عثمانی دیوبندی صاحب اپنے "مکالمات" میں بیان فرماتے ہیں۔

"پھر تو دیوبندیوں کی پانچوں انگلی گھی میں ہو گئیں کہیں جمعیت علمائے اسلام انگریزوں کی رقم سے پیدا ہوئی (ملاحظہ کیجئے "مکالمتہ الصدرین" ص ۷)

اور کہیں اس کے اشارے سے کانگریس کا ظہور ہوا (ملاحظہ ہو مکالمہ ص ۹)

اوپر دیئے گئے "مکالمات" سے واضح ہوا کہ جمعیت علماء اسلام کو قائم کرنے والے انگریز تھے۔ یہی وجہ تھی کہ دیوبندیوں نے "مسلم لیگ" کے مقابلے میں ہمیشہ "کانگریس" کا ساتھ دیا۔

کون اہل نظر اس حقیقت سے واقف نہیں کہ جب مسلمانوں کی دس کروڑ آبادی اپنے مطالبہ پاکستان کے حصول کے لئے فیصلہ دے رہی تھی تو اس وقت فرزندان دیوبند پاکستان کی کھلی مخالفت کر رہے تھے۔ اگر یقین نہ ہو تو ان حقائق کا مشاہدہ اپنی کھلی آنکھوں سے کیجئے..... حسب ذیل عبارات کو پڑھیئے اور اپنے پرائے کی پہچان کیجئے۔

دیوبندی امام اشرف علی تھانوی نے کہا کہ

"موجودہ لیگ خالص اسلامی جماعت اور مذہبی و شرعی تنظیم سواد اعظم کی، تسلیم نہیں کی جا سکتی۔" (ملاحظہ فرمایئے "اشرف الافادات" ص ۸)

دیوبندیوں کے مولوی عبدالجبار صاحب نے کہا۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ حضرت حکیم الامت اشرف علی تھانوی مسلم لیگ جیسی بد دین جماعت کی حمایت کریں۔" ("اشرف الافادات" ص ۱۸ مطبوعہ دہلی)

دیو بندیوں کے امام مولوی عطاء اللہ بخاری نے کہا کہ۔

"جو لوگ مسلم لیگ کو ووٹ دیں گے وہ سور ہیں اور سور کھانے والے ہیں۔" (ملاحظہ کیجئے "چمنستان" ص ۱۶۵ مصنف مولوی ظفر علی خاں)

رپورٹ تحقیقات عدالت "میں دیو بندیوں کی جماعت احرار کے متعلق لکھا ہے کہ ان کے نزدیک

"لیگ اسلام کی طرف سے محض بے پرواہ نہ تھی بلکہ دشمن اسلام تھی۔ ان کے نزدیک قائد اعظم کافر اعظم تھے۔" (ملاحظہ کیجئے" رپورٹ تحقیقات عدالت" ص ۲۷۳)

مولوی عطاء اللہ بخاری دیو بندی صاحب نے پسرور ضلع سیالکوٹ میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ

"اب تک کسی ماں نے ایسا بچہ نہیں جنا' جو پاکستان کی "پ" بھی بنا سکے۔"

احرار جماعت کے "رافضی عالم" مولوی وکیل اور شاعر مظہر علی اظہر صاحب نے ۱۹ ستمبر ۱۹۴۵ء کو امرتسر میں ایک بیان دیا کہ

"نہ میں مسٹر جناح کو قائد اعظم مانتا ہوں نہ مسلم لیگ کو مسلمانوں کی نمائندہ جماعت تسلیم کرتا ہوں۔ (ملاحظہ کیجئے رپورٹ تحقیقاتی عدالت" ص ۲۷۴)

احراری پارٹی کے اسی شاعر نے کہا تھا۔

اک کافرہ کے واسطے اسلام کو چھوڑا
یہ قائد اعظم ہے کہ کافر اعظم

دیو بندی مولوی محمد علی جالندھری صاحب نے ہی تقسیم سے پہلے اور تقسیم کے بعد بھی پاکستان کے لئے "پلید ستان" کا لفظ استعمال کیا۔ (ملاحظہ کیجئے "رپورٹ تحقیقاتی عدالت" ص ۲۷۵)

احرار لیڈر، دیوبندی عالم، مولوی عطاء اللہ بخاری صاحب نے ۲۷ دسمبر ۱۹۴۵ء میں علی پور کی "احرار کانفرنس" میں اپنی تقریر میں ڈنکے کی چوٹ پر یہ اعلان کیا۔

"مسلم لیگ کے لیڈر بے عملوں کی ٹولی ہے، جنہیں اپنی عاقبت بھی یاد نہیں، اور وہ جس مملکت کی تخلیق کرنا چاہتے ہیں، وہ پاکستان نہیں بلکہ خاکستان ہے۔" (رپورٹ تحقیقاتی عدالت ص ۲۷۴)

قیام پاکستان کے بعد انہی دیوبندی مولوی عطاء اللہ بخاری نے لاہور میں ایک تقریر میں کہا

"پاکستان ایک بازاری (رنڈی، طوائف، فاحشہ اور بدکار) عورت ہے جس کو احرار نے مجبوراً" قبول کیا ہے۔" (ملاحظہ کیجئے رپورٹ تحقیقاتی عدالت ص ۲۷۵)

دیوبندی عالم مولوی محمد علی جالندھری صاحب نے ۱۵ فروری ۱۹۵۳ء کو لاہور میں تقریر کرتے ہوئے اس حقیقت کا اعتراف کیا کہ۔

"احرار پاکستان کے مخالف تھے۔" (رپورٹ تحقیقاتی عدالت ص ۲۷۴)

احراریوں کے صدر صاحب نے بھی اس حقیقت کو تسلیم کیا ہے کہ "احرار کا نظریہ بھی وہی تھا جو کانگریس کا نظریہ تھا۔" (یعنی نظریہ متحدہ قومیت.... ہندو، مسلم بھائی بھائی) (ملاحظہ کیجئے رپورٹ تحقیقاتی عدالت ص ۲۷۹)

اور جب ہندوستان کے مسلمان قائداعظم محمد علی جناح کی قیادت میں متحد ہو گئے تو فرزندان دیوبند اس طرح گرجنے لگے۔

"دس ہزار جناح (محمد علی جناح) جواہر لعل نہرو (اندرا گاندھی کے باپ) کی جوتی کی نوک پر قربان کئے جاسکتے ہیں۔" (ملاحظہ کیجئے "چمنستان" ص ۱۶۵) معلوم ہوا کہ علمائے دیوبند پاکستان کے قیام کے سخت مخالف تھے اور انگریز اور کانگریس کے زبردست حامی تھے۔

پیارے مسلمان بھائیو! صحیح العقیدہ مسلمانوں کے خلاف بغض و حسد، عداوت و شقاوت کا جو فرقہ وارائی بیج، سید احمد اور اسماعیل دہلوی نے ابن عبدالوہاب نجدی سے متاثر ہو کر بویا تھا، وہ دبا

ہوا بغض، منہ کے ذریعے ظاہر ہونے لگا۔ ہندو دھرم کی عظمت کو ثابت کرنے کے لئے اسلام کی عظمت کو تار تار کیا جانے لگا۔

ہر صاحب علم مسلمان اس حقیقت کو جانتا ہے کہ فاتحہ، نذر و نیاز کرنا ایک مستحب عمل ہے جسے مسلمان حصول ثواب کی غرض سے صدیوں سے کرتے آئے ہیں مگر دیوبندی وہابی مولویوں کے نزدیک فاتحہ کا حلال طیب کھانا اور نواسہ رسول حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی یاد میں لگائی جانے والی سبیل کا پانی حرام ہے۔

(ملاحظہ ہو فتاوی رشیدیہ جلد سوئم ص ۱۱۳، ختم مرسومتہ الہند ص ۲۱ مصدقہ مولوی محمد علی جالندھری)

اس حقیقت کو جان لینے کے بعد اب ذرا اس حقیقت کو بھی جان لیجئے کہ ان کے یہاں جائز اور حلال کیا ہے۔

مفتی دیوبند مولوی عبدالرشید گنگوہی فرماتے ہیں۔

۱۔ ہندوؤں کی دیوالی کی پوریاں کھانا جائز ہے (ملاحظہ ہو فتاوی رشیدیہ جلد دوئم ص ۱۲۲)

۲۔ ہندوؤں کی مرغوب غذا "کوے کا گوشت کھانا ثواب ہے۔" (ملاحظہ ہو فتاوی رشیدیہ ص ۱۳۵ جلد دوئم)

۳۔ ہندوؤں کی سودی روپیہ سے لگائی گئی پانی کی پیاؤ سے مسلمانوں کو پانی پینا مضائقہ نہیں۔ (فتاوی رشیدیہ جلد ۳ ص ۱۱۴)

۴۔ چوہڑے کے گھر کی روٹی میں حرج نہیں۔ (فتاوی رشیدیہ ج دوئم ص ۱۳۰)

۵۔ ہندوؤں کے ہاتھ کا رس حلال ہے (فتاوی رشیدیہ ج دوئم ص ۱۷)۔

دیوبندی حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی کہتے ہیں۔

۶۔ اگر پانی کثرت میں ہو اور اس میں تھوڑی سی مقدار میں پیشاب ڈال دیا جائے تو وہ پاک رہے

۱۷)

گا۔ (ملاحظہ ہو افاضات الیومیہ تھانوی جلد ۶' ص ۱۷)

وہابی مکتبہ فکر کے مولوی نورالحسن بن نواب صدیق حسن خان بھوپالی لکھتے ہیں۔

۷۔ گھوڑے کا گوشت حلال ہے۔ (ملاحظہ ہو عرف الجادی ص ۱۰)

۸۔ منی ہر چند پاک است یعنی منی ہر صورت میں پاک ہے۔ (ملاحظہ ہو عرف الجادی ص ۱۰)

۹۔ غیر عورت کا دودھ بڑے آدمی کو پلانا جائز ہے۔ (ملاحظہ ہو عرف الجادی ص ۱۳۰)

وہابی مکتبہ فکر کے مولوی وحید الزماں فرماتے ہیں۔

۱۰۔ شراب اور حلال و حرام حیوانات کا بول پاک ہے۔ (ملاحظہ ہو نزل الابرار ص ۹۷)

۱۱۔ کتے اور خنزیر کا لعاب اور ان کا جوٹھا پاک ہے (ملاحظہ ہو نزل الابرار ص ۵۰)

۱۲۔ اور کافر کے ہاتھ کا ذبح کیا ہوا جانور حلال ہے۔ (ملاحظہ ہو نزل الابرار جلد ۳ ص ۷۸ مطبوعہ بنارس)

۱۳۔ تین طلاقوں سے عورت حرام نہیں ہوگی۔ (ملاحظہ ہو فقہ محمدی جلد دوئم ص ۱۱۱)

اور سنیئے دیو بندی مولوی اور کیا کہتے ہیں۔

۱۴۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یوم میلاد منانا' ہندو کنیا (کرشن) کا جنم دن منانے سے زیادہ برا ہے (ملاحظہ ہو براہین قاطعہ ص ۱۵۲ فتوی میلاد ص ۱۳)

اب ایک اخباری رپورٹ بھی سن لیجئے۔

تلک ہال میں مہاتما گاندھی کا "یوم شہادت" بڑی دھوم دھام سے منایا گیا حافظ بیعت اللہ (دیو بندی) اور بابا خضر دیو بندی نے گاندھی کی تصویر کے سامنے بیٹھ کر قرآن خوانی کی..... جناب حافظ بیعت اللہ رکن جمعیتہ علمائے ہند اور حضرت بابا خضر دیو بندی سابق سرپرست جمعیت علمائے ہند کانپور نے مہاتما گاندھی کی روح کو خراج عقیدت پیش کرنے کے لئے "قرآن کریم" کی آیتیں ان کی تصویر کے سامنے بیٹھ کر پڑھیں اور ان کی روح کو بخش دیں۔

ایک طرف لوگ (ہندو) بھجن گا رہے تھے تو دوسری جانب "جمعیتہ علمائے اسلام" کے ذمہ دار ارکان گاندھی کے لئے تلاوت قرآن کریم کر رہے تھے۔" (ملاحظہ ہو اخبار سیاست کانپور یکم فروری ۱۹۵۷ء)

کانگریس کے گڑھ' وہابیت کے مرکز' مدرسہ دیوبند کی پیداوار' دیوبندی اور وہابی نہ صرف نظریہ پاکستان کے بدترین مخالف تھے بلکہ برصغیر کے مسلمانوں کے پاکیزہ عقائد و نظریات کو بھی شرک و بدعت (گمراہی' بدمذہبی) اور کفر سے تعبیر کرتے تھے۔ مزے کی بات تو یہ ہے کہ' یہ تمام کانگریسی جن عقائد و نظریات کو کفر' شرک اور بدعت (گمراہی' بدمذہبی) کہتے ہیں' وہ تمام باتیں خود ان میں پائی جائیں تو وہ فوراً" عین اسلام کہلاتی ہیں۔ یہ لوگ اپنے زعم فاسد میں جو باتیں مسلمانوں پر چسپاں کر کے انہیں کافر قرار دیتے ہیں وہی عیب خود ان میں پائے جاتے ہیں۔ مثلاً" ان کے نزدیک بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں تعظیماً" کھڑے ہو کر صلوۃ و سلام پڑھنا بدعت و حرام ہے بلکہ کفر و شرک ہے (ملاحظہ کیجئے "براہین قاطعہ" ص ۱۴۸-۱۴۹)

بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں کھڑے ہو کر سلام پیش کرنے پر علمائے دیوبند کا فتویٰ آپ نے سن لیا اب ذرا دینائے دیوبند میں چلئے تو یہاں تو رنگ ہی بدلا ہوا نظر آئے گا سنئیے ماہنامہ "تجلی" دیوبند کی رپورٹ..... وہ لکھتا ہے۔

"دنیا کی مشہور درسگاہ "دارالعلوم" دیوبند کی دعوت پر ۱۲ جولائی کو جمہوریہ ہند کے صدر جناب راجندر پرشاد صاحب تشریف لائے۔ تمام اسٹاف دارالعلوم دیوبند' استقبالی انتظام کی تکمیل میں مصروف ہے نماز جمعہ کو بھی چھٹی نہیں ملی۔ جمعہ تو ہر ساتویں دن آتے ہیں مگر صدر جمہوریہ راجندر پرشاد روز روز نہیں آتے۔ جلسہ اس پنڈال میں ہوا جو ہزاروں سے زیادہ روپے خرچ کر کے وسیع "دارالطلباء" میں بنوایا گیا۔ بہت شاندار "معزز" مہمان کی شان کے مطابق۔ سب سے پہلے وطنی بھارتی ترانہ پڑھا گیا اس وقت صدر جمہوریہ بھارت' ڈاکٹر راجندر پرشاد اور

تمام اساتذہ منتظمین مدرسہ دیو بند اور "پورا مجمع" کھڑا رہا بھارتی ترانہ کے آخر تک "سب

کھڑے رہے۔ پھر صدر محترم بھارت کی تقلید کرتے ہوئے بیٹھ گئے اور تلاوت قرآن مجید سے

جلسہ شروع کیا گیا تلاوت قرآن کے وقت کھڑے ہونے کا رواج ہمارے یہاں نہیں ہے"

(ملاحظہ کیجئے "ماہنامہ تجلی" اگست ۱۹۵۷ء از مولوی عامر عثمانی فاضل دیو بند)

اسی طرح دیو بندی وہابی عقائد میں اللہ تعالیٰ کے کسی ولی کی قبر مقدسہ پر چادر اور پھول چڑھانا' جائز نہیں اور ایسا کرنے والا' ان کے نزدیک مسلمان نہیں (ملاحظہ کیجئے "تذکیر الاخوان" ص ۸۶ دیو بند)

اب ذرا نجدیت کا دوسرا رنگ بھی دیکھ لیجئے۔ "روزنامہ نوائے وقت" کی رپورٹ پڑھیے۔

"ابن سعود (نجدی) کا لڑکا فیصل جب ۱۹۵۵ء میں ہندوستان پہنچا تو بھارتیوں نے اس کے استقبال میں "بھارت' سعودی عرب زندہ باد..... راجکمار سعودی عرب زندہ باد" کے نعرے لگائے۔ امیر فیصل' بھارت میں راج گھاٹ پر مہاتما گاندھی کی سمادھی پر پھول چڑھانے گئے (نوائے وقت ۱۱ مئی ۱۹۵۵ء)

ایک نجدی شہزادے کی "ہندو دوستی" ملاحظہ کرنے کے بعد اب ذرا دوسرے شہزادے' نجدی وزیر دفاع امیر فہد بن سعود کی "عیسائی دوستی" ملاحظہ کیجئے۔ اخبار "کوہستان" لکھتا ہے۔

"سعودی عرب کے وزیر دفاع امیر فہد بن سعود (نجدی) شاہ سعود (نجدی) کے ہمراہ امریکہ آئے ہیں۔ کل امریکہ کے پہلے صدر جارج واشنگٹن کی قیام گاہ کی سیر کی۔ بارش کے باوجود انہوں نے مکان کے پائیں باغ کی سیر بھی کی اور جارج واشنگٹن کی قبر پر پھول چڑھائے۔" (اخبار کوہستان ۲ فروری ۱۹۵۷ء)

محترم مسلمانو! ان کی رسول دشمنی پیش نظر رہے کہ بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں

کھڑے ہو کر درود و سلام پڑھنا' ان کے نزدیک' کفر و شرک اور بدعت مگر بھارتی صدر راجندر پرشاد کے ادب و احترام میں اور بھارتی ترانے کے ادب و احترام میں پورے دیو بندی' وہابی مجمعے کا کھڑا ہونا' جائز اور عین سعادت ..... گاندھی کی سمادھی اور جارج واشنگٹن کی قبر پر عقیدت کے پھول چڑھانا' جائز' باعث عزت.... مگر پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مبارک اور صحابہ کرام اور اولیاء اللہ کے مقدس مزارات پر پھول چڑھانا ان کے نزدیک بدعت و حرام ہے۔

پھول چڑھانا تو دور کی بات ہے یہاں تو گنبد خضراء کو مسمار کرنے کی ناپاک جسارت کی گئی .... روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر گولیاں برسائی گئیں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین کے مزارات مقدسہ کو ناپاک قدموں سے روند ڈالا اور مقدس قبروں کو مسمار کر کے رکھ دیا۔ یہ سب کچھ "انگریز پرستی" اور "اسلام دشمنی" نہیں تو پھر کیا ہے؟ کیا قوم و ملت اور مذہبی خودکشی کی ایسی شرمناک مثال وہابی دیو بندی دھرم کے سوا اور کہیں مل سکتی ہے؟ ہرگز نہیں۔

محترم مسلمانو! کانگریس کی حمایت کے مرکز اور مسلم لیگ و پاکستان کی مخالفت کے گڑھ "دار لعلوم دیو بند" کا ۲۱' ۲۲' ۲۳ مارچ ۱۹۸۰ء کو (۱۰۰) سو سالہ جشن منایا گیا اور اس موقع پر اندرا گاندھی صاحبہ کی کانگریسی حکومت نے "جشن دیو بند" کو کامیاب بنانے کے لئے ریڈیو' ٹیلی ویژن' اخبارات و رسائل اور ریلوے وغیرہ کے تمام متعلقہ ذرائع سے ہر ممکن تعاون کیا بھارتی حکومت نے اس موقع پر ایک خصوصی ٹکٹ بھی جاری کیا جس پر مدرسہ دیو بند کی تصویر شائع کی گئی یہی نہیں بلکہ بھارتی وزیر اعظم اندرا گاندھی نے بنفس نفیس دیو بند کی (۱۰۰) سالہ "تقریبات" میں شرکت کی اور اس کا باقاعدہ افتتاح کیا اور اپنے دیدار اور نسوانی اداؤں سے علمائے دیو بند کو مسحور کر دیا دیو بند کے اسٹیج پر تالیوں کی گونج میں' اپنے خطاب سے "جشن دیو بند" کو دوبالا کر دیا بانی دیو بند مولوی قاسم نانوتوی صاحب کے نواسے اور مدرسہ دیو بند کے

بزرگ مہتمم قاری طیب صاحب دیوبندی نے اپنی "مہمان دیوی" اندرا گاندھی کو "عزت مآب وزیر اعظم" کہہ کر خیر مقدم کیا اس موقع پر اندرا گاندھی نے علمائے دیوبند سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ

"ہماری آزادی اور قومی تحریکات سے "دارلعلوم دیوبند" کی وابستگی اٹوٹ رہی ہے۔"

(مذکورہ بالا حقائق کی تفصیلات ملاحظہ فرمایئے روئیداد جشن دیوبند ۱۹۸۰ء)

روزنامہ "نوائے وقت" نے اپنی رپورٹ میں اس حوالہ سے لکھا ہے کہ

"دارالعلوم دیوبند کی (۱۰۰) سو سالہ تقریبات شروع ہوگئیں بھارت کی وزیر اعظم نے تقریبات کا افتتاح کیا۔" (ملاحظہ کیجئے "نوائے وقت" لاہور ۲۲ مارچ ۱۹۸۰ء)

روزنامہ "جنگ" راولپنڈی اپنی رپورٹ میں لکھتا ہے کہ

"ہندوستان کی وزیر اعظم نے اس موقع پر کہا کہ "دارلعلوم دیوبند نے ہندوستان میں مختلف مذاہب کے ماننے والوں کے درمیان رواداری پیدا کرنے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔" (ملاحظہ کیجئے "روزنامہ جنگ" راولپنڈی ۲۳ مارچ ۱۹۸۰ء)

روزنامہ "جنگ" کراچی کی ایک تصویر میں دیوبندی مولویوں کے جھرمٹ میں ایک بے پردہ منہ، ننگے سر، برہنہ بازو عورت کو تقریر کرتے ہوئے دکھایا گیا اور تصویر کے نیچے لکھا ہے۔

"مسز اندرا گاندھی نے دارالعلوم دیوبند کی (۱۰۰) سو سالہ تقریبات کے موقع پر تقریر کر رہی ہیں۔" (ملاحظہ کیجئے "روزنامہ جنگ" کراچی ۱۳ اپریل ۱۹۸۰ء)

روزنامہ "امروز" لکھتا ہے کہ جشن دیوبند کے مندوبین حضرات نے واپسی پر بتایا کہ

"جشن دیوبند کی تقریبات پر بھارتی حکومت نے ڈیڑھ کروڑ روپے خرچ کئے اور ساٹھ لاکھ روپے دارالعلوم دیوبند نے اس مقصد کے لئے اکٹھے کئے" (ملاحظہ کیجئے روزنامہ "امروز" ۲۷ مارچ ۱۹۸۰ء)

جشن دیو بند کے افتتاحی اجلاس کی صدارت نجدی سعودی حکومت کے شیخ عبدالمحسن عباد چانسلر ریاض یونیورسٹی نے کی۔ جشن دیو بند کی صد سالہ خوشی میں سعودی نجدی حکومت کے سربراہ شاہ خالد اور ولی عہد شہزادہ فہد کے پیغام پڑھ کر سنائے گئے اور ان کی طرف سے دس لاکھ (یعنی بیس لاکھ) ریال کے عطیہ کا اعلان کیا گیا۔

(ملاحظہ ہو روئیداد جشن دیو بند صفحہ ۴۴)

بھارت کے صدر نے اپنے پیغام میں کہا دار العلوم دیو بند نے جو خدمات انجام دیں وہ قابل صد تحسین وصد مبارک باد ہیں۔

(ملاحظہ ہو روئیداد جشن دیو بند صفحہ ۴۴)

کمیونسٹ پارٹی آف انڈیا کے جنرل سیکریٹری سی راجشور راؤ نے کہا "ہندو مسلم اتحاد کے علمبردار کی حیثیت سے انہوں نے ہماری جدوجہد آزادی میں سیکولر جمہوریت کی روایات کو نہ صرف برقرار رکھا بلکہ ان میں قابل قدر اضافہ بھی کیا ہم کمیونسٹ ان خدمات کو بڑی قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں ضرورت اس امر کی ہے کہ دار العلوم دیو بند کی خدمات کو اور بھی زیادہ نمایاں کیا جائے۔"

(ملاحظہ ہو روئیداد جشن دیو بند صفحہ ۴۸)

بھارتی وزیر داخلہ ذیل سنگھ نے اپنے پیغام میں کہا۔

"ہندوستان کی مشہور عربی یونیورسٹی اور اسلامی دار العلوم دیو بند کے ۲۱ مارچ سے شروع ہونے والے جشن صد سالہ کے سلسلہ میں اپنی بہترین نیک خواہشات پیش کرتا ہوں۔

(ملاحظہ ہو روئیداد جشن دیو بند صفحہ ۴۸)

اچھوت لیڈر جگ جیون رام' سابق نائب وزیر اعظم ہندوستان نے پینتالیس منٹ تقریر کی جس میں انہوں نے کہا

دارالعلوم دیوبند سے گزشتہ ایک سو سال سے جو اسلام کی روشنی پھوٹ رہی ہے وہ

انسان بنانے کی روش ہے۔

(ملاحظہ ہو روئیداد جشن دیوبند ص

محترم مسلمانو! جشن دیوبند "تاریخ دیوبند" کی ایک ایسی جیتی جاگتی تصویر ہے، جسے

مورخ، کوئی تذکرہ نگار نظر انداز نہیں کر سکتا ہے اور یہ بدنما داغ شاید ہی ان کے دامن

مٹ سکے۔

اب ذرا جشن دیوبند کے منہ بولتے ثبوت کے چند مناظر بھی اپنی حقیقی نگاہوں سے د

جشن دیوبند کے موقعہ پر علمائے دیوبند نے "جشن دیوبند" کے نام سے ایک کتاب شائع کی

کتاب میں سے چند تصاویر آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔

پہلی تصویر میں مولوی محمد سالم اندرا گاندھی کو تقریر کی دعوت دے رہے ہیں اور ا

گاندھی کرسی پر بیٹھی ہوئی ہے جبکہ علمائے دیوبند برابر میں بیٹھے ہیں۔

دوسری تصویر میں بھارتی وزیراعظم اندرا گاندھی صد سالہ جشن دیوبند سے خطاب کر

ہیں اور علمائے دیوبند بڑی توجہ سے ان کی تقریر سن رہے ہیں۔

تیسری تصویر میں بھارت کے سابق نائب وزیراعظم جگ جیون رام شرکاء سے خطاب

رہے ہیں۔

اتنی وضاحتوں کے بعد بھی اگر کوئی اپنے دودھ کی مانند سفید دامن دل کو داغ دار ہو

سے نہ بچا سکے اور ان ہلاکت خیزیوں کو جاننے کے بعد بھی اپنے آپ کو اسلام کے ان د

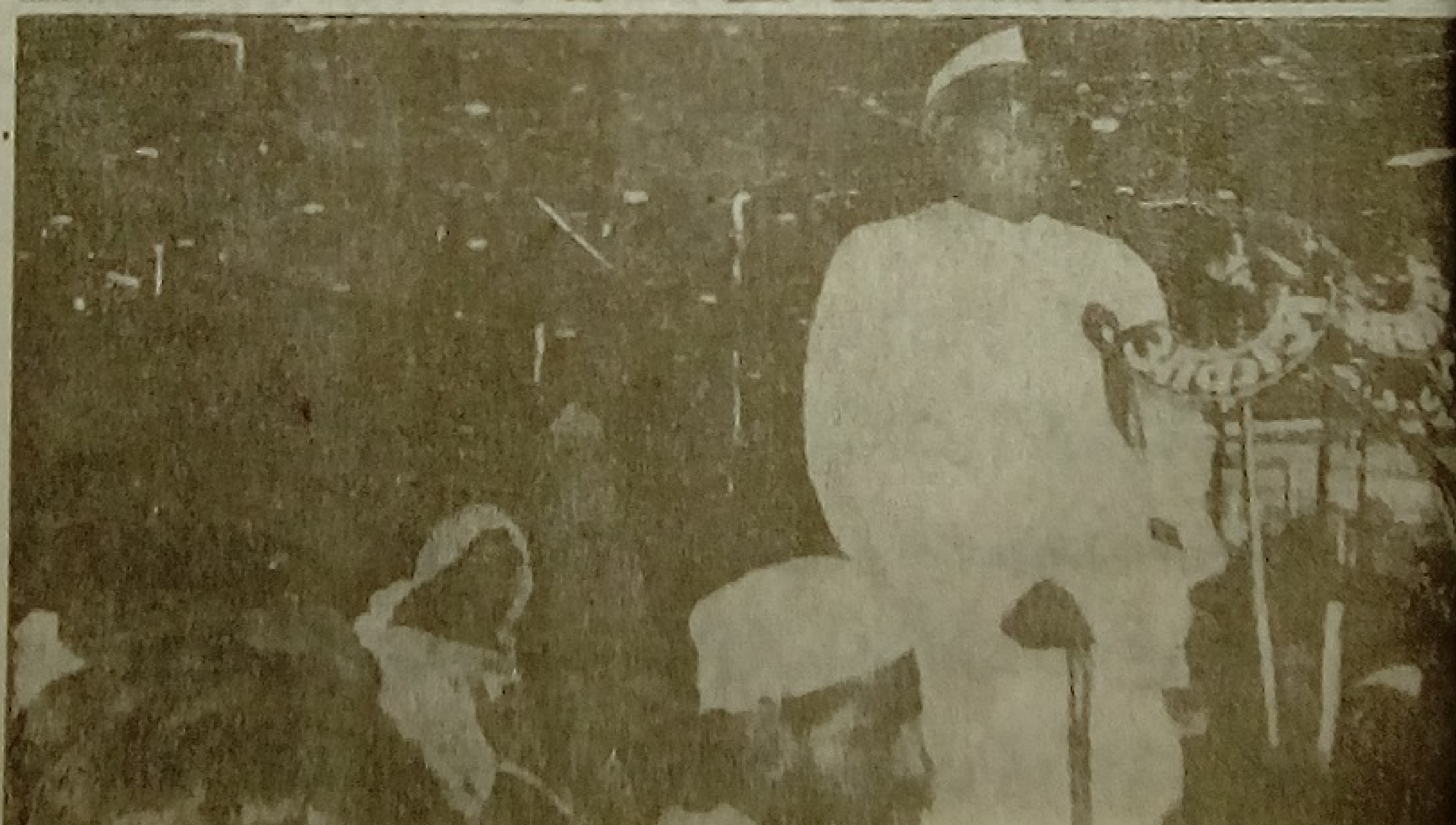
اور انگریزوں اور ہندو کانگریس کے ان کانگریسی ایجنٹوں سے نہ بچا سکے تو یہ اس کی بدبختی نہ

اور کیا ہے؟

محترم مسلمانو! ان تاریخی حقائق نے فرقہ دیوبند کے انگریز ایجنٹ اور کانگریس ایجنٹ







پر مہر تصدیق ثبت فرمادی ہے اور اب یہ فیصلہ کرنا قطعی مشکل نہیں کہ فرقہ دیوبند' وہابی اگر
پیدا کردہ ایک ایسا گروہ ہے جس نے نہ صرف برصغیر پاک و ہند کے مسلمانوں کو' سیاسی طور
"انگریز سرکار" کا غلام بنانے میں اہم کردار ادا کیا بلکہ امت رسول اللہ صلی اللہ علیہ و
انتشار و افتراق اور گروہ بندی میں مبتلا کر دینے کا بیڑہ بھی اٹھایا۔ مگر آپ کو یہ جان کر حیرت ہو
کہ آج علمائے دیوبند اور غیر مقلد وہابی تاریخ کو مسخ کر رہے ہیں
اخبارات و رسائل' اسکولوں' کالجوں اور یونیورسٹیوں میں پڑھائی جانے والی درسی کتا
اس بات کی گواہ ہیں کہ دور حاضر کے علمائے دیوبند آج اپنے اکابرین کو ۱۸۵۷ء کی جنگ
آزادی کا ہیرو اور انگریزوں کے مخالف قرار دے رہے ہیں جس کا اندازہ حسب ذیل عبارات
سے لگایئے۔ دیوبندی رسالہ ماہنامہ اقراء لکھتا ہے۔

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں علماء حق اور آزادی ہند طبقہ نے فرنگی استبدادیت اور اس کے
ظلم وجور کے خلاف ایک زبردست آزادی کی جنگ لڑی اس آزادی فکر کے نام لیوا علماء اسلام
کی قیادت حضرت امداد اللہ مہاجر مکی کر رہے تھے اکابرین دیوبند حضرت علامہ رشید احمد گنگوہی
حضرت مولانا قاسم نانوتوی' حضرت حافظ محمد ضامن صاحب نے اس جہاد کو کامیاب بنانے کے
لئے اپنی پوری مجاہدانہ کوششیں صرف کیں۔ (ملاحظہ ہو ماہنامہ اقراء صفحہ ۱۰۷)

ماہنامہ "الحق" کا ایک من گھڑت اور نئی نسل کو حقائق سے گمراہ کرنے والا بیان ا
پڑھیے۔

مشرقی اور مغربی پاکستان کا جھنڈا لہرانے کا اعزاز کسی آکسفورڈ' کیمرج اور کیلفو
یونیورسٹیز کے فارغ شدگان کے حصہ میں نہ آیا بلکہ یہ اعزاز دیوبند کے ان فضلاء کو ملا جنہوں
نے تحریک پاکستان میں شبانہ روز محنت کر کے اپنی علمیت اور قابلیت کا لوہا منوایا۔

ایک موقع پر بمبئی میں بابائے قوم مسٹر جناح نے دیوبند کی ایک عظیم ہستی حکیم الامت

ملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی کو خراج تحسین ان الفاظ میں پیش کیا اور کہا کہ مسلم لیگ کے ساتھ ایک بہت بڑا عالم ہے جس کا علم تقوی اگر ایک پلڑے میں رکھ دیا جائے اور تمام علماء کا علم اور تقوی دوسرے پلڑے میں رکھ دیا جائے تو اس ہستی کا پلڑا بھاری ہو گا۔ وہ مولانا اشرف علی تھانوی ہیں... مسلم لیگ کو آپ جیسی عظیم المرتیب ہستی کی حمایت کافی ہے۔

(ملاحظہ کیجئے ماہنامہ الحق ص ۷۸ اکوڑہ خٹک)

اور سنیئے علمائے دیوبند کی تاریخ کا ایک اور جھوٹا افسانہ۔

اہل ہند انگریز کے مظالم کے خلاف جب اٹھ کھڑے ہوئے اسی دور میں ..... تھانہ بھون سے مسلمانوں کا ایک چھوٹا سا لشکر شاملی کی طرف روانہ ہوا۔ جو انگریزوں کی فوج کا ایک مضبوط قلعہ تھا۔ اس لشکر میں مولانا قاسم صاحب نانوتوی' حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی اور حافظ محمد ضامن صاحب (جو اسی شاملی کے میدان میں شہید ہوئے) قابل ذکر ہیں۔ یہ واقعہ ۱۴ ستمبر ۱۸۵۷ء کو رونما ہوا۔

(ملاحظہ کیجئے ماہنامہ الحق ص ۷۳ اکوڑہ خٹک اگست ۱۹۹۷ء)

مسلمانو! مذکورہ واقعہ میں قاسم نانوتوی اور رشید احمد گنگوہی کا ذکر بھی کیا گیا ہے۔ اور یہ دونوں وہی حضرات ہیں جو انگریزوں کی حمایت میں اٹل پہاڑ کی طرح مسلمانوں کے خلاف جم گئے تھے اور اس جنگ میں حافظ محمد ضامن کو مسلمانوں نے گولی مار کر ہلاک کر دیا تھا۔ مگر آپ تاریخ کو مسخ کرنے کا اندازہ لگائیے کہ مذکورہ بالا واقعہ میں بتایا جا رہا ہے کہ حافظ محمد ضامن صاحب شاملی کے مقام پر انگریزوں سے لڑتے ہوئے شہید ہوئے۔

ایک اور تاریخی جھوٹ ملاحظہ کیجئے کہ وہ محمود الحسن کے بارے میں کیا فرماتے ہیں۔

حضرت شیخ الہند کے متعلق یوپی کے گورنر سر جیمس نے کہا تھا کہ اس شخص کی اگر بوٹی بوٹی بھی کر دی جائے تو ہر بوٹی سے انگریزوں کی عداوت ٹپکے گی۔

(ملاحظہ کیجئے ماہنامہ الحق اکوڑہ ص ۴۷ سطر نمبر ۱ تا ۱۹ اگست ۱۹۹۷ء)

محمود الحسن جنہوں نے انگریز حکومت کی جھوٹ اور مکرو فریب کا اندازہ لگایئے کہ وہ پرورش میں پلنے والے دارالعلوم دیو بند میں ساری زندگی گزاری اور انگریز حکومت سے مراعات حاصل کرتے کرتے دنیا سے چلے گئے ان کے بارے میں یہ کہنا کہ ان کی ہر بوٹی سے انگریزوں کی عداوت ٹپکے گی۔ جھوٹ نہیں تو اور کیا ہے؟

تاریخ ایسی حقیقت ہے جسے کوئی بھی جھٹلا نہیں سکتا آج اگر علمائے دیو بند اپنے اکابر کو ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کا ہیرو قرار دیتے ہیں تو یہ کوئی تعجب کی بات نہیں اس لئے کہ جو لوگ اسلام کا شیرازہ بکھیر سکتے ہیں۔ انبیاء اولیا کرام کی شان میں گستاخیاں کر سکتے ہیں۔ انگریزوں سے میل جول رکھ سکتے ہیں۔ ایسے لوگوں کا جھوٹ بولنا کوئی تعجب کی بات نہیں۔ تاریخ کو مسخ تو کیا جاسکتا ہے مگر جھٹلایا نہیں جاسکتا۔

آپ پر یہ حقیقت واضح ہو چکی ہے کہ مدرسہ دیو بند برٹش حکومت کے تیار کردہ علماؤں کا بہت بڑا مرکز تھا جس مدرسہ کو چلانے والے خود انگریز ہوں اس مدرسہ کو انگریزوں کے خلاف باغیانہ سرگرمیوں کا اڈہ کہنا آنکھوں میں دھول جھونک دینے کے سوا کچھ نہیں۔ علمائے دیو بند انگریزوں کے کس قدر حامی تھے اس حقیقت کا اندازہ اس واقعہ سے بھی لگایا جاسکتا ہے۔

ایک مرتبہ بانی مدرسہ دیو بند قاسم نانوتوی ' مولوی منصور علی خاں کے ہمراہ نانوتوہ روانہ ہوئے راستے میں مولانا کا حجام آتا ہوا ملا ' اور اس نے خبردی کہ نانوتہ کے تھانیدار نے ایک عورت کے بھگانے کے الزام میں میرا چالان کر دیا ہے خدارا مجھے بچایئے ' مولوی منصور علی خان کا بیان ہے کہ نانوتہ پہنچتے ہی مولانا نے اپنے مخصوص کارندہ منشی محمد سلیمان کو طلب کیا اور پر جلال آواز میں فرمایا اس غریب کو تھانیدار نے بے قصور پکڑا ہے تم اس سے کہہ دو کہ یہ حجام ہمارا آدمی ہے اس کو چھوڑ دو ورنہ تم بھی نہ بچو گے اس کے ہاتھ میں ہتھکڑی ڈالو گے تو تمہارے

ہاتھ میں بھی ہتھکڑی پڑے گی۔

منشی محمد سلیمان نے مولانا نانوتوی کا حکم ہو بہو تھانیدار تک پہنچا دیا تھانیدار نے جواب دیا اب کیا ہو سکتا ہے روزنامچہ (FIR) میں اس کا نام لکھ دیا گیا مولانا نانوتوی نے اس کے جواب پر حکم دیا کہ تھانیدار سے جاکر کہہ دو کہ اس کا نام روزنامچہ سے کاٹ دو' مولانا کا حکم پاکر تھانیدار خود ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا حضرت نام نکالنا بڑا جرم ہے اگر اس کا نام نکال دیا تو میری نوکری جاتی رہے گی فرمایا اس کا نام روزنامچہ سے کاٹ دو تمہاری نوکری نہیں جائے گی مولوی منصور علی خان کا کہنا ہے کہ مولانا کے حکم کے مطابق تھانیدار نے حجام کو چھوڑ دیا اور تھانیدار تھانیدار ہی رہا۔ (ملاحظہ ہو سوانح قاسمی صفحہ ۳۲۳۔ ۳۲۲۔ ۳۲۱)

اس واقعہ کو سننے کے بعد آپ کو یہ غور کرنا ہے کہ اگر بانی مدرسہ دیوبند مولوی قاسم نانوتوی برٹش حکومت کے مخالف اور باغی تھے تو پولیس کا محکمہ ان کا اس قدر فرمانبردار اور تابع کیوں ہوا اور تھانیدار کو یہ دھمکی کیوں دی گئی کہ اس کو چھوڑ دو ورنہ تم بھی نہ بچو گے اس کے ہاتھ میں ہتھکڑی ڈالو گے تو تمہارے ہاتھ میں بھی ہتھکڑی آپڑے گی ایسی دھمکی وہی دے سکتا ہے جس کا تعلق اعلیٰ حکام سے ہو' حکومت کے باغی میں یہ جرات ہرگز نہیں ہو سکتی۔

مسلمانو! ان تمام حقائق کو جاننے کے بعد یہ حقیقت سورج کی طرح روشن ہو جاتی ہے کہ برصغیر پاک وہند میں دشمن اسلام انگریزوں نے مسلمانوں میں انتشار برپا کرنے اور مسلمانوں کی یکجہتی کو پارہ پارہ کرنے کے لئے بڑے بڑے گل کھلائے۔ انہوں نے عہدوں اور دولت کا لالچ دے کر ایسے زر خرید مولویوں کی خدمات حاصل کیں جو نئے انداز سے مسلمانوں کے عقائد و نظریات کا رخ بدل کر رکھ دیں۔ اس مذموم مقصد کے لئے انہوں نے خاص طور پر پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے منصب کو نشانہ بنایا۔ زر خرید مولویوں کی تمام تر توانائیاں اسی پر صرف ہوئیں کہ حضور پیغمبر آخر الزماں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود کی اہمیت ختم ہو

جائے۔ اور دنیا میں بہت سے نام نہاد نبی پیدا کر دیئے جائیں اور اس دیوار کو سب سے پہلے جس نے توڑا وہ دیوبندی گروہ کا سربراہ مولوی قاسم نانوتوی ہی تھا۔ جس نے برملا یہ اعلان کیا کہ

"یہ خیال تو صرف عوام کا ہے ورنہ تحقیقی علم تو یہ ہے کہ حضور کے بعد اگر کوئی دوسرا نبی پیدا ہو بھی جائے جب بھی حضور کی خاتمیت میں فرق نہ آئے گا۔"

انگریزوں کی یہ پہلی اور خطرناک سازش تھی جو پیغمبر خاتم النبین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اہمیت کے خلاف وجود میں آگئی۔

چنانچہ اس سازش کے تحت پیغمبرانہ منصب کو حاصل کرنے کے لئے پہل کرنے والے آگے بڑھے۔ جو آپ پچھلے صفحات میں بھی پڑھ چکے ہیں۔ اس دوڑ میں علمائے دیوبند ابھی فیصلہ بھی نہ کر پائے تھے کہ سرزمین قادیان سے مرزا غلام احمد قادیانی اس منصب کو حاصل کرنے کے لئے کود پڑا۔

ایک ہی وقت میں کسی دو نبوت کے دعویداروں کا دعویٰ انگریز سازش کے خلاف تھا۔ لہٰذا علمائے دیوبند نے اسی پر صبر کیا کہ دعویٰ نبوت نہ سہی، نبوت کا دروازہ کھولنے کا حق تو بہرحال محفوظ ہے۔ اس حقیقت کا اعتراف قادیانی فرقہ کے ایک ابو العطا جالندھری نے اس طرح کیا۔

"حضرت مولوی صاحب موصوف (مولوی قاسم نانوتوی بانی مدرسہ دیوبند) کی کتب کا مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت کے بارے میں سابق علمائے محققین کی روشنی میں آپ نے نہایت واضح موقف اختیار فرمایا ہے۔ (ملاحظہ کیجئے افادات قاسمیہ ربوہ پاکستان)

قادیان سے شائع ہونے والی قاسم نانوتوی کی افادیت کے بارے میں شائع ہونے والی کتاب کے قادیانی مصنف افادات قاسمیہ میں مزید لکھتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی خاص مصلحت سے حضرت مولوی محمد قاسم نانوتوی صاحب کو خاتمیت

محمدی کے اصل مفہوم کی طرف وضاحت کے لئے رہنمائی فرمائی اور آپ نے اپنی کتابوں اور اپنے بیانات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبین ہونے کی نہایت دلکش تشریح فرمائی۔ (ملاحظہ ہو افادات قاسمیہ مطبوعہ ربوہ)

اسی کتاب میں ایک جگہ یہ بھی بیان دیا گیا ہے۔

"بلا شبہ آپ کی کتاب تحذیر الناس اس موضوع پر خاص اہمیت رکھتی ہے۔ (افادات قاسمیہ)

مسلمانو! بانی مدرسہ دیو بند مولوی قاسم نانوتوی جنہوں نے مرزا غلام احمد قادیانی کے لئے نبوت کا دروازہ کھولا اس حقیقت کا اندازہ آپ آج بھی علمائے دیو بند کی درس نظامی کی اس کتاب سے بھی بخوبی لگا سکتے ہیں جس میں درس نظامی کی منطق کی ابتدائی کتاب مرقات کے پہلے صفحہ پر نانوتوی صاحب کے اس کفریہ نظریہ کو بڑی شدومد کے ساتھ اس طرح بیان کیا ہے۔

اور ذاتی طور پر نبوت کے حامل ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور دوسرے نبی ثانوی اور عارضی طور پر نبوت سے متصف ہیں (ملاحظہ کیجئے مرقات ص ۲ حاشیہ ۵)

ان تمام حقائق سے یہ واضح ہوا کہ انگریزوں کے اشارے پر اگرچہ دیو بندی علماء نے کھل کر نبوت کا دعویٰ نہیں کیا۔ مگر منصب نبوت کے سارے لوازمات اور اوصاف اپنے درمیان تقسیم کئے۔

ان تاریخی حقائق کو جان لینے کے بعد' اس افسوس ناک حقیقت کا اعتراف بھی کرنا پڑے گا کہ جس اسلام کے بنیادی عقیدہ توحید پر برصغیر کے مسلمانوں کی شیرازہ بندی بزرگان دین نے کی تھی' آج اسی اسلامی عقیدہ توحید کو انتشار و اختلاف کا سبب بنایا جا چکا ہے اور ملت اسلامیہ دو ایسے متحارب گروہوں میں بٹ چکی ہے کہ اتحاد و اتفاق تو دور کی بات ہے' ایک دوسرے کو سلام وکلام کرنا بھی گوارہ نہیں کیا جاتا ایک دوسرے کے پیچھے نماز ادا کرنا' ناجائز سمجھا جاتا ہے۔

کل تک جن فرقوں کا نام و نشان تک اس خطے میں نہ تھا آج وہ بیانگ دہل، سنی مسلمانوں کی آبادیوں کو "بدعتوں کے مرکز" اور بزرگان دین کے مزارات مقدسہ کو "کفرو شرک کے اڈے" قرار دے رہے ہیں اور بڑی کثرت سے "شرک کی ڈگریاں" لوگوں میں تقسیم کر رہے ہیں بات بات پر، ہر اچھے بھلے صحیح العقیدہ مسلمان کو کافرو مشرک اور بدعتی قرار دیا جارہا ہے۔

مسلمانو! یہ حقیقت ہے کہ دنیا میں جس قدر فرقے وجود میں آئے اور انہیں جس قدر پذیرائی ملی سنی مسلمانوں ہی کی وجہ سے ملی۔ آج ان میں جتنے لوگ بھی شامل ہیں یہ سب کے سب پہلے سنی مسلمان ہی تھے اپنے عقیدہ سے لاتعلقی کے سبب آج یہ گمراہ اور بے دین فرقوں کا شکار ہوئے ان کی لاعلمی سے گمراہ فرقوں نے بھرپور فائدہ اٹھایا، کسی نے کہا غیر اللہ سے مدد لینا شرک، تو کسی نے کہا یارسول اللہ کہنا شرک، کسی نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نور کہنا شرک تو کسی نے کہا کہ حضور کو حیاۃ النبی کہنا شرک، کسی نے کہا بارگاہ خداوندی میں وسیلہ اختیار کرنا شرک، تو کسی نے کہا کہ حضور کی بارگاہ میں درود و سلام پڑھنا شرک، کسی نے کہا غیر اللہ کی نیاز کرنا شرک تو کسی نے کہا کہ حضور کو "غیب داں" ماننا شرک گویا، اٹھنا شرک..... بیٹھنا شرک..... چلنا شرک..... جاگنا شرک..... رکنا شرک..... سونا شرک..... کھانا شرک..... پینا شرک..... یوں لگتا ہے کہ روئے زمین پر شرک کے علاوہ کچھ ہے ہی نہیں سارے کے سارے (نعوذ باللہ) شرک ہی لیتے ہیں شرک ہی دیتے ہیں کس قدر شرک کا انبار لگا ہوا ہے۔

جتنے منہ اتنی باتیں اور یہ ساری باتیں وہ ہیں جو وہابی زبانیں کہتے ہوئے نہیں تھکتیں علم سے ناآشنا سنی مسلمان انہیں حق مان کر دیو بندی وہابی عقیدہ اختیار کر لیتے ہیں، اس فرقہ پرستی کے دور میں مسلمانوں کو آج اپنے عقائد سے باخبر ہونا چاہیے تھا مگر بدنصیبی سے سنی مسلمان اپنے بنیادی عقائد سے بالکل بے خبر ہوتے جارہے ہیں وہابی نجدیوں اور دیو بندیوں کے بھرپور پروپیگنڈے نے مسلمانوں کو اپنے اصل مرکز سے بہت دور کر دیا لہٰذا اے مسلمانو! اگر آپ

شرک کی حقیقت کو جاننا چاہتے ہیں تو میں آپ سے پر زور درخواست کروں گا کہ آپ مجھ ناچیز کی تحریر کردہ کتاب "حق کی تلاش" کا ضرور مطالعہ کریں انتہائی آسان الفاظ میں لکھی گئی اس کتاب کو پڑھنے سے آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ آج دنیا بھر کے کروڑوں سنی مسلمان شرک میں مبتلا ہیں یا نہیں اس کتاب کا مطالعہ آج ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے۔

پیارے مسلمانو! خدا گواہ ہے ان حقائق سے آپ بھائیوں کو آگاہ کرنے کا میرا اس کے سوا اور کوئی مقصد نہیں کہ کسی طرح آپ کا ایمان سلامت رہے اور ایمان بالخیر آپ کا خاتمہ اس دنیا سے ہو۔ اب ذرا اختصار کے ساتھ ان حقائق پر بھی روشنی ڈال دوں جن سے ہمارے کروڑوں سنی مسلمان بے خبر ہیں اور ان کی بے خبری اور لاعلمی کی وجہ سے دیوبندی، اور وہابی فرقے بہت فائدہ اٹھا رہے ہیں ان تمام انگریز علماء کا یہ عقیدہ ہے کہ حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کا میلاد منانا اور اس پر خوشی کا اظہار کرنا گناہ کبیرہ ہے۔

مسلمانو! یہ حقیقت ہے کہ عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم منانا نہ تو فرض ہے اور نہ ہی واجب لیکن تمام آئمہ دین اور صالحین کے نزدیک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا میلاد منانا مستحب اور باعث خیر و برکت ہے۔ کنز العمال میں ہے کہ حضور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر خیر اور آپ کی پیدائش کا تذکرہ عبادت ہے ترمذی شریف اور بیہقی شریف کی حدیث مبارکہ ہے کہ حضور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا نسب اور پیدائش کا تذکرہ منبر پر کھڑے ہو کر بیان فرمایا حضور کے صحابہ کرام بھی یوم میلاد کا اہتمام کیا کرتے تھے ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اپنی قوم کے سامنے اپنے گھر میں حضور کی ولادت کے واقعات بیان فرما رہے تھے اور مسرت کا اظہار کر کے اللہ تعالیٰ کا شکر بجالا رہے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام بھیج رہے تھے کہ اچانک حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی تشریف لے آئے اور ارشاد فرمایا تمہارے واسطے میری شفاعت حلال ہو گئی (ملاحظہ ہو التنویر فی مولد السراج

المنیر مصنف امام عمر بن حسن محدث اندلسی)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ روز میلاد کھجوریں تقسیم فرماتے اور ارشاد فرماتے کہ جو اس دن کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کی خوشی میں ایک درہم خرچ کرے گا تو یوں سمجھے کہ اس نے سونے کے پہاڑ سے بھی زیادہ خرچ کیا اور قیامت کے دن اسے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہوگی (ملاحظہ ہو سراج المنیر ص ۱۴۶)

ابو لہب اسلام کا سخت ترین دشمن تھا۔ انتقال کے ایک سال بعد حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے خواب میں دیکھا کہ بہت برے حال میں ہے اور کہہ رہا ہے کہ تمہارے بعد مجھے کوئی راحت نصیب نہیں ہوئی لیکن اتنا ضرور ہے کہ ہر پیر کے دن مجھ سے عذاب کی تخفیف کی جاتی ہے حضرت عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پیر کے دن پیدا ہوئے اور کنیز ثوبیہ نے حضور کی پیدائش کی خوشخبری سنائی تو اسے آزاد کر دیا تھا۔ (ملاحظہ ہو فتح الباری صفحہ ۱۸۸ جلد ۹ عمدہ القاری شرح بخاری صفحہ ۹۵ جلد ۲۰)

غور فرمائیے! ابولہب اسلام کا دشمن ہے مگر حضور کی پیدائش کی خوشی میں اپنی کنیز ثوبیہ کو آزاد کر دیا تو اس کا انعام یہ ملا کہ ہر پیر کے دن اس کے عذاب میں کمی کر دی گئی۔ سوچئے جو اہل ایمان حضور کی محبت میں یوم میلاد منائے گا اس کا اجر و انعام کتنا عظیم تر ہوگا۔

عالم اسلام کے عظیم و جلیل محدث علامہ ابن جوزی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے میلاد پاک کی خوشی منائے تو وہ خوشی دوزخ کی آگ کے لئے پردہ بن جائے گی اور جو میلاد مصطفےٰ پر درہم خرچ کرے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کی شفاعت فرمائیں گے جو قبول ہوگی (ملاحظہ ہو مولد العروس ص ۹ مطبوعہ بیروت)

پیارے مسلمانو! ۱۲ ربیع الاول کا مقدس دن وہ مبارک دن ہے کہ جس دن اللہ تعالیٰ کے پیارے رسول سید الانبیاء احمد مجتبیٰ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس گلشن ہستی میں جلوہ گر

ہوئے اور پوری کائنات اس سراج منیر کے نور مبیں سے جگمگا اٹھی پوری انسانیت جہالت اور بداعمالیوں کے حصار میں مقید تھی اور تمام راستے شیطانیت اور گمراہی کے گھٹاٹوپ اندھیروں کی لپیٹ میں تھے کہ اس مقدس آفتاب رشد و ہدایت کی روشنی و تاباں کرنیں ظلمتوں کا جگر چاک کرتی ہوئی چار سو پھیل گئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس جہان رنگ و بو میں پیر کے دن تشریف لائے۔ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرما کر ارشاد فرمایا۔

لقدمن اللہ علی المومنین اذبعث فیھم رسولا (سورہ عمران ۱۶۴)

ترجمہ۔ بے شک اللہ کا بڑا احسان ہوا مسلمانوں پر کہ ان میں انہیں میں سے ایک رسول بھیجا۔

اس آیت مقدسہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کو احسان قرار دیا گیا تاکہ مومن اس احسان کو ہمیشہ یاد رکھیں اور احسان فراموش نہ ہوں پھر خوشیاں منانے کا بھی حکم دیا ارشاد باری تعالیٰ ہوا۔

قل بفضل اللہ و برحمتہ فبذلک فلیفرحوا ھو خیر مما یجمعون (سورہ یونس ۵۸)

ترجمہ۔ تم فرماؤ اللہ ہی کے فضل اور اسی کی رحمت اور اسی پر چاہیے کہ خوشی کریں وہ ان کے سب دھن دولت سے بہتر ہے۔

ایک مرتبہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بارگاہ خداوندی میں عرض کیا۔

اللھم ربنا انزل علینا مائدۃ من السماء تکون لنا عیدالاولنا واخرنا (سورہ مائدہ ۱۱۴)

ترجمہ۔ اے اللہ ہم پر آسمان سے خوان (کھانا) اتار کہ وہ ہمارے اگلوں اور پچھلوں کی عید ہو۔

غور فرمایئے! مذکورہ بالا آیت مقدسہ سے اس حقیقت کا پتہ چلا کہ اگر آسمان سے کھانا نازل ہو تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس دن عید منائیں اور جب تمام عالمین کی جان، جان ایمان، نعمت

عظمٰی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائیں تو تعجب ہے وہ دن عید کا نہ ہو؟ قرآن مجید میں

ایک اور جگہ ارشاد ہوتا ہے۔

یاایہا الناس اذکرو نعمت اللہ علیکم (سورہ فاطر آیت ۳)

ترجمہ۔ اے لوگوں اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی نعمت کو یاد کرو دوسری جگہ ارشاد فرمایا۔

واما بنعمت ربک فحدث (سورہ والضحی)

ترجمہ۔ اور اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو۔

مذکورہ بالا دونوں آیات کریمہ میں رب کی نعمت کا خوب چرچا کرنے کا حکم موجود ہے امام بخاری فرماتے ہیں کہ سب سے بڑی نعمت تو خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں (ملاحظہ ہو بخاری شریف جلد دوئم ص ۵۶۶)

مذکورہ بالا درخشاں دلائل سے ثابت ہوا کہ حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد میں میلاد شریف کا انعقاد کرنا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش میں خوشی کا اظہار کرنا چراغاں کرنا' ہرے جھنڈے لگانا اور جلوس نکال کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں اپنی عقیدت اور محبت کا اظہار کرنا' صدقات وخیرات کرنا سب جائز اور مستحب اور باعث خیر و برکت ہے۔ جو ہرگز بدعت نہیں۔

پیارے مسلمانو! غیر مقلد وہابیوں کا یہ دعوٰی بھی ہے کہ ماہ رمضان میں نماز تراویح کی صرف آٹھ رکعتیں پڑھنا سنت ہے۔ حدیث میں بیس رکعت تراویح کا کوئی ثبوت موجود نہیں۔ لہٰذا بیس رکعتیں تراویح پڑھنا بدعت اور گمراہی ہے۔ وہ اپنے اس دعوے کو سچ ثابت کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگاتے ہیں۔

مسلمانو! جہاں تک بیس رکعت تراویح کا معاملہ ہے سنی مسلمانوں کا اس کے بارے میں یہ عقیدہ ہے کہ بیس رکعت تراویح پڑھنا سنت رسول، سنت صحابہ اور سنت عامۃ المسلمین ہے۔ آٹھ رکعت تراویح پڑھنا غیر مقلد وہابیوں کی نئی ایجاد اور کھلی گمراہی ہے۔

حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ "بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم ماہ رمضان میں بیس رکعت پڑھتے تھے وتر کے علاوہ۔" (ملاحظہ ہو ابن ابی شیبہ، طبرانی کبیر۔ بیہقی شریف، عبداللہ بن حمید، امام لغوی، بحوالہ تنویر المصابیح فی عدد التراویح ص ۹)

مذکورہ بالا حدیث سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بیس رکعت تراویح پڑھنا ثابت ہے۔ بیہقی نے مزید فرمایا۔ بغیر جماعت کے پڑھتے تھے۔

حضرت امام مالک نے حضرت ابن رومان رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ "حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں مسلمان ماہ رمضان میں تیئس رکعت پڑھا کرتے۔ بیس تراویح اور تین وتر۔ (ملاحظہ ہو بیہقی ص ۴۹ جلد ثانی)

صحابی رسول حضرت سائب ابن یزید رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں۔

ہم صحابہ کرام عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں بیس رکعت اور وتر پڑھا کرتے تھے۔

(ملاحظہ ہو معرفۃ السنن والاثار بحوالہ تنویر المصابیح فی عدد التراویح ص ۱۰)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے رمضان میں قاریوں کو بلایا۔ پھر ایک شخص کو حکم دیا کہ لوگوں کو پانچ ترویحے یعنی بیس رکعت پڑھاؤ۔ حضرت علی کرم اللہ وجہ انہیں وتر پڑھاتے تھے۔

حضرت حارث رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ وہ امام بن کر لوگوں کو ماہ رمضان میں بیس رکعت پڑھاتے (ملاحظہ ہو اوجز المسالک ص ۳۹۱ جلد اول)

حضرت عبدالرحمان اسلمی رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے رمضان میں قاریوں کو بلا کر ان میں سے ایک آدمی کو حکم دیا کہ لوگوں کو نماز پڑھائے

بیس رکعت اور حضرت علی رضی اللہ عنہ وتر خود پڑھتے تھے۔

مسلمانو! معلوم ہوا صحابہ کرام بھی بیس رکعت تراویح پڑھتے رہے کسی نے بیس رکعت تراویح پر انکار نہ کیا۔ ہاں یہ روایت ضرور ملتی ہے کہ ابتداء میں لوگ "فردا" تراویح پڑھا کرتے تھے باجماعت تراویح کا رواج حضرت عمر فاروق کے زمانے میں ہوا۔

تراویح پڑھنا سنت رسول ہے اور باجماعت نماز تراویح پڑھنا سنت فاروقی ہے۔ اس پر اجماع صحابہ ہوا۔ کسی صحابی نے بیس رکعت تراویح باجماعت پر اعتراض ہ کیا۔ اس کی مزید تفصیلات کے لئے کتاب تنویر المصابیح فی عدد التراویح کا مطالعہ کریں۔

مسلمانو! میت کو قبر میں دفن کر کے اذان دینا اہلسنت کے نزدیک جائز اور مستحب ہے۔ مگر دیوبندی وہابی اس عمل کو حرام' بدعت اور کفر و شرک سے منسوب کرتے ہیں اور علم سے ناآشنا مسلمانوں کو گمراہ کرتے ہیں مسلمانو! یاد رکھو انسان کے لئے دو گھڑیاں ایسی ہیں جو اس کے لئے انتہائی خطرناک ہیں پہلی گھڑی وہ ہے جب اس کی روح جسم سے نکالی جاتی ہے اور دوسری گھڑی قبر میں سوال و جواب کی ہے! اگر جان کنی کے وقت ایمان بالخیر خاتمہ نہ ہوا تو عمر بھر کا کرا دھرا برباد ہو جائے گا مردے کو دفن کرنے کے بعد اذان سے کتنا فائدہ ہوتا ہے اس حقیقت کا علم تو مرنے کے بعد ہی ہوگا قبر پر اذان دینا ایک مستحب اور فائدہ مند عمل ہے اذان سے یوں تو کئی فائدے ہیں۔ ان میں سے ایک فائدہ یہ ہے کہ "جب نماز کی اذان ہوتی ہے تو شیطان گوز لگاتا ہوا بھاگتا ہے یہاں تک کہ اذان نہیں سنتا۔"

جب انسان کا انتقال ہوتا ہے شیطان اس کا ایمان چھیننے کے لئے حملہ کرتا ہے اس طرح قبر میں بھی شیطان پہنچتا ہے اور مردے کو بہکاتا ہے کہ تو مجھے خدا کہہ دے تاکہ مردہ اس آخری اور

فیصلہ کن امتحان میں بھی فیل ہو جائے اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جہنم کا ایندھن بن جائے اگر اس موقعہ پر قبر پر کھڑے ہو کر اذان دے دی جائے تو میت کو یہ فائدہ حاصل ہو جائے گا کہ اذان کی برکت سے شیطان حملہ آور نہیں ہو گا اور میت کو امان حاصل ہو جائے گی۔ اذان دینے کا دوسرا فائدہ یہ ہے کہ اذان سے خوف اور دہشت ختم ہو جاتی ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ "جب حضرت آدم علیہ السلام ہندوستان میں اترے تو ان کو سخت وحشت ہوئی پھر حضرت جبرائیل آئے اور اذان دی۔" مردہ چونکہ اپنے عزیز و اقرباء کو چھوڑ کر تنہا اندھیری قبر میں پہنچتا ہے اسے اس وقت سخت وحشت کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور اسی وحشت کے عالم میں منکر نکیر کی ہیبت ناک شکلیں اس کے ہوش باختہ کر دیتی ہیں سوال و جواب میں ناکامی کا اندیشہ بہت زیادہ ہوتا ہے اس موقع پر قبر پر کھڑے ہو کر اذان دینے سے مردے کی وحشت دور ہوتی ہے اور وہ سکون کے ساتھ سوال کے جوابات دے دیتا ہے۔

دیو بندی وہابی مولویوں کا یہ کہنا کہ اذان تو صرف نماز ہی کے لئے مخصوص ہے کسی دوسری جگہ اذان دینا جائز نہیں محترم مسلمانو! ان کا یہ خیال بھی غلط ہے اگر اذان کا دینا صرف نماز کی اطلاع کے لئے مخصوص ہے تو جب بچہ پیدا ہوتا ہے اور اس کے کان میں جو اذان دی جاتی ہے اس وقت کون سی نماز کا وقت ہوتا ہے جب آندھی اور طوفانی بارشیں ہوتی ہیں تو اس وقت قدرتی آفات سے بچنے کے لئے اذانیں دی جاتی ہیں تاکہ بارش اور آندھیوں سے محفوظ رہا جاسکے اس وقت کونسی نماز کا وقت ہوتا ہے درمختار میں ہے کہ دس جگہ اذان دینا سنت ہے

(ملاحظہ ہو در مختار جلد اول باب الاذان)

اذان دینے کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ لگی ہوئی آگ اس کی برکت سے بجھ جاتی ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ "لگی ہوئی آگ کو تکبیر سے بجھاؤ اور جب تم آگ لگی ہوئی دیکھو تو تکبیر کہو کیونکہ یہ آگ بجھاتی ہے۔"

جب مردے کو قبر میں لٹادیا جاتا ہے تو اپنے گناہوں کے سبب اس کی قبر میں آگ بھڑکادی جاتی ہے۔ اگر قبر پر کھڑے ہو کر اذان دی جائے تو امید ہے کہ اذان کی برکت سے اللہ تعالیٰ آگ بجھادے۔

قبر پر اذان دینے کا ایک فائدہ یہ بھی کہ اذان اللہ تعالیٰ کا ذکر بھی ہے اور اللہ تعالیٰ کے ذکر سے قبر کا عذاب دور ہوتا ہے اور قبر فراخ ہوتی ہے۔

ایک مرتبہ صحابی رسول حضرت ابو امامہ سخت بیمار تھے۔ نزع کے وقت ان کی عیادت کے لئے حضرت سعید بن عبداللہ تشریف لے آئے حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا اے ابو سعید جب میں مرجاؤں میرے ساتھ وہ معاملہ کرنا جسے کرنے کا ہمیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "جب تم میں سے کوئی مر جائے اور اس پر تم مٹی دے ڈالو تو چاہیئے کہ ایک شخص تم میں سے اس کی قبر کے سرہانے کھڑا ہو اور کہے اے فلاں شخص فلانی عورت کے بیٹے وہ سنے گا مگر جواب نہیں دے گا۔ پھر اسے دوبارہ اسی طرح پکارے وہ سیدھا بیٹھ جائے گا پھر تیسری دفعہ اسی طرح کہے وہ کہے گا کہ ارشاد کر اللہ تعالیٰ تجھ پر رحم کرے مگر تم اس کے اس جواب کو سن نہ سکو گے پھر اس سے کہے۔

یاد کر اس چیز کو جس پر تو دنیا سے اٹھا ہے یعنی گواہی **لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ** کی اور یہ کہ تو اس بات پر راضی ہوا کہ تیرا پروردگار اللہ ہے اور دین اسلام ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم نبی ہیں اور قرآن امام ہے۔

اگر یہ اس کو سنادو گے تو منکر اور نکیر اس کے پاس سے ہٹ جائیں گے اور یوں کہیں گے یہاں سے چل دو اس شخص کے پاس ہم کیوں بیٹھیں اس کو تو حجت سکھادی گئی اور اللہ تعالیٰ اس شخص کی طرف سے جواب دے گا۔ ایک شخص نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر اس کی ماں کا نام معلوم نہ ہو، آپ نے ارشاد فرمایا اس کو "حوا" کا بیٹا کہہ کر پکارے۔

(حدیث بحوالہ ماہنامہ العجند پشاور ستمبر اکتوبر ۱۹۹۶ء صفحہ ۱۷)

سبحان اللہ، مذکورہ بالا حدیث مبارکہ نے یہ واضح کردیا کہ قبر پر کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے سے مرحوم کو عذاب قبر سے نجات ملتی ہے اور مردہ منکر و نکیر کے سوالوں سے محفوظ ہو جاتا ہے اور اس کا جواب اللہ تعالیٰ دیتا ہے۔ اسی طرح اذان بھی اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے جس سے مردے کو شیطان کے شر سے پناہ حاصل ہوتی ہے۔ ان اعمال کو شرک و بدعت کہہ کر نہ کرنا آخرت کی دائمی نعمتوں سے محرومی اور آخرت برباد کرنے کے سوا کچھ بھی نہیں مسلمانوں کو چاہیے کہ وہابیوں کے مکرو فریب میں ہرگز نہ آئیں۔ مرنا ہر ایک کو ہے دنیا میں آج تک کوئی ایسا نہیں جسے موت نہ آئی ہو۔ جب مرنا ہی ہے تو کیوں نہ مرنے سے پہلے ہم بھی صحابی رسول حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ کی سنت کو اپنائیں اور اپنے عزیزوں کو مذکورہ بالا حدیث مبارکہ پر عمل کرنے اور اپنی قبر پر اذان دینے کی وصیت کریں۔

مسلم شریف میں ہے کہ جب صحابی رسول حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے انتقال کا وقت آیا تو انہوں نے اپنے بیٹے کو وصیت فرمائی کہ

جب مجھے دفن کر چکو تو میری قبر پر مٹی ڈال کر میری قبر کے گرد اتنی دیر ٹھہرنا جتنی دیر میں اونٹ کو ذبح کر کے اس کا گوشت تقسیم کیا جاتا ہے تاکہ تمہارے قرب سے مجھے انس حاصل ہو اور میں دیکھوں کہ میں فرشتوں کو کیا جواب دیتا ہوں۔

(ملاحظہ ہو شرح مسلم باب کتاب الایمان صفحہ ۲۳۵)

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد سے بھی یہ معلوم ہوا کہ میت کو دفن کرنے کے فوراً بعد قبرستان سے چلے جانا صحابہ کرام کے معمولات کے خلاف ہے دفن کے بعد کچھ دیر قبر کے پاس ٹھہرنا چاہیے تاکہ میت کو اپنے عزیز کے قرب کی وجہ سے اطمینان و طمانیت حاصل ہو اور اس دوران لوگ ذکر و اذکار اور تلاوت قرآن پاک میں مشغول رہیں تو میت کو

مزید اطمینان نصیب ہوتا ہے۔

احادیث مبارکہ کا ذخیرہ اس حقیقت کے ثبوت کے لئے موجود ہے کہ مردہ قبر سے باہر کی آواز سنتا ہے۔ اس لئے اگر اس موقعہ پر قبر پر اذان دی جائے تو اس سے رحمت الٰہی کا نزول ہوگا۔ کیونکہ اذان میں جہاں توحید کا ذکر ہے وہیں رسالت اور نماز کا بھی ذکر ہے اور قبر میں میت سے انہی کے بارے میں پوچھا جاتا ہے کہ تمہارا رب کون' رسول کون' اور تمہارا دین کیا ہے۔ قبر میں میت کے دل و دماغ پر خوف و ہراس کی کیفیت طاری ہوتی ہے اذان سن کر فوراً" اس کا ذہن ان سوالوں کے جوابات کی طرف منتقل ہو جاتا ہے پس یہ عمل میت کے ساتھ انتہائی ہمدردی اور کار خیر ہے۔ جو کسی طرح بدعت و حرام نہیں۔

محترم مسلمانو! اہل سنت کا یہ عقیدہ ہے کہ بزرگان دین کے عرس اور ان کی قبروں کی زیارت کے لئے جانا جائز اور حصول برکت کا ایک ذریعہ ہے۔

مگر دیوبندی وہابی مولوی اسے بھی حرام بدعت' شرک اور کفر قرار دیتے ہیں جہاں تک قبروں کی زیارت کرنے کا معاملہ ہے یہ عمل کوئی فرض یا واجب نہیں ایک مستحب عمل ہے جو کسی طرح بدعت نہیں۔ خود سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابی کرام قبروں پر ایصال ثواب کے لئے تشریف لے جایا کرتے تھے اور دوسروں کو بھی قبروں کی زیارت کا حکم فرماتے مسلم شریف کی حدیث ہے کہ حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی والدہ ماجدہ کی قبر کی زیارت فرمائی۔ (ملاحظہ ہو مسلم شریف)

حضرت عباد بن صالح رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور ہر سال کے شروع میں شہدائے احد کی قبروں پر تشریف لایا کرتے تھے اور آپ کے چاروں خلیفہ بھی آ

رتے تھے (ملاحظہ ہو بیہقی شریف)

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں پہلے میں نے تم لوگوں کو زیارت قبور سے منع کیا تھا اب تم لوگوں کو حکم دیتا ہوں کہ قبروں کی زیارت کیا کرو (مسلم شریف)

غور فرمایئے! جب مسلمانو کی قبروں کی زیارت کرنے کا حکم پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے دے دیا تو پھر کس کی جرات ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کو غلط ثابت کرے (نعوذ باللہ) اولیاء کرام کے مزارات کی زیارت کرنا تو بدرجہ اولی باعث خیر و برکت ہے کیونکہ ان کے مزارات مقدسہ کی زیارت کرنے سے شان الٰہی کا ظہور ہوتا ہے۔ اولیاء اللہ بعد وفات بھی زندہ ہوتے ہیں۔ ان کے مزارات پر ذوق عبادت پیدا ہوتا ہے اور ان کے مزارات پر دعائیں جلد قبول ہوتی ہیں۔

حضرت امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں "میں امام اعظم ابو حنیفہ سے برکت حاصل کرتا ہوں اور ان کی قبر پر آتا ہوں۔ اگر مجھے کوئی حاجت درپیش ہوتی ہے تو دو رکعت پڑھتا ہوں اور ان کی قبر کے پاس جاکر اللہ سے دعا کرتا ہوں تو جلد حاجت پوری ہو جاتی ہے۔ (ملاحظہ مراۃ المناجیح ص ۱۲ جلد اول)

حضرت امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ فلسطین میں رہا کرتے تھے صرف حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی قبر کی زیارت کے لئے بغداد آتے تھے۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری آج سے نو سو سال پہلے جب ہندوستان میں تشریف لائے تو سب سے پہلے لاہور میں حضرت داتا گنج کے مزار پر حاضری دی اور فیوض و برکات حاصل کرکے ارشاد فرمایا

گنج بخش فیض عالم مظہر نور خدا
ناقصاں را پیر کامل کاملاں را رہنما

معلوم ہوا کہ اولیاء اللہ کے مزارات کے لئے سفر کرنا اور وہاں کھڑے ہو کر ان کے وسیلہ سے دعائیں کرنا جائز اور آئمہ دین کا عمل ہے جو کسی طرح گنہ و بدعت نہیں اولیاء اللہ کے مزارات رحمت الٰہی کے دروازے ہیں جہاں رحمتوں کا نزول ہوتا ہے اور رحمت الٰہی انہی دروازوں سے ملتی ہے۔ اگر کوئی یہ کہے جب اللہ ہر جگہ موجود ہے اور اس کی رحمت ہر جگہ ہے تو پھر اللہ کو چھوڑ کر اولیاء کے مزاروں پر کیوں جاتے ہو۔ ان لوگوں کے لئے عرض ہے جب اس بات پر تم یقین کامل رکھتے ہو کہ روزی دینے والا صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے تو پھر روزی کمانے کے لئے نوکری، تجارت وغیرہ کے لئے گھروں سے کیوں نکلتے ہو۔ بیمار پڑتے ہو تو طبیب حقیقی کو چھوڑ کر دنیاوی طبیبوں کے پاس کیوں جاتے ہو۔ ڈرنا صرف اللہ تعالیٰ ہی سے چاہیے پھر اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر پولیس، ڈاکو اور بدمعاشوں سے کیوں ڈرتے ہو جب مدد کرنے والا صرف اللہ ہی ہے تو امریکہ، برطانیہ اور سعودیہ سے مدد کیوں مانگتے ہو۔ آپ روزی کمانے کے لئے گھر سے نکلنا، غیر ملکی ریالوں کی مدد لینا، بیمار ہونے پر ڈاکٹروں سے علاج کرانا چھوڑ دیں سنی مسلمان مزارات پر جانا چھوڑ دیں گے جب تمہارے لئے یہ سب جائز تو محبوبان خدا کے مزارات پر جانا مسلمانوں لئے بدرجہ اولیٰ جائز۔

وہابی مولویوں کا یہ عقیدہ ہے کہ رفع یدین کرنا جائز اور نہ کرنا گنہ ہے۔ ان کا یہ کہنا بھی ہے کہ رفع یدین نہ کرنے کے بارے میں جس قدر روایات ہیں وہ سب ضعیف ہیں اور جو روایت ضعیف ہو وہ قابل عمل نہیں۔

محترم مسلمانو! جہاں تک ضعیف حدیث کا معاملہ ہے ان انگریز مولویوں کے نزدیک ہر وہ حدیث ضعیف ہے جو ان کے عقیدے کے خلاف ہو اگر کوئی حدیث ان کے حق میں آجائے

اگرچہ موضوع کے اعتبار سے ضعیف بھی ہو تب بھی اس حدیث کو آنکھوں کا سرمہ اور سر کا تاج بنا لیتے ہیں۔ سنی مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے کہ حالت نماز میں رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت دونوں ہاتھوں کو اٹھا کر رفع یدین کرنا خلاف سنت اور ممنوع ہے جس پر بے شمار احادیث مبارکہ اور آئمہ دین کے اقوال کا ذخیرہ موجود ہے۔ ابن ابی شیبہ نے حضرت لقمہ سے روایت کی ہے کہ "ایک مرتبہ ہم سے حضرت عبداللہ ابن مسعود نے فرمایا کہ میں تمہارے سامنے حضور کی نماز نہ پڑھوں پس آپ نے نماز پڑھی اس میں سوائے تکبیر تحریمہ کے کبھی ہاتھ نہ اٹھائے۔ امام ترمذی نے فرمایا کہ ابن مسعود کی حدیث حسن ہے اس رفع یدین نہ کرنے پر بہت سے علماء صحابہ و علماء تابعین کا یہ عمل ہے۔" (ملاحظہ ہو مشکوۃ شریف ۲۹ جلد دوئم)

مذکورہ بالا حدیث مبارکہ سے یہ واضح ہوا کہ رفع یدین کرنا کسی صورت میں جائز نہیں یہ حدیث پاک اس وجہ سے بھی بہت معتبر اور قوی ہے کہ اس کے راوی حضرت عبداللہ بن مسعود ہیں جو نہ صرف ایک صحابی رسول ہیں بلکہ بہت بڑے فقیہہ اور محدث عالم بھی ہیں آپ نے نماز بغیر رفع یدین کے ادا کی تو کسی صحابی نے اس پر اعتراض نہ کیا بلکہ تمام صحابہ نے اس کی تائید کی۔

قابل غور بات ہے اگر رفع یدین کرنا سنت ہوتا تو دیگر صحابہ اس پر ضرور اعتراض کرتے۔ کیونکہ ان سب نے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز دیکھی تھی ایک اور حدیث مبارکہ میں ابوداؤد نے حضرت براء بن عازب سے روایت کی کہ "میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا جب آپ نے نماز شروع کی تو دونوں ہاتھ اٹھائے پھر نماز سے فارغ ہونے تک نہ اٹھائے (ملاحظہ ابوداؤد شریف)

سیدنا عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ ایک حدیث مبارکہ اور روایت کرتے ہیں اور فرماتے ہیں "وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ پہلی تکبیر میں ہاتھ اٹھاتے پھر کبھی نہ اٹھاتے تھے۔ (ملاحظہ ہو طحاوی شریف)

عینی شرح بخاری نے حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ "آپ نے ایک شخص کو رکوع میں جاتے اور رکوع سے اٹھتے وقت ہاتھ اٹھاتے (یعنی رفع یدین) کرتے دیکھا تو اس سے فرمایا ایسا نہ کیا کرو کیونکہ یہ کام ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے کیا تھا پھر چھوڑ دیا۔

مذکورہ بالا حدیث مبارکہ سے یہ حقیقت واضح ہو گئی کہ رفع یدین کرنا منسوخ ہو چکا ہے۔ جو پہلے تھا مگر اب نہیں۔

محترم مسلمانو! رفع یدین کی ممانعت میں اور بھی بہت سی احادیث مبارکہ ہیں صرف چند احادیث مبارکہ آپ کے علم میں لانے کے لئے بطور نمونہ پیش کردی ہیں۔ جس سے اس حقیقت کا پتہ چلتا ہے کہ رفع یدین کرنا خلاف سنت اور وہابیوں کا عمل ہے۔

علمائے دیوبند اور غیر مقلد وہابیوں کا یہ عقیدہ بھی ہے کہ جماعت کے وقت اقامت کھڑے ہو کر سنی جائے اقامت بیٹھ کر سننا بدعت اور ناجائز ہے۔

پیارے مسلمانو! امام اعظم ابو حنیفہ کا یہ مسلک ہے کہ اقامت کے وقت تکبیر بیٹھ کر سنی جائے اور جس وقت تکبیر کہنے والا حی علی الصلوۃ کہے اس وقت سب کھڑے ہو جائیں یہ حکم امام اور مقتدی دونوں کے لئے ہے۔ صحابی رسول ابی قتادہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب اقامت کہی جائے تو اس وقت تک نہ کھڑے ہوا کرو جب تک مجھے نہ دیکھ لو (ملاحظہ ہو صحیح مسلم شریف ۲۲۰ جلد اول)

بخاری شریف کی حدیث میں ہے۔

اقامت کہی گئی اور صفیں درست کی گئیں۔ (بخاری شریف صفحہ ۸۹)

بخاری شریف کی ایک اور حدیث مبارک میں ہے۔

اقامت نماز کہی گئی پھر لوگوں نے صفوں کو درست کیا۔ (بخاری شریف صفحہ ۸۹ جلد ۲)

معلوم ہوا کہ صفوں کی درستگی اقامت کے بعد ہوتی تھی حضرت امام اعظم ابو حنیفہ اور کوفہ کے علماء صف میں اس وقت کھڑے ہوتے تھے جب موذن حی علی الصلوۃ کہتا۔ (ملاحظہ ہو شرح نودی مسلم شریف جلد اول صفحہ ۲۲۱) در مختار، ردالمختار میں ہے۔

کوئی شخص مسجد میں داخل ہو اور موذن اقامت کہہ رہا ہو تو بیٹھ جائے جب تک امام مصلے پر کھڑا نہ ہو اور مکروہ ہے اس کے لئے انتظار کرنا کھڑا ہو کر، لیکن بیٹھ جائے پھر اس وقت کھڑا ہو جب موذن حی علی الفلاح پر پہنچے (ملاحظہ ہو در مختار ردالمختار صفحہ ۲۹۵ جلد اول)

کنزالد قائق میں ہے کہ ”اور کھڑے ہو اس وقت جب حی علی فلاح کہا جائے“ (کنز الدقائق صفحہ ۲۴)

ان حقائق سے واضح ہوا کہ اقامت بیٹھ کر سننا مستحب ہے اور کھڑے ہو کر سننا مکروہ اور مستحب کو ناجائز و بدعت کہنا سراسر زیادتی اور دین سے ناواقفی ہے اور اس کی ممانعت کرنا دراصل ملت اسلامیہ میں انتشار برپا کرنا ہے۔

اسی طرح نماز جنازہ کے بعد دعا مانگنے کا مسئلہ ہے جو کسی صورت میں ناجائز و بدعت نہیں۔

قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

میں دعا کرنے والے کی دعا قبول کرتا ہوں جب بھی مجھ سے دعا مانگے (سورہ بقرہ ۱۸۶)

قرآن مجید کے مذکورہ بالا ارشاد سے واضح ہوا کہ دعا کے لئے کوئی خاص وقت مقرر نہیں بلکہ حکم عام ہے کہ جب چاہے دعا مانگے۔ اس حکم عام کو محدود کرنا کہ نماز جنازہ کے بعد دعا نہ مانگی جائے سراسر حکم الہی کے خلاف ہے اور اپنی مرضی سے حکم الہی کو مقید کرنا گمراہی اور بے دینی ہے ذرا سوچئے کہ اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے کہ میرا در رحمت تو ہر وقت کھلا رہتا ہے جو کسی وقت بھی

دعا کے لئے بند نہیں ہوتا مگر نہ جانے کیوں غیر مقلد وہابی اور دیوبندی اللہ تعالیٰ کے در رحمت

بند کر دینا چاہتے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ کونسی دعا اللہ کے ہاں زیادہ مقبول و مسموع ہوتی ہے فرمایا رات کے آخری حصہ میں اور فرضی نمازوں کے بعد (مشکوۃ شریف ۸۹)

چونکہ نماز جنازہ بھی فرض نماز ہے لہٰذا اس نماز کے بعد دعا مانگنا حکم رسول کے عین مطابق ہے۔ کنز العمال میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے معفوس کا جنازہ پڑھایا پھر فرمایا اے اللہ اسے عذاب قبر سے محفوظ فرما (کنز العمال، شرح صدور)

حضرت واثلہ بن اسقع فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مسلمان کی نماز جنازہ پڑھائی پھر اس کے بعد یہ دعا مانگی جو میں نے اپنے کانوں سے سنی آپ فرماتے تھے "اے اللہ ..... اسے عذاب قبر اور عذاب نار کے فتنے سے بچا اور تو ہی اہل حق اور اہل وفا ہے پس بخش دے اسے اور رحم فرما اس پر بے شک تو ہی غفور رحیم ہے"

(ملاحظہ ہو ابن ماجہ شریف صفحہ ۱۰۹)

معلوم ہوا کہ نماز جنازہ کے بعد دعا مانگنا سنت رسول ہے اور کسی کو یہ حق حاصل نہیں کہ حکم الٰہی اور حکم رسول کی مخالفت کرے۔

محترم مسلمانو! آخر میں انگوٹھے چومنے کے بارے میں چند باتیں عرض کرتا ہوں۔ انگوٹھے چومنے کے بارے میں کانگریسی مولویوں کا یہ کہنا ہے کہ انگوٹھے چومنے کے بارے میں جس قدر روایات بیان کی گئی ہیں وہ ساری روایات غیر معتبر ضعیف ہیں لہٰذا انگوٹھے چومنا جائز نہیں بلکہ ناجائز اور بدعت ہے۔

محترم مسلمانو! جب موذن اذان میں اشھدان محمدارسول اللہ کہتا ہے یا کہیں حضور کا نام سنا جاتا ہے تو اس وقت اپنے دونوں انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر لگانا فرض یا واجب نہیں بلکہ یہ بھی ایک مستحب عمل ہے صحابہ کرام اور آئمہ دین کا بھی اس پر عمل رہا ہے اس مسئلے کے بارے میں کئی احادیث مبارکہ موجود ہیں۔ چنانچہ ایک حدیث پاک میں حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "جو شخص ہمارا نام اذان میں سنے اور اپنے انگوٹھے آنکھوں پر رکھے تو ہم اس کو قیامت کی صفوں میں تلاش فرمائیں گے اور اس کو اپنے پیچھے پیچھے جنت میں لے جائیں گے۔ (ملاحظہ کیجئے صلوۃ مسعودی جلد دوئم باب ہستم بانگ)

حضرت امام شیخ اسماعیل حقی رحمتہ اللہ علیہ اپنی شہرہ آفاق تفسیر روح البیان میں ارشاد فرماتے ہیں۔

"جب حضرت آدم علیہ السلام کو جنت میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات کا اشتیاق ہوا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی بھیجی کہ وہ تمہارے صلب سے آخر زمانے میں ظہور فرمائیں گے تو حضرت آدم علیہ السلام نے آپ کی ملاقات کا سوال کیا...... اور اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کے جمال محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت آدم علیہ السلام کے دونوں انگوٹھوں میں مثل آئینہ ظاہر فرمایا تو حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے انگوٹھوں کے ناخنوں کو چوم کر آنکھیں پر پھیرا پس یہ سنت ان کی اولاد میں جاری ہوئی پھر جب حضرت جبریل امین نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر دی تو آپ نے فرمایا جو شخص اذان میں میرا نام سنے اور اپنے ناخنوں کو چوم کر آنکھوں سے لگائے وہ کبھی اندھا نہ ہوگا۔ (ملاحظہ ہو تفسیر روح البیان جلد چہارم ص ۶۴۹ امام اسماعیل حقی رحمتہ اللہ علیہ)

امام اسماعیل رحمتہ اللہ علیہ مزید فرماتے ہیں کہ "پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لائے اور ایک ستون کے قریب بیٹھ گئے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی آپ کے برابر

بیٹھے تھے حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان دینا شروع کی جب انہوں نے اشھدان محمد
اًرسول اللہ کہا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے دونوں انگوٹھوں کے ناخنوں کو اپنی
دونوں آنکھوں پہ رکھا اور کہا قرہ عینی بک یارسول اللہ اے اللہ کے رسول میری آنکھیں آپ
کے نام سے ٹھنڈی رہیں جب حضرت بلال رضی اللہ عنہ اذان دے چکے تو حضور صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا اے ابوبکر جو شخص ایسا کرے جیسا کہ تم نے کیا اللہ تعالیٰ اس کے تمام گناہوں کو
بخش دے گا (ملاحظہ ہو روح البیان)

مذکورہ بالا ارشادات سے ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام پاک اذان سننے کے
وقت انگوٹھے چوم کر آنکھوں سے لگانا قطعی جائز اور باعث برکت ہے اس کے جائز ہونے پر بے
شمار دلائل کا ذخیرہ کتابوں میں موجود ہے اور انکار پر ایک بھی مستند حدیث موجود نہیں۔

پیارے مسلمانو! عقائد و نظریات کے بارے میں مجھ عاجز کے پاس جو کچھ دلائیل تھے
مختصراً" انداز میں آپ بھائیوں کی خدمت میں پیش کردیئے ہیں اب مزید تبصرہ کرنا میں نہیں چاہتا
حق بات واضح ہو چکی ہے کہ علمائے دیوبند اور وہابیوں کا اہلسنت کو کافر و مشرک کہنے کا دعویٰ
باطل اور جھوٹا ہے۔ شرک و بدعت کی حقیقت واضح ہو چکی ہے قبر پر اذان دینا' انگوٹھے چومنا'
محفل میلاد کا انعقاد کرنا' اولیاء اللہ کے مزارات کی زیارت کرنا' رفع یدین نہ کرنا ہرگز ہرگز
بدعت نہیں بلکہ یہ تمام اعمال مستحب ہیں اور ان تمام اعمال پر تمام عالم اسلام نے محبت اور
عقیدت کے پاکیزہ جذبات کے ساتھ عمل کیا کسی بھی قابل ذکر ہستی نے ان کو بدعت قرار نہیں
دیا مگر افسوس کہ انگریزی دولت پر پلنے والے علماء نے ان تمام اعمال کو بدعت حرام اور کفر
سے منسوب کردیا علمائے دیوبند وہابی کا یہ کہنا کہ مذکورہ بالا اعمال کا ثبوت قرآن سے نہیں اس
لئے بدعت ہیں اگر واقعی یہ سب بدعت ہیں اور قرآن میں ان کا ثبوت نہیں ہے تو پھر وہ اپنی بے
شمار بدعتوں کو قرآن سے ثابت کرکے دکھائیں۔ ذرا یہ بتاؤ حدیثوں کی کتابوں کے نام بخاری

مسلم، ترمذی، نسائی، ابوداؤد، ابن ماجہ، وغیرہ قرآن کی کس آیت سے ثابت ہے دینی درسگاہوں کے نام دارلعلوم دیو بند، دالعلوم بنوریہ، دارلعلوم اشرف، دارلعلوم کراچی، دارلعلوم رشیدیہ دارلعلوم اشرفیہ دارلعلوم حقانیہ دارالعلوم قاسمیہ وغیرہ رکھنا قرآن مجید کی کس آیت سے ثابت ہے بخاری شریف کو قرآن مجید کے بعد درجہ دینے کا حکم قرآن میں کہاں آیا ہے؟ اپنے دارلعلوموں میں دستار بندی کرنا اور تقسیم اسناد کے سالانہ جلسے کرنا قرآن کی کس آیت سے ثابت ہے؟ پختہ اور عالیشان مسجدیں تعمیر کرنے کا حکم قرآن میں کہاں آیا ہے؟ صد سالہ جشن دیو بند منانا، جلسہ گاہ میں شامیانہ لگانا اسٹیج بنانا اور روشنی کرنا کرسیاں بچھانا، لاؤڈ اسپیکر لگانا تمام علمائے دیو بند کو دریوں پر بٹھانا اور ہندو عورت اندرا گاندھی کو صدارت کی کرسی پر بٹھا کر اپنی عقیدت کا اظہار کرنا قرآن کے کس پارے میں ہے؟ دارلعلوموں کے لئے چندہ جمع کرنا اور قربانی کی کھالیں جمع کر کے غیر اللہ سے مدد لینا علمائے دیو بند کے لئے جائز کیسے ہوا؟ بارہ ربیع الاول کو میلاد النبی کے جلوس کی مخالفت کرنا اور خود مدح صحابہ کا جلوس نکالنا قرآن سے ثابت کریں تبلیغی جماعت کا گھر گھر جا کر گشت کرنا اور کئی کئی ماہ بلکہ کئی کئی سال اسلام کے نام پر سیدھے سادھے سنی مسلمانوں کو تبلیغ پر لے جانا اور ہر سال رائے ونڈ میں اجتماع کرنا قرآن کی کس آیت سے ثابت ہے؟

محترم مسلمانو! میں اپنے پیش کیے گئے مذکورہ بالا سوالات کے لئے پوری دنیائے وہابیت کو چیلنج کرتا ہوں کہ مذکورہ بالا سوالوں کے جوابات قرآن مجید سے ثابت کریں۔ مجھے یقین کامل ہے کہ یہ قیامت تک اپنے اندر پائی جانے والی مذکورہ بدعتوں کا جواب قرآن مجید سے نہیں دے سکتے۔ جب ہر سمت سے ناکامی اور نامرادی کے پتھروں کی برسات ہوتی نظر آئے تو انہیں چاہیے کہ وہ شرافت سے باز آجائیں یا پھر ہر نیک کام کو بدعت کہنا چھوڑ دیں۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے جس نے اسلام میں سنت حسنہ یعنی اچھا طریقہ جاری کیا پھر اس کے بعد

اچھے طریقے پر عمل کیا گیا تو اس شخص کو اتنا ہی اجر و ثواب ہے جتنا کہ اس کے بعد سب عمل کرنے والوں کو ملے گا (ملاحظہ ہو مسلم شریف جلد دوئم ص ۷۱۹ مشکوۃ جلد اول کتاب العلم)

مذکورہ بالا ارشاد سے ثابت ہوا کہ کسی اچھے عمل کو بدعت کہنا حکم رسول کے خلاف ہے۔ بلکہ اس اچھے عمل پر جتنے لوگ عمل کریں گے ان سب کا ثواب اس شخص کو ملے گا جس نے کسی اچھے کام کو ایجاد کیا۔

پیارے مسلمانو بھائیو! اور محترم بہنو! ان تمام حقائق کو جان لینے کے بعد اب یہ آپ کی ذمہ داری ہے کہ شکوک و شبہات کے اندھیروں میں بھٹکنے کے بجائے، اس سیدھی راہ کو اختیار کریں جس پر ۱۸۵۷ء سے پہلے بزرگان دین (رحمتہ اللہ علیہم اجمعین) سے ورثہ میں ملے ہوئے صحیح عقیدہ توحید و رسالت پر کروڑوں مسلمان صدیوں سے چلے آرہے تھے.... نت نئے جنم لینے والے ان گمراہ فرقوں کے شکار ہو کر ملت اسلامیہ کی وحدت کو پارہ پارہ نہ کریں..... کفر کا مقابلہ کرنے کے لئے تمام مسلمانوں کے متحد ہونے اور پرچم اسلام کو بلند کرنے کی جتنی شدید ضرورت آج ہے شاید اس سے پہلے کبھی نہ ہو۔

آج عالمی فضاء اسلامی دنیا کے لئے نہایت سازگار ہے مغربی پروپیگنڈہ کے باوجود دنیائے اسلام میں نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نفاذ کاملہ کا دلکش مطالبہ زور پکڑ رہا ہے اور اس بات کا قوی امکان ہے کہ دنیائے اسلام متحد و متفق ہو کر، پندرہویں صدی ہجری میں، سیاسی طاقت کا سب سے بڑا سرچشمہ بن جائے اور عالمی سیاست اور معیشت کی باگ دوڑ ایک مرتبہ پھر مسلمانوں کے ہاتھوں میں آجائے۔ مگر یہ اتحاد و اتفاق صرف اسی صورت میں ممکن ہوگا کہ ہم انگریزوں کے بنائے ہوئے ان فرقوں کے "خول" سے آزاد ہو جائیں اور اپنا دامن ان اسلام دشمن فرقوں سے نہ چھڑالیں۔

ایک سچے اور وفادار امتی کا کیا فیصلہ ہونا چاہیے اس کا فیصلہ اپنے ضمیر اور ایمان کی روشنی

ہیں آپ کو کرنا ہے کہ وہ کون بے درد ہیں کہ جنہوں نے سرزمین عرب میں اسلام کے ہرے بھرے گلشن کو اجاڑ کر رکھ دیا۔ وہ کون سے انگریزی "مجاہدین" تھے کہ جنہوں نے اسلام دشمن انگریزوں کی حمایت میں پٹھان مسلمان کے خون سے سرحد کی زمین سرخ کردی تھی وہ کون سے کانگریسی لیڈر تھے جنہوں نے اسلام کی مقدس مضبوط وپائیدار بنیادوں کو ہلا کر رکھ دیا وہ "مولوی نما" ڈاکو کون تھے جو مسلمانوں کا ایمان، تبلیغ اور چلہ کشی کی آڑ میں لوٹتے رہے۔ وہ مولوی کون تھے کہ جن کی پوری زندگی انگریزوں کی دلجوئی میں ختم ہوئی۔ وہ مفتی کون تھے جنہوں نے عیسائی، انگریزی نظام حکومت کو بخوشی قبول کر کے انگریزوں پر جہاد کرنا "حرام" قرار دیا۔ وہ کون انگریز آلہ کار تھے جو اسلام دشمن انگریزوں کے اشاروں پر مسلمانوں کا دینی شیرازہ بکھیرتے رہے۔ وہ کون سے شکاری تھے جو "اسلامی بولی" بول کر مسلمانوں کو گمراہی اور بے دینی کے جال میں پھانستے رہے۔ وہ کون سے بیرونی اور اندرونی ایجنٹ تھے جو سوداگران برطانیہ کی ایماء پر مسلمانوں کے درمیان اختلاف کی آگ بھڑکاتے اور آپس میں لڑاتے رہے۔

وہ کون سی "سپاہ" تھی کہ جس نے صحابہ کرام (رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین) کے مقدس مزارات کو اپنے ناپاک قدموں سے روندا۔ وہ لٹیرے کون تھے جنہوں نے اہل مکہ اور اہل مدینہ کے مال و دولت کو لوٹنا "عین ایمان" سمجھا۔ وہ قاتل کون تھے جنہوں نے حرمین شریفین کی مقدس سرزمین مسلمانوں کے خون سے رنگین کی۔ خانہ کعبہ کو اجاڑا غلاف کعبہ کو جلایا اور مجاورین حرم کو ان کے خون میں نہلایا وہ ظالم کون تھے جنہوں نے روضہ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کو منہدم کرنے کی ناپاک جرات کی۔

وہ جابر کون تھے جنہوں نے جبراً" نکاح کر کے مسلمان عورتوں کی عزتیں پامال کیں؟ ہاں ہاں یہ سب کے سب وہی تھے جنہیں انگریزوں کے آلہ کار ہونے پر فخر تھا جو وفادارِ برطانیہ اور غداران دین وملت تھے۔

حکومت برطانیہ کے اشاروں پر ناچنے والے گماشتوں کا یہی وہ ٹولہ نجدی' وہابی اور دیو بندی گروہ ہے جو عرب و عجم میں مسلمانوں کی طاقت و قوت اور اتحاد و یکجہتی کو پارہ پارہ کر گیا۔

آپ اس حقیقت کا بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ وہابیوں کی ہر سیاسی اور مذہبی تحریک میں یکساں مناسبت پائی جاتی ہے وہی طرز فکر' وہی طرز استدلال' وہی موقع پرستی۔ شیخ نجدی نے سرزمین عرب میں امیر سعود سے مل کر مسلمانوں کا قتل عام کیا اور ان کے مال و متاع کو عین ایمان سمجھ کر لوٹ لیا۔ تو سرزمین ہند میں دیو بندی' وہابی تحریک کے بانی سید احمد صاحب نے وہابی لشکر کے کمانڈر انچیف مولوی اسماعیل دہلوی صاحب سے مل کر وہی خونی ڈرامہ کھیلا جس طرح نجدیوں نے عرب میں کھیلا تھا۔

یہ مماثلت انتہائی قابل غور اور ہر ذی شعور کی آنکھیں کھول دینے کے لئے کافی ہوگی کہ انگریزوں کو اپنے ناپاک مقاصد حاصل کرنے کے لئے دو وفادار کارندے نجد میں مل گئے ایک ابن عبدالوہاب نجدی تو دوسرا امیر سعود گویا ایک امیر تو دوسرا مشیر اسی طرح انگریزوں کو دو وفادار کارندے سرزمین ہند میں بھی مل گئے ایک سید احمد صاحب بریلوی تو دوسرے مولوی اسماعیل دہلوی ایک پیر تو دوسرا مرید۔

وہاں بھی دو تو یہاں بھی دو..... عرب میں شیخ نجدی نے گستاخئ رسول کا ہنگامہ برپا کیا تو ہند میں وہی کارنامہ' شیخ ہندی اسماعیل دہلوی نے بھی برپا کیا اگر وہاں شیخ نجدی صاحب نے "کتاب التوحید" لکھ کر عظمت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو داغ داغ کرنا چاہا۔ تو یہاں "تقویتہ الایمان" نامی کتاب لکھ کر شیخ ہندی صاحب نے شان رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں تابڑ توڑ حملے کئے۔ اگر وہاں نجدی تلوار سے خون مسلم بے دریغ بہایا گیا تو یہاں ہندوستان میں بھی سرحدی مسلمانوں کی گردن پر اسماعیلی خنجر چلایا گیا۔

وہاں صوبہ نجد میں بدعقیدگی پھیلانے کے لئے شیخ نجدی نے اپنے آباؤ اجداد کے علمی

گھرانے کا سہارا لیا تو یہاں ہندوستان میں شیخ ہندی اسماعیل دہلوی نے بھی اپنے آباؤ اجداد کے علمی گھرانے کی شہرت کا سہارا لیا۔

اگر وہاں ابن عبدالوہاب نجدی صاحب نے اقتدار و حکومت کے بل بوتے پر "کتاب التوحید" نامی شر انگیز کتاب کا عملی نفاذ کیا۔ تو یہاں بھی حکومت برطانیہ کا سہارا لے کر مولوی اسماعیل دہلوی صاحب نے "تقویۃ الایمان" نامی شر انگیز کتاب کا نفاذ کیا۔ جس طرح ابن عبدالوہاب نے ان عرب مسلمانوں کا قتل عام کیا جنہوں نے اس کی بد عقیدگی کو تسلیم نہیں کیا تھا۔ بالکل اسی طرح اسماعیل دہلوی صاحب نے بھی اپنے وہابیانہ عقائد کے نفاذ کے مخالف سرحدی پٹھان مسلمانوں کا بے دریغ قتل عام کیا۔ اگر سرزمین عرب میں صحابہ کرام کے مزارات گرائے گئے تو یہاں صوبہ سرحد میں بھی کئی مزارات گرائے گئے اگر وہاں برطانیہ کی سازش سے ترکی حکومت کا زوال ہوا اور سنیت کا خاتمہ کر کے وہابی سعودی سلطنت مستحکم ہوئی تو بالکل اسی طرح ہندوستان میں برٹش منصوبہ بندی کے تحت مغلیہ سلطنت کا خاتمہ ہوا۔ اور صوبہ سرحد میں سنیت کا خاتمہ کر کے "وہابی اسٹیٹ" بنانے کی بھرپور کوشش کی گئی۔

متاعِ دین کو کہاں تک کوئی بچائے
ملتے ہیں روز دشمن ایماں نئے نئے

پیارے مسلمان بھائیو! ہندوستان کے کروڑوں مسلمانوں کی یکجہتی کو پارہ پارہ کرنے کے لئے انگریزوں نے جس راز داری سے کام لیا اور جس خاموشی سے اپنے منصوبے کو عملی جامہ پہنایا اس کے متعلق چند تلخ حقائق آپ کی خدمت میں پیش کر دیئے گئے ہیں۔ ان حقائق کو جان لینے کے بعد ہر انصاف پسند مسلمان کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے ایمان و ضمیر کی روشنی میں یہ دو ٹوک فیصلہ کرے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی، دیو بندیوں وہابیوں سے منسلک ہونے میں ہے یا ان سے علیحدگی اختیار کرنے میں؟

میرا یہ سوال ان تمام بھائیوں سے بھی ہے جو دیوبندی' وہابی اور سفید پوش "تبلیغی جماعت" اور ان کے ملک گیر تبلیغی گشت' نماز' روزے' بڑی بڑی' مساجد' دارلعلوم اور دیگر چند ظاہری خوبیوں کو دیکھ کر دیوبندیوں کے ہتھے چڑھ چکے ہیں یا ان سے متاثر ہیں۔ انہیں چاہیے کہ اپنے محبوب نبی کی خوشنودی کے لئے ایک وفادار امتی کی روش اختیار کریں اور ان کانگریس نواز اسلام دشمنوں سے ہمیشہ دور رہیں۔

حالات و واقعات اور دلائل و براہین کی روشنی میں یہ بات واضح ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ کون اپنا ہے اور کون پرایا۔ یاد رکھئے دیوبندی' تبلیغی جماعت' سپاہ صحابہ' جمعیت علماء اسلام اور اہل حدیث وغیرہ یہ سب جماعتیں وہابیت کی مختلف شاخیں ہیں کیونکہ یہ سب کے سب ابن عبدالوہاب نجدی' امیر سعود' اسماعیل دہلوی' سید احمد' رشید احمد گنگوہی' اشرف علی تھانوی' قاسم نانوتوی' مولوی خلیل انبیٹھوی' احسن نانوتوی' صدیق بھوپالی' وحید الزمان حیدر آبادی اور ثناء اللہ امرتسری وغیرہ کو اپنا مسلم اکابر' رہبر و رہنما تسلیم کرتے ہیں اور ان کے عقائد باطلہ کو عین ایمان مانتے ہیں۔

دیوبندی وہابی علماء صرف اسی بات کے مجرم نہیں کہ انہوں نے کانگریس نوازی اور انگریز نوازی کا حق ادا کر کے قوم وملت کا شیرازہ بکھیر کر رکھ دیا بلکہ یہ اس بات کے بھی مجرم ہیں کہ یہ سنی مسلمانوں کو کافر و مشرک' بدعتی و جہنمی' بددین و بد مذہب' بدعقیدہ و قبر پرست اور گمراہ گردانتے ہیں اور ان کی زبانیں انہیں کافر و مشرک کہتے ہوئے نہیں تھکتیں۔ ہر گھڑی کفرو شرک کی مشین چلائی جاتی ہے اپنے سوا کسی کو یہ مسلمان سمجھتے ہی نہیں سب کو کافرو مشرک گردانتے ہیں۔

پیارے مسلمان بھائیو! انہوں نے تقریروں اور تحریروں کے ذریعے توحید خداوندی کی آڑ لے کر' عظمت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر انتہائی رکیک حملے کئے ہیں اور بارگاہ رسالت صلی

اللہ علیہ وسلم میں ایسی سنگین گستاخیاں اور بے ادبیاں کی ہیں کہ جن کے کفر ہونے میں کسی قسم کے شکوک و شبہات باقی نہیں رہتے۔

محترم مسلمانو! کانگریسی مولویوں کے امام، مولوی اسمٰعیل دہلوی کی توحید پرستی کے چند نمونے آپ پڑھ چکے ہیں۔ اب ذرا نام نہاد توحیدی ٹھیکیداروں کی توحید کا مزید مشاہدہ کیجئے اور یہ فیصلہ کیجئے کیا یہ وہی توحید ہے جس کا ثبوت ہمیں قرآن اور حدیث میں ملتا ہے۔

۱۔ وہابیوں کے امام ابن تیمیہ نے لکھا۔

اللہ تعالیٰ عرش کے برابر ہے۔ نہ اس سے چھوٹا ہے نہ اس سے بڑا ہے۔ (ملاحظہ کیجئے فتاوی حدیثیہ ص ۱۰۰ مطبوعہ مصر)۔

وہابیوں کے امام کے اس عقیدے سے ظاہر ہوا کہ اس کے عقیدے میں اللہ اکبر کہنا جائز نہیں کیونکہ اللہ اکبر کے معنی ہیں "اللہ سب سے بڑا ہے" جبکہ اس کا عقیدہ ہے کہ اللہ عرش کے برابر ہے۔ نہ بڑا ہے نہ چھوٹا۔ وہابیو! جواب دو! عرش کا اللہ کے برابر ہونا شرک ہے یا نہیں؟۔

۲۔ وہابیوں کا ایک اور امام ابن قیم نے لکھا۔

اللہ تعالیٰ عرش معلی اور کرسی کے اوپر موجود ہے۔ (ملاحظہ ہو قصیدہ نونیہ ابن قیم ص ۳۱)

۔

اللہ تعالیٰ کو عرش اور کرسی پر محدود سمجھنا کفر ہے جبکہ ہر مسلمان کا یہ ایمان ہونا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ زماں و مکاں سے پاک اور ہر جگہ موجود ہے۔

۳۔ وہابیوں کے امام وحید الزماں نے لکھا۔

جب وہ اللہ کرسی پر بیٹھتا ہے تو..... اس کے بوجھ سے چرچر کرتی ہے۔ (تفسیر آیت الکرسی مترجم مولوی وحید الزماں)۔

۴۔ وہابیوں کا سردار مولوی ثناء اللہ امرتسری لکھتا ہے۔

"اللہ تعالٰی جھوٹ بولنے پر قادر ہے" کہنا عین ایمان ہے۔(ملاحظہ ہو اخبار اہلحدیث امر تسرص ۲، ۷ ۲ اگست ۱۹۱۵")

۵۔ وہابیوں کا امام ابن تیمیہ لکھتا ہے۔

اللہ تعالٰی فاعل مختار نہیں۔(ملاحظہ ہو فتاوی حدیثیہ ص ۱۰۰)۔

۶۔ دیوبندی مولوی حسین علی لکھتا ہے۔

اور انسان خود مختار ہے اچھے کریں یا نہ کریں اور اللہ کو پہلے سے کوئی علم بھی نہیں کہ کیا کریں گے بلکہ اللہ کو ان کے کرنے کے بعد معلوم ہو گا۔(ملاحظہ ہو بلغتہ الحیران ص 156)

۷۔ صدر مدرسہ دیوبند مولوی محمود الحسن نے لکھا۔

افعال قبیحہ (حرام فعل) مقدور باری تعالٰی ہیں۔

(ملاحظہ ہو الجہد المقل ص 83 جلد اول)

مکتبہ دیوبند کے شیخ کے اس عقیدہ سے ظاہر ہوا کہ اللہ تعالٰی سے حرام افعال کا ہونا مقدور ہے۔ یعنی اللہ تعالٰی ہر برائی، چوری، ڈاکہ زنی، لوٹ مار، قتل و غارتگری، شراب نوشی جیسے حرام افعال قبیحہ پر قادر ہے۔(نعوذ باللہ من ذلک)

پیارے مسلمانو! دیوبندی وہابی مولویوں کے چند توحیدی عقیدے آپ نے ملاحظہ کئے جس سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ ان کے نزدیک اللہ وہ ہے جو سب سے بڑا نہ ہو، جو جھوٹ بول سکتا ہو، جو مختار نہ ہو، جو حرام افعال پر قادر ہو، جو عرش و کرسی پر محدود ہو، جسے انسانوں کے اعمال کی پہلے سے خبر نہ ہو۔ بتایئے کیا آپ کا ایسا عیب دار، جھوٹ بولنے والا، عاجز و لاچار رب ہو سکتا ہے ہرگز نہیں۔

ہر مسلمان کا یہ ایمان ہے کہ اللہ تعالٰی ہر عیب و نقص سے پاک و منزہ ہے وہ قادر مطلق اور مختار کل ہے، وہ جہت و مکاں، حدود و قیود سے بالاتر ہے۔ وہ ہر چیز سے باخبر اور دلوں کی پوشیدہ

باتوں کو جاننے والا ہے۔ اس کا کوئی ہمسر ہے نہ برابر' عرش و کرسی' زمین و آسمان' چاند و سورج' نور و ملائک' انبیاء و اولیاء' جنت و دوزخ' جن و انسان سب اسی کے بنائے ہوئے ہیں۔ سب اس کے حکم کے محتاج اور وہ سب کا خالق وہ مالک ہے۔ مگر آپ نے پڑھا کہ توحید کا درس دینے والے اور نام نہاد توحیدی علمبردار کانگریسی مولویوں کا یہ عقیدہ ہرگز نہیں۔ از روئے ایمان بتایئے کیا ایسے گمراہ اور بے دین فرقوں کی تبلیغ مسلمانوں میں جائز ہے؟ غور کیجئے جن مولویوں کے نزدیک اللہ تعالیٰ کا یہ مقام ہو ان کے نزدیک پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر محبوبان خدا کی کیا قدر و منزلت اور رفعت و عظمت ہوگی۔ یہی وجہ ہے کہ دیو بندی وہابی مولویوں کے دل عشق رسول سے خالی اور بغض و عناد سے بھرے ہوتے ہیں۔ اسی لئے ان میں آج تک اولیاء کرام نہیں ہوئے۔

پیارے مسلمانو! نجدی وہابیوں کی ایک شاخ "جماعتِ اسلامی" بھی ہے۔ جو ایک نئی فکر اور نیا انداز لے کر معروض وجود میں آئی اور اس کی بنیاد مولوی مودودی صاحب نے 1941ء میں ڈالی... یہ جماعت بھی سنی مسلمانوں کا جدید انداز میں استحصال (گھیراؤ) کر رہی ہے' اور سنی مسلمانوں کو اپنے خطرناک جال میں پھانسنے کے لئے کئی خطرناک حربے استعمال کر رہی ہے۔ ان کا سب سے خطرناک حربہ یہ ہے' بقول ان کے "ان کی جماعت میں اسلام کی خدمت کے لئے ہر مسلک کا آدمی آسکتا ہے۔" ان کا کہنا ہے کہ "ہم اختلافات اور فروعی مسائل میں الجھنا نہیں چاہتے۔ صرف دین کی خدمت کرنا چاہتے ہیں۔" اس جماعت کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ پر فریب اور نت نئے نعرے لگا کر لوگوں کو اپنے قریب کرنے میں بڑی ماہر ہے۔ حالات کے ستائے ہوئے لوگ اس جماعت کو اپنا ہمدرد و مونس سمجھ کر اس میں شامل ہو جاتے ہیں۔

جماعت اسلامی اسلام کا نام لیکر مسلمانوں کو کہاں لے کر جانا چاہتی ہے اسے جاننے کے لیے

پہلے اس کے بانی مولوی مودودی صاحب کی حقیقت کا جاننا ہو گا۔

مودودی ہندوستان کی ریاست حیدر آباد کے شہر اورنگ آباد میں ۲۰ ستمبر ۱۹۰۳ء کو پیدا ہوا۔ ابتداء میں دنیاوی علوم کا بہت شوق تھا۔ تصنیف و تالیف اور تحریر میں اسے خصوصی مہارت حاصل تھی۔ اس نے اپنا انداز تحریر بڑے موثر اور عام فہم انداز میں اپنایا، اپنی قابلیت کا سکہ بٹھانے کے لئے سب سے پہلے اپنی تحریری زندگی کا آغاز دیوبندیوں کی جماعت جمیعت علماء ہند کے ترجمان اخبار الجمعیت دہلی سے کیا اور اسے یہاں سے شہرت حاصل ہوئی۔

کچھ عرصہ بعد الجمعیت سے علیحدگی اختیار کرلی اور حیدر آباد دکن چلے گئے اور کسی نئی تحریک بنانے کی فکر میں لگ گئے۔ ۲۵ اگست ۱۹۴۱ء کو مودودی صاحب نے ایک اجلاس لاہور میں طلب کیا۔ جس میں ہم خیال لوگ شریک ہوئے، اس اجلاس میں زیادہ تر لوگ وہابی عقیدے کے تھے۔ چند دیو بند خیال کے بھی تھے۔ ان شرکاء میں محمد یوسف ککھڑوی، مولوی اسمٰعیل سلفی، مولوی عطاء اللہ حنیف، مولوی حکیم عبداللہ، مولوی عبدالجبار غزنوی، مولوی مستری محمد صدیق، سید محمد جعفر، محمد اسحق بھٹی، محمد منظور نعمانی دیوبندی، مولوی ابو الحسن علی ندوی دیوبندی، میاں محمد طفیل محمد کے علاوہ تقریبا" ساٹھ حضرات اور شریک ہوئے۔

محمد اسحق بھٹی جن کا نام شرکاء میں شامل ہے وہابی عقیدے کے ایک نامور صحافی بھی ہیں جنہوں نے علمی ادبی اور صحافت کی دنیا میں بڑا نام پیدا کیا ہے۔ اس اجلاس کی کارروائی کا آنکھوں دیکھا حال اپنے الفاظ میں بیان کرتے ہیں کہ۔

"تقریبا" ستر یا پچھتر افراد شریک تھے جو ہندوستان کے طول و عرض سے آئے تھے مودودی صاحب کا حلیہ بیان کرتے ہوئے اسحق بھٹی صاحب مزید فرماتے ہیں مودودی صاحب کا حلیہ اور وہ لباس جو وہ پہنے ہوئے تھے۔ اب بھی آنکھوں کے سامنے ہے گورا اور سرخ رنگ موٹی موٹی

چمکدار آنکھوں پر نظر کی عینک۔ بھرے ہوئے بارعب چہرے پر پھیلی ہوئی اتنی چھوٹی داڑھی جیسے یکم ذی الحجہ سے دس ذی الحجہ تک حصول ثواب کی غرض سے شیو بڑھائی گئی ہو۔ ننگا سر اس پر انگریزی کٹ کے سیاہ گھنے اور قدرے بڑے بڑے بال (ملاحظہ ہو قومی ڈائجسٹ اکتوبر ۱۹۹۱ء)

۲۶ اگست ۱۹۴۱ء کے اجلاس میں شرکت کرنے والے چشم دید گواہ محمد اسحاق بھٹی مزید آگے فرماتے ہیں۔" اس اجلاس کے انعقاد کے دن سے پہلے کبھی کسی ایسے عالم دین اور مبلغ اسلام کو دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا کہ جس کی داڑھی اور سر کے بال مولانا مودودی کے سے انداز کے ہوں' یہ بات ذہن میں تیزی سے گردش کرنے لگی کہ مولانا اپنے اور ان علماء کرام کے خیال کے مطابق اس دور کے برصغیر میں اسلام کے واحد اور منفرد مبلغ ہیں جو انگریزوں کے زیر نگیں اس خطہ ارض میں اسلامی احکام نافذ کرنے کے علمبردار ہیں اس کے بعد تو بہت سے ایسے افراد کو دیکھا اور ان سے تعلقات استوار ہوئے جو واقعتاً" مولانا تھے اور روزانہ شیو کرتے تھے۔ (ملاحظہ ہو' ماہنامہ قومی ڈائجسٹ اکتوبر ۱۹۹۱ء)

اجلاس کی کارروائی کا حال بیان کرتے ہوئے وہابی نامہ نگار محمد اسحق بھٹی فرماتے ہیں کہ "مولانا نے اپنے طور پر یا کسی کی رائے پر فرمایا کہ اس مجلس میں جو حضرات موجود ہیں "تجدید ایمان" کریں اور کلمہ شہادت پڑھیں' تجدید ایمان کا یہ مطلب بتایا گیا کہ جتنے بھی لوگ جو اس اجلاس میں موجود ہیں وہ کلمہ شہادت پڑھ کر آج سے نئے سرے سے ایمان قبول کر رہے ہیں' سب سے پہلے مولانا مودودی نے کلمہ شہادت پڑھا' اسحق بھٹی تعجب کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میری ان گنہگار آنکھوں نے دیکھا کہ سب حضرات اپنی اپنی باری پر کھڑے ہو کر کلمہ شہادت پڑھ رہے ہیں۔ اور تجدید ایمان کر رہے ہیں گویا نئے سرے سے حلقہ بگوش اسلام ہو رہے ہیں۔

یہ بھی عجیب دن تھا لوگ اپنے ماضی پر فخر کرتے ہیں کوئی کہتا ہے ہم سو سال سے مسلمان ہیں

کوئی کہتا ہے کہ ہزار سال سے ہماری تاریخ اسلام سے وابستہ ہے۔ اس پر مضامین اور مقالات لکھے جاتے ہیں مگر ہم اس پر ندامت کا اظہار کر رہے ہیں اور اپنے اسلام اور اپنی گزشتہ اسلامی تاریخ کی نفی کر رہے ہیں۔ ہمارا موقف یہ تھا کہ پہلے جو کچھ تھا سب غلط تھا ہم نو مسلم آج اسلام میں داخل ہو رہے ہیں۔

جب سب لوگ تجدید اسلام کر چکے اور کلمہ شہادت پڑھ چکے تو مولانا مودودی نے مختصر تقریر کی، مولانا نے تقریر میں فرمایا کہ آج سے ایک جماعت قائم کی جاتی ہے جس کا نام "جماعت اسلامی" ہے اور اس کا امیر مولانا سید ابو الاعلی مودودی ہے۔ مولانا نے یہ بھی فرمایا سب حضرات کو جماعت سے متعلق لٹریچر بھیجا جائے گا۔ تمام حضرات اپنے اپنے حلقے میں لٹریچر پھیلائیں اور جماعت کے نصب العین اور اغراض و مقاصد کی تبلیغ کریں۔ (ملاحظہ ہو ماہنامہ قومی ڈائجسٹ اکتوبر ۱۹۹۱ء)

جناب اسحق بھٹی فرماتے ہیں کہ جماعت اسلامی کے تاسیسی اجلاس میں شمولیت سے میری معلومات میں بہت اضافہ ہوا۔ مثلاً" معلوم ہوا کہ تجدید ایمان کسے کہتے ہیں پتہ چلا کہ لٹریچر کا اطلاق کس چیز پر ہوتا ہے۔ سب سے بڑی بات جو احاطہ معلومات میں آئی وہ یہ تھی کہ جس ملک پر ایسی غیر مسلم (انگریز) طاقت حکمران ہو جس نے مسلمان حکومت ختم کر کے ملک حاصل کیا ہو اور حکمرانی کی بنیاد اسلام دشمنی اور مسلمان دشمنی پر رکھی ہو اس ظالم اور جابر (انگریز) سے آزادی حاصل کرنے کے لئے جو جماعتیں سرگرم عمل ہوں ان کی مخالفت کر کے غلام ملک میں کیا اسلام کو غالب اور اسلامی نظام کو نافذ کیا جا سکتا ہے؟ جب کہ اس سے پہلے ہم یہ سمجھتے تھے کہ کسی آزاد اور مسلمان ملک میں بھی اسلام نافذ کرنا بہت مشکل ہے' (ملاحظہ ہو قومی ڈائجسٹ اکتوبر ۱۹۹۱ء)

مسلمانو! مذکورہ بالا حقائق کا مشاہدہ اور اس کی ایک ایک سطر کا جائزہ اپنے ایمانی جذبے سے

سمجھے کہ جماعت اسلامی کا وہ کونسا اسلام ہے جسے وہ از سر نو نافذ کرنا چاہتی ہے۔ جو تجدید ایمان کر کے چودہ سو سال سے زیادہ پرانے اسلام کو مسترد کر کے ایک خود ساختہ اور جدید اسلام کو جنم دے رہی ہے۔

دنیا بھر کے مسلمانوں کا اس بات پر مکمل اتفاق ہے کہ دائرہ اسلام میں داخل ہونے کے لئے اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانا ضروری ہے۔ مگر مودودی مذہب میں داخل ہونے کا طریقہ اسلام میں داخل ہونے کے طریقہ سے قطعی جدا ہے۔ جماعت اسلامی سے باہر جو مسلمان ہیں جماعت اسلامی کا دستور انہیں صحیح الاسلام نہیں سمجھتا ان کی نظر میں مسلمان ہونا اس وقت ہوگا جب وہ جماعت کا اسلام قبول کرلیں گے۔ ثبوت کے طور پر جماعت اسلامی کی دستوری تشریح ملاحظہ کیجئے۔

"اس جماعت میں کوئی شخص محض اس بنا پر شامل نہیں ہوگا کہ وہ مسلمان کے گھر میں پیدا ہوا اور اس کا نام مسلمان کا سا ہے اس طرح کوئی شخص کلمہ طیبہ کے الفاظ کو بے سمجھے بوجھے محض زبان سے ادا کرے اس جماعت میں نہیں آسکتا۔ (ملاحظہ ہو دستور جماعت اسلامی ص ۳۶)

قابل غور بات ہے کہ مسلمان کے گھر میں پیدا ہونا' مسلمانوں کا سا نام رکھنا' کلمہ طیبہ پڑھنا کسی کو مسلمان سمجھنے کے لئے کافی نہیں تو پھر وہ کون سا آلہ ہے کہ جس کے ذریعے دل کو چیرا جائے اور پہلی ہی نظر میں اسلام معلوم کرلیا جائے۔ ہر سیاسی اور غیر سیاسی تحریک' ہر جماعت اپنے قوانین و ضوابط کی روشنی میں اپنی تنظیم میں داخلے اور خارج ہونے کا دستور تو بنا سکتی ہے مگر اسلام میں داخلہ اور خارجہ کا دستور بنانے کا اختیار کسی کو حاصل نہیں ہو سکتا۔ اس بنیاد پر اب یہ سوچنا قطعی غلط نہ ہوگا کہ جماعت اسلامی کسی اجتماعی یا مذہبی تحریک کا نام نہیں بلکہ ایک نئے اور جدید خود ساختہ مذہب کا نام ہے جس میں باہر کا مسلمان بغیر اس کی شرطوں کے ایمان لائے مسلمان نہیں ہو سکتا۔

مسلمانو! جس مودودی مذہب میں مسلمان ہونے کا طریقہ جداگانہ ہے اسی طرح دائرہ اسلام سے خارج کرنے کا طریقہ بھی اسلامی طریقے سے جدا ہے۔ مودودی صاحب فرماتے ہیں۔

"جو لوگ تعلیم و تربیت اور اجتماعی ماحول کی تاثیرات کے باوجود ناکارہ نکلیں تکفیر (کفر فتویٰ) کے ذریعے ان کو جماعت سے خارج کردیا جائے اس طرح جماعت کو غیر مناسب عناصر سے پاک کیا جاتا رہے۔" (ملاحظہ ہو سیاسی کشمکش ص ۲۱ جلد سوئم)

اوپر دی گئی عبارت سے اس حقیقت کا اندازہ لگانا قطعی مشکل نہیں کہ جو حضرات جماعت اسلامی کی تعلیم و تربیت، عقائد و نظریات اور جماعتی ماحول کی تاثیر سے متاثر نہ ہوں اور وہ مودودی کے پیروکار نہ بنیں ایسے لوگوں کو کفر کا فتویٰ لگا کر جماعت اسلامی سے خارج کردیا جائے یاد رکھیئے کسی مسلمان کو کافر قرار دینا اسی صورت میں ممکن ہو سکتا ہے جب وہ اللہ اور اس کے رسول کے احکام کا باغی ہو جائے، کسی جماعت یا کسی تحریک کو یہ حق ہرگز حاصل نہیں کہ وہ اپنی جماعت کی مخالفت پر کسی پر کفر کا فتویٰ صادر کرے۔ مگر آپ نے دیکھا کہ مودودی مذہب میں ایسا شخص مسلمان نہیں جو مودودی عقیدے سے متاثر نہ ہو۔

تحریک پاکستان کے حوالے سے ہر باخبر مسلمان یہ جانتا ہے کہ ۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء کو قرارداد پاکستان مینار پاکستان لاہور میں منظور ہوئی جسے برصغیر پاک و ہند کے کروڑوں مسلمانوں کی حمایت حاصل تھی اس قرارداد کا مقصد مسلمانوں کے لئے ایک الگ آزاد اسلامی ملک پاکستان حاصل کرنا تھا۔

مگر انگریز، کانگریس اور کانگریسی زرخرید مولویوں نے اس کی شدید مخالفت کی جو آپ پڑھ چکے ہیں پھر قرارداد پاکستان کے صرف ایک سال بعد ۱۹۴۱ء میں جماعت اسلامی کی بنیاد کیوں ڈالی گئی؟ اس کا مقصد بھی وہی تھا جو انگریز، کانگریس اور زرخرید مولویوں کا تھا۔ یعنی پاکستان کی مخالفت اور انگریز اور کانگریس کی حمایت، ۱۹۴۲ء میں صوبہ بہار کے دارالحکومت پٹنہ میں جماعت

اسلامی نے ایک جلسہ کا اہتمام کیا جس میں ہندو کانگریسی لیڈر گاندھی جی کو شرکت کی دعوت دی اور اس اجلاس میں شرکت کی' اسحاق بھٹی فرماتے ہیں ۱۹۴۶ء میں مسلم لیگ اور کانگریس دو بڑی سیاسی جماعتیں عام انتخابات کے لئے مکمل تیاری کے ساتھ ایک دوسرے کے مدمقابل کھڑی تھیں۔

مسلم لیگ کا نصب العین حصول پاکستان تھا' جبکہ گاندھی جی کی کانگریس اس کی مخالف تھی۔ پاکستان کے قیام اور عدم قیام کے بارے میں یہ انتخابات قطعی فیصلہ کن تھے۔ جماعت اسلامی کو قائم ہوئے اس وقت تک تقریباً" پانچ سال اور چند مہینے ہو چکے تھے اور اس سے تعلق رکھنے والے لوگ تھوڑی بہت تعداد میں ہو چکے تھے اور مولانا مودودی کی وہ تحریریں ملک کے پڑھے لکھے حلقوں میں پھیل چکی تھی جس میں مسلم لیگ کے نقطہ نظر پر تنقید کی گئی تھی جماعت اسلامی نے ان انتخابات کا بائیکاٹ کیا اور ان سے الگ تھلگ رہی (ملاحظہ ہو قومی ڈائجسٹ اکتوبر ۱۹۹۱ء) دارالسلام پٹھان کوٹ سے مودودی صاحب کا یہ فتویٰ جاری ہوا کہ پاکستان کے نام پر لڑنے والے الیکشن میں جماعت اسلامی حصہ نہ لے (ملاحظہ ہو تحریک پاکستان اور نیشلسٹ علماء ص ۱۰۷)

مسلمانو! تاریخ ایک مستقل وجود رکھتی ہے جسے کسی صورت میں نہیں جھٹلایا جا سکتا۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ پاکستان کے قیام کے بارے میں ۱۹۴۶ء کے فیصلہ کن انتخابات کا بائیکاٹ کر کے جماعت اسلامی نے آخر پاکستان بنانے کی مخالفت کیوں کی جب کہ یہ حقیقت کسی سے ڈھکی چھپی نہیں کہ پاکستان کے قیام کے لئے پوری قوم نے اسلام کا نعرہ لگایا اور اس نعرے کی بناء پر برصغیر کے دس کروڑ مسلمانوں نے مسلم لیگ کو ووٹ کے ذریعے کامیاب کرایا تھا تو ان کی حمایت مودودی صاحب اور ان کی جماعت اسلامی نے کیوں نہ کی؟ آخر وہ کونسا اسلام تھا کہ جس کی حمایت مودودی صاحب کرنا چاہتے تھے مودودی صاحب نے قیام پاکستان کی کھل کر مخالفت کی اور اپنے لٹریچر کو اپنے کارکنوں کے ذریعے عام کیا۔

جماعت اسلامی کے بانی جناب مودودی صاحب کی تحریک پاکستان اور بانی پاکستان بابائے قوم قائداعظم محمد علی جناح سے مخالفت تاریخ کا ایک انمٹ حصہ ہے انہوں نے قائداعظم محمد علی جناح کو ہدف تنقید بنایا اور آپ کی مخالفت میں کوئی کسر نہیں چھوڑی مودودی فرماتے ہیں۔

افسوس کہ لیگ کے قائداعظم سے لے کر چھوٹے مقتدیوں تک ایک بھی ایسا نہیں جو اسلامی ذہنیت اور اسلامی طرز فکر رکھتا ہو اور معاملات کو اسلامی نقطہ نظر سے دیکھتا ہو یہ لوگ مسلمان کے معنی و مفہوم اور اس کی مخصوص حیثیت کو بالکل نہیں جانتے۔

(ملاحظہ ہو مسلمان اور سیاسی کشمکش حصہ سوئم بار دوئم ۱۹۴۱ء صفحہ ۳۵)

مودودی صاحب کے اس قول سے یہ واضح ہوا کہ مسلم لیگ میں قائداعظم سے لے کر دیگر مقتدیوں تک کوئی ایک بھی ایسا نہیں جو صحیح معنوں میں مسلمان کے معنی و مفہوم کو سمجھتا ہو حالانکہ اس دور میں قائداعظم کے ہمراہ بڑے بڑے عالم دین جید مشائخ عظام تھے۔

مسلمانو! آپ شروع میں پڑھ چکے ہیں کہ ۱۸۵۷ء میں جنگ آزادی کی بنیاد علامہ فضل حق خیر آبادی رحمتہ اللہ علیہ نے رکھی۔ آپ نے اپنے لہو کی قربانی دے کر اپنے خون سے آزادی کی جو شمع روشن کی تھی آپ کے بعد آنے والے علماء و مشائخ اہلسنت نے اسے روشن رکھا ہندوستان کی تاریخ میں علماء مشائخ اہلسنت کا جس قدر شاندار کارنامہ ہے اسے لفظوں میں بیان ہرگز نہیں کیا جاسکتا' ایسٹ انڈیا کمپنی کانگریس اور ان کے آلہ کار کے خلاف سب سے پہلے علماء اہلسنت ہی کی آواز حق بلند ہوئی۔ تحریک پاکستان کے ان ہزارہا علماء و مشائخ میں سے چند مجاہد علماء کا ذکر انتہائی اختصار کے ساتھ آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔ یہاں میں انصاف پسند اہل قلم حضرات سے بھی گزارش کروں گا کہ حسب ذیل حقائق کو جاننے کے بعد دنیا پرست اور قوم وملت کے غداروں کو قوم کا ہیرو ہرگز نہ بنائیں بلکہ پاکستان بنانے والے مجاہدین کے تذکروں کو اپنی کتابوں کی زینت بنائیں تاکہ حق کا بول بالا ہو۔

حضرت امام احمد رضا خاں قندھاری فاضل بریلوی۔

آپ ۱۸۵۶ء میں ہندوستان کے شہر بانس بریلی میں پیدا ہوئے۔ آپ کے باپ دادا قندھار (افغانستان) سے ہجرت کر کے یہاں آئے تھے، آپ کا تعلق پٹھانوں کے اس معزز اور باعزت قبیلے سے ہے جس قبیلے کے بارے میں پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے آج سے چودہ سو سال پہلے اس قبیلے کے بانی صحابی رسول حضرت قیس عبدالرشید بن عیص کو قبول اسلام کے وقت یہ بشارت دی تھی کہ اس مرو جری سے میری امت کا ایک عظیم طائفہ پیدا ہو گا جو جرات اور شجاعت میں لاثانی اور دین اسلام کا بطان کہلائے گا۔ (ملاحظہ کیجئے کتاب تاریخ خورشید جہاں ۹۶۱)

صحابی رسول حضرت قیس عبدالرشید بن عیص رضی اللہ عنہ کی نسل سے پیدا ہونے والے یہی وہ امام احمد رضا خاں قندھاری فاضل بریلوی ہیں کہ جنہوں نے سب سے پہلے سرزمین ہند میں دو قومی نظریہ پیش کیا اور پٹنہ سنی کانفرنس میں ۱۸۹۷ء میں دو قومی نظریہ کی بنیاد رکھی۔ جس میں آپ نے فرمایا کہ ہندو اور مسلم دو الگ الگ قومیں ہیں لہٰذا دونوں قوموں کے لئے الگ الگ وطن ہونا چاہیے۔

آپ ہندو اور انگریز دونوں کے سخت مخالف تھے۔ آپ قندھاری پٹھان تھے۔ آپ کے آباؤ اجداد افغانستان سے ہجرت کر کے ہندوستان آگئے تھے آپ وہ جید عالم دین تھے کہ جن سے علم کی روشنی ہندوستان ہی میں نہیں بلکہ عرب کے گوشے گوشے میں پھیل گئی آپ گزشتہ صدی کے مجدد تھے آپ نے اپنے علم و فضل، زہد و تقویٰ، حق گوئی اور بے باکی کے ذریعے دنیائے اسلام پر جو عظیم احسانات کئے وہ کارنامے رہتی دنیا تک سنہری حرفوں میں لکھے جاتے رہیں گے۔ آپ کی علمی اور روحانی شخصیت سے متاثر ہو کر مکہ مکرمہ کے فاضل شیخ العلماء سید شاہ اسماعیل خلیل رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا تھا۔

اگر امام احمد رضا کے بارے میں یہ کہا جائے کہ وہ حق پر ہیں اور اس زمانے کے مجدد ہیں تو حق اور صحیح ہوگا۔

اسی طرح حضرت موسیٰ علی شامی ازہری رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا۔

امام احمد رضا (دورہ حاضرہ کے) اماموں کے امام ہیں اور امت کے مجدد ہیں۔

پیارے مسلمانو! جب دیوبند کے بڑے بڑے مولویوں نے انگریز سازشوں کو کامیاب بنانے کے لئے حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخیاں کیں اور تقویتہ الایمان' تحذیر الناس اور حفظ الایمان جیسی رسوائے زمانہ کتابیں ہندوستان بھر میں شائع ہونے لگیں تو امام احمد رضا خان قندھاری ان کے خلاف میدان عمل میں آگئے اور ان سرکاری مولویوں کے عقائد باطلہ سے دنیا بھر کے مسلمانوں اور عرب کے جید علماء کو آگاہ کیا جس پر عرب و عجم کے جید علمائے دین نے حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخیاں کرنے کے جرم میں دیوبندی مولویوں کے خلاف کفر کے فتوے جاری کیے (ملاحظہ ہو حسام الحرمین)

علمائے دیوبند کے ناپاک عزائم کا بھانڈا پھوڑنے کا سہرا چونکہ امام احمد رضا خان قندھاری فاضل بریلوی کے سر ہے یہی وجہ ہے کہ علمائے دیوبند کو امام احمد رضا سے شدید نفرت تھی لہذا انہوں نے امام احمد رضا خان قندھاری فاضل بریلوی کو دنیا بھر میں بدنام کیا خاص طور پر صوبہ سرحد کے پٹھانوں کو یہ تاثر دیا کہ امام احمد رضا خان انگریزوں کے ایجنٹ' بدعتی اور قبر پرست ہیں (نعوذ باللہ) اور یہ سلسلہ آج بھی صوبہ سرحد اور بلوچستان میں جاری ہے ان کے اس مذموم پروپیگنڈے کا یہ بھیانک نتیجہ نکلا کہ آج پاکستان کا صوبہ سرحد تقریباً" دیوبندی مولویوں کا گڑھ بن گیا ہے اور سرحدی پٹھان اپنے ہی پٹھان عالم دین امام احمد رضا خان قندھاری کے مخالف ہو گئے۔

مسلمانو! جیسا کہ آپ شروع میں پڑھ چکے ہیں کہ رائے بریلی کی دھرتی سے پیدا ہونے

لے سید احمد بریلوی نے انگریزوں کا بھرپور ساتھ دیا اور وہ ناقابل فراموش کارنامے سرانجام یے جو کسی صورت میں جھٹلائے نہیں جا سکتے۔ ان کی انگریز دوستی اور سنی مسلمانوں کے خلاف سلام دشمنی کا یہ نتیجہ نکلا کہ صوبہ سرحد میں ان کے خلاف شدید نفرت پیدا ہوئی۔ وہاں کے سلمان پٹھانوں نے انہیں قتل کیا اور یہ نفرت آج تک وہاں کے مسلمانوں میں پائی جاتی ہے۔ ہاں کے مسلمان آج بھی بریلوی مولویوں سے نفرت کرتے ہیں۔ جو سید احمد بریلوی کی وجہ سے ہے۔ امام احمد رضا بریلوی کی وجہ سے ہرگز نہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ دیوبندی وہابی مولویوں کے بھرپور پروپیگنڈے نے سید احمد بریلوی کو قومی ہیرو اور امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی کو انگریزوں کا ایجنٹ ظاہر کیا۔ مگر انصاف پسند لوگ آج بھی میرے اس موقف کی تائید کریں گے کہ انگریزوں کا ایجنٹ سید احمد بریلوی تھا۔ امام احمد رضا خاں بریلوی ہرگز نہیں۔ وہ حضرات جو دیوبندی وہابی مولویوں کے پروپیگنڈے کا شکار ہو کر امام احمد رضا خاں بریلوی کو انگریزوں کا ایجنٹ اور قبرپرست قرار دیتے رہے ہیں۔ ان حقائق کو جاننے کے بعد حق پرستی کی راہ اختیار کریں۔ وہ پٹھان قوم جن کا سلسلہ نسب صحابی رسول حضرت قیس بن عبدالرشید تک پہنچتا ہے، جنہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعاؤں سے نوازا تھا، اسی پٹھان قوم میں خوشحال خان خٹک اور عبدالرحمان بابا جیسی عظیم بزرگ ہستیاں پیدا ہوئیں مگر آہ! آج وہ قوم اپنے اسلاف کو چھوڑ کر، دیوبندی وہابی فرقوں میں بٹ چکی ہے ناموس رسالت پر مرمٹنے کا جذبہ جو انہیں اپنے بزرگوں سے ورثے میں ملا تھا تبلیغی جماعت کی خاموش تبلیغ نے ختم کر کے رکھ دیا ہے

مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی۔ آپ امام احمد رضا خان کے دو قومی نظریے کے بڑے حامی تھے۔ آپ کی کوششوں سے بنارس میں آل انڈیا سنی کانفرنس کا انعقاد ہوا جس میں تقریباً ہزارہا علماء و مشائخ اہلسنت نے شرکت کی جس میں تمام شرکاء نے مسلم لیگ کا بھرپور ساتھ دے کر پاکستان بنانے کا عزم کیا اور اسی کانفرنس میں علمائے و مشائخ اہلسنت نے یہ فیصلہ بھی کیا کہ اگر

قائداعظم پاکستان بنانے سے دستبردار ہو بھی گئے تب بھی ہم پاکستان حاصل کر کے رہیں گے۔

مولانا ابوالحسنات قادری۔ آپ تحریک پاکستان کے سرگرم حامی تھے۔ تحریک پاکستان کی حمایت میں آپ نے قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔

مبلغ اسلام حضرت علامہ عبدالعلیم صدیقی۔ تحریک پاکستان کے سلسلے میں آپ کی خدمات بہت نمایاں ہیں آپ نے بیرونی ممالک میں تحریک پاکستان کو متعارف کرایا۔ آپ کی ان خدمات کے اعتراف میں آپ کو سفیر پاکستان کا خطاب بھی ملا۔

مولانا حامد بدایونی۔ آپ نے تحریک پاکستان میں بڑے اہم کارنامے سرانجام دیئے اگر آپ کو تحریک آزادی کا روح رواں کہا جائے تو غلط نہ ہو گا۔ آپ نے اپنی تقریروں کے ذریعے پنجاب میں احرار اور صوبہ سرحد میں کانگریسیوں کا زور توڑا۔

مجاہد اسلام پیر سید امین الحسنات مانکی شریف:۔ آپ ۱۹۴۵ء میں مسلم لیگ میں شامل ہوئے۔ آپ کی دعوت پر قائداعظم نے صوبہ سرحد کا دورہ کیا۔ صوبہ سرحد وہ بدنصیب صوبہ تھا جہاں کانگریسی علماء اور انگریز حکومت کے وفادار سید احمد بریلوی اور اسماعیل دہلوی کے پیروکار کانگریسی علماء اپنے قدم مضبوطی سے جما چکے تھے۔ اور صوبہ سرحد کانگریس کا گڑھ سمجھا جاتا تھا۔ مگر پٹھانوں کے عظیم فرزند سید امین الحسنات کی تائید و حمایت اور کوششوں سے صوبہ سرحد کی سیاسی فضا میں تغیر پیدا ہوا اور مسلم لیگ کو کامیابی حاصل ہوئی۔

پیر آف پگارا سید صبغت اللہ شاہ ثانی شہید رحمتہ اللہ علیہ:۔ تحریک پاکستان کے حامی اور انگریز حکومت کے سخت مخالف تھے۔ ان کی دلی خواہش تھی کہ انگریزوں کو ملک سے نکال دیا جائے انگریزوں نے ان کے خلاف سخت انتقامی کارروائی کی ان کے حر مریدوں کی جائدادیں ضبط کیں اور بہت سے وفاداروں کو تختہ دار پر لٹکایا۔ سندھ کے بعض علاقوں میں "حر مارشل لاء" لگایا اس طرح اسلام کی محبت اور انگریزوں کی مخالفت میں سید صبغت اللہ شاہ رحمتہ اللہ علیہ

نے جام شہادت نوش فرمایا۔

مجاہد اسلام پیر عبدالرحیم شہید (بھرچونڈی شریف) آپ کے والد پیر عبدالرحمان تحریک پاکستان کے مجاہد تھے۔ آپ نے اپنے والد کے نقش قدم پر چلتے ہوئے پاکستان کے لئے بھرپور جدوجہد کی۔

امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری:۔ آپ نے فرنگی سامراج کے خلاف اور ان کا تسلط برصغیر سے ختم کرنے کے لئے پاک و ہند میں مشرق سے لے کر مغرب تک اور شمال سے لے کر جنوب تک کا سفر کیا اور مسلمانوں کو بیدار کیا جو تاریخ کا ایسا سنہری باب ہے جسے ہرگز فراموش نہیں کیا جاسکتا۔ آپ نے ۱۱ مئی ۱۹۳۸ء میں ایک اجلاس میں فرمایا ہندوستان کے تمام مسلمانوں کے لئے لازم ہے کہ وہ تمام کے تمام مسلم لیگ میں شامل ہوں۔ ۱۹۴۵ء میں آپ نے ایک بیان جاری کیا کہ قائداعظم محمد علی جناح ہمارا بہترین وکیل ہے اور مسلم لیگ مسلمانوں کی واحد جماعت ہے۔

پیر سید غلام محی الدین گولڑوی:۔ آپ پیر سید مہر علی شاہ کے فرزند تھے آپ نے تحریک پاکستان کے لئے مسلم لیگ کے پلیٹ فارم سے قائداعظم کا بھرپور ساتھ دیا اور اپنا تن من دھن اسلام کی سربلندی کے لئے قربان کردیا۔ آپ نے اپنے لاکھوں مریدوں کو حکم دیا کہ وہ مسلم لیگ کا بھرپور ساتھ دیں۔

حضرت خواجہ قمرالدین سیالوی:۔ آپ نے علماء و مشائخ اہلسنت کے ساتھ مل کر وطن کی آزادی کے لئے عظیم کارنامے سرانجام دیئے۔ انگریز حکومت نے آپ کو طرح طرح کے لالچ دیئے مگر خواجہ صاحب کے ایمان کو بڑے سے بڑا عہدہ کا لالچ بھی نہ خرید سکا۔

مفتی احمد یار خان نعیمی ' تحریک پاکستان کے لئے آپ کی قربانیاں بہت زیادہ ہیں آپ نے تحریک پاکستان کے حوالے سے مسلم لیگ کی کامیابی کے لئے جگہ جگہ تقریریں کیں۔

سید احمد سعید شاہ کاظمی۔ آپ نے ملتان میں مدرسہ انوار العلوم کی ۱۹۳۵ء میں بنیاد رکھی اس دار العلوم نے تحریک پاکستان کے لئے کارکن تیار کیئے آپ نے مسلم لیگ کے جلسوں میں قیام پاکستان کی حمایت میں زبردست تقریریں کیں۔

مجاہد ملت مولانا عبد الستار خان نیازی، آپ نے میانوالی میں مسلم لیگ کی بنیاد رکھی۔ ۱۹۳۹ء میں قائداعظم سے ملاقات کی اور تحریک پاکستان کے لئے اپنے آپ کو وقف کر دیا۔

قائد اہلسنت مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی۔ آپ نے لڑکپن کی عمر سے ہی ایک ادنی مسلم لیگی کارکن کی حیثیت سے کام کیا، اور ۱۹۴۶ء کے عام انتخابات میں لیاقت علی خان کے حلقے میں انتخابی مہم میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔

ان کے علاوہ اور بے شمار علماء و مشائخ تھے جنہوں نے مسلم لیگ کا بھرپور ساتھ دیا اور پاکستان بنا کر دم لیا جن میں، حضرت مفتی اعظم مظہر اللہ دہلوی، سید محمد محدث کچھوچھوی، مفتی سید غلام معین الدین نعیمی، مولانا مرتضی احمد خان میکش پیر محمد شاہ بھیروی، مولانا ظہور الحسن صدیقی درس، مولانا عبد الغفور ہزاروی، پیر محمد فاضل شاہ جلال پوری، خواجہ عبد الرشید پانی پتی، خواجہ نظامی، مولانا حسرت موہانی، مولانا محمد ابراہیم علی چشتی اور ہزارہا علماء و مشائخ جنہوں نے قائداعظم کی قیادت میں مسلم لیگ کا بھرپور ساتھ دیا اور اپنی تقریروں کے ذریعے پاک و ہند میں آزادی کی ایک لہر دوڑا دی۔

حضرت امام احمد رضا خان قندھاری فاضل بریلوی کے دو قومی نظریئے نے ایسی جان پکڑی کہ ہندوستان کا ہر مسلمان تحریک آزادی میں شامل ہو گیا۔ تحریک آزادی میں علماء و مشائخ اہلسنت کا کردار اتنا جامع اور روشن تھا کہ انہوں نے حصول پاکستان کے لئے سر دھڑ کی بازی لگا دی۔

مگر آپ اوپر پڑھ چکے ہیں کہ مودودی صاحب کی نظر میں قائداعظم کا ساتھ دینے والوں میں

ایک بھی ایسا نہیں تھا جو اسلامی ذہنیت اور اسلامی طرز فکر رکھتا ہو اور نہ ہی یہ لوگ مسلمان کے معنی اور مفہوم کے جاننے والے تھے اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا یہ سب مقتدر علماء اور جید مشائخ گمراہ اور بے دین تھے۔ کیا پورے ہندوستان میں صرف ایک مودودی ہی ایسا تھا جو اسلام کی ذہنیت اور اس کے طرز فکر کو سمجھتا تھا ہاں اپنے عقیدے کی بنیاد جس نظریئے پر مودودی صاحب نے رکھی اس میں یقیناً" وہ منفرد تھے۔ اسحاق بھٹی صاحب یہ انکشاف بھی کرتے ہیں۔

مودودی صاحب نے اپنے مضامین و مقالات میں ہندوستان کی انگریز حکومت کی مخالفت پر زیادہ زور نہیں دیا۔ جب کہ اس ملک سے انگریز کو نکالنے اور آزادی حاصل کرنے کے بنیادی مسئلے پر سب کا اتفاق تھا۔ (ملاحظہ ہو قومی ڈائجسٹ ۱۹۹۱ء)

مسلمانو! غور فرمایئے اسحاق بھٹی صاحب نے کتنے دوٹوک اور واضح الفاظ میں اس حقیقت کا انکشاف کیا ہے کہ مودودی صاحب نے تمام لوگوں کی مخالفت کر کے انگریزوں کی حمایت کی اور جس اسلام کو وہ برصغیر میں نافذ کرنا چاہتے تھے وہ انگریز حکومت کے مزاج کے مطابق تھا۔

انہوں نے اپنے جدید اسلام کو مسلمانوں تک عام کرنے کے لئے اپنے لٹریچر کو بنیاد بنایا ' جماعت اسلامی سے وابستہ حضرات نے مودودی نظریہ کی خوب تشہیر کی اخباروں میں مضامین شائع کئے بڑے بڑے اشتہارات چھپوا کر دیواروں پر چسپاں کئے۔

چھوٹے بڑے دستی اشتہارات بڑے پیمانے پر لوگوں میں تقسیم کئے آج بھی مودودی کے پیروکار "جماعتی" شہر کی مسجدوں میں نماز جمعہ کے بعد مسجد کے دروازے پر آ کھڑے ہوتے ہیں اور چھوٹے چھوٹے اشتہارات مسجد سے نکلنے والے ہر مسلمان کے ہاتھوں میں تھما دیتے ہیں۔

جماعت اسلامی سے تعلق رکھنے والے حضرات مودودی کی کتابوں کو لٹریچر کہا کرتے ہیں جب وہ عام لوگوں میں اسے تقسیم کرتے تو کہتے کیا آپ نے مولانا مودودی کا لٹریچر پڑھا ہے اگر نہیں پڑھا تو ضرور پڑھیں اس سے سب باتیں واضح ہو جائیں گی اور آپ کے تمام ذہنی فکری الجھاؤ رفع ہو

جائیں گے۔

تمام ذہنی فکری اعتقادی' سیاسی اور اقتصادی و معاشی الجھنوں کا حل اور ہر قسم کی معاشرتی بیماریوں کا علاج ان کے نزدیک مودودی کے لٹریچر میں پوشیدہ ہے ادھر اسے پڑھا ادھر تمام عقیدے درست۔ لٹریچر کیا ہے گویا امرت دھارا ہو گیا ماتھے پہ لگاتے ہی سارے غم دور اور چودہ طبق روشن اس میں شک نہیں کہ دین کی خدمت کرنا ایک اچھا عمل ہے مگر یہاں قابل غور بات یہ ہے کہ جس دین کی خدمت جماعت اسلامی کرنا چاہتی ہے کیا یہ وہی دین ہے کہ جسے اللہ اور اس کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت تک کے لئے نافذ کیا جس دین کو لے کر صحابہ کرام دنیا کے کونے کونے میں پہنچے جس دین کی تبلیغ تابعین پھر تبع تابعین نے کی پھر اسی دین متین کا پیغام لے کر بزرگان دین دنیا بھر میں پھیل گئے اور پھر اسی پیغام حق کو لئے حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری' حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری' حضرت بابا فرید الدین گنج شکر' حضرت بختیار کاکی حضرت محبوب الٰہی نظام الدین اولیاء اور ہزارہا بزرگان دین برصغیر پاک و ہند کے کونے کونے میں آئے مودودی صاحب جس دین کی تبلیغ کرنا چاہتے تھے اسے جاننے سے پہلے یہ جاننا ضروری ہے کہ دینی حوالے سے ان کی علمی حیثیت کیا تھی۔ دیو بندی وہابیوں کے امام سید احمد بریلوی کی علمی حیثیت آپ شروع میں پڑھ چکے ہیں اب جماعت اسلامی کے بانی مولوی مودودی صاحب کی علمی حیثیت بھی ملاحظہ کیجئے۔

اپنی علمی زندگی کے بارے میں مودودی صاحب فرماتے ہیں جب مولوی کا امتحان دیا تو درجہ دوم میں کامیاب ہوا۔

اس زمانے میں والد مرحوم کی مالی مشکلات بہت زیادہ بڑھ گئی تھیں اور ان کی صحت بھی خراب ہوتی جا رہی تھی تاہم وہ اورنگ آباد چھوڑ کر حیدر آباد تشریف لائے اور مجھے دار العلوم کی جماعت مولوی عالم میں شریک کرا دیا۔

والد مرحوم حیدر آباد چھوڑ کر بھوپال چلے گئے میں یہاں پڑھتا رہا مگر یہ سلسلہ چھ مہینے سے زیادہ نہ رہ سکا۔ ایک روز بھوپال سے یہ اطلاع ملی کہ والد پر فالج کا سخت حملہ ہوا ہے اور یہ اطلاع پاتے ہی بے سرو سامانی کی حالت میں والدہ ماجدہ کو ساتھ لے کر حیدر آباد سے روانہ ہوا اور بھوپال جاکر والد مرحوم کی خدمت میں منہمک ہوگیا رفتہ رفتہ ان کی صحت یاب ہونے کی تمام امیدیں منقطع ہوگئیں اور اب زندگی کے تلخ حقائق محسوس کرنا شروع کئے۔

ڈیڑھ دو سال کے تجربات نے یہ سبق سکھایا کہ دنیا میں عزت کے ساتھ زندگی بسر کرنے کے لئے اپنے پیروں پر آپ کھڑے ہونا ضروری ہے اور معاشی استقلال کے لئے جدوجہد کئے بغیر چارہ نہیں، فطرت نے تحریر و انشا کا ملکہ ودیعت فرمایا تھا اس کے علاوہ دفتری ملازمت کی طرف کوئی میلان نہ تھا اور اس قسم کی زندگی اختیار کرنے کو دل نہ چاہتا تھا غرض تمام وجوہ سے یہی فیصلہ کیا کہ قلم ہی کو وسیلہ معاش قرار دینا چاہئے۔ (ملاحظہ ہو منظر الکرام بحوالہ روزنامہ جنگ راولپنڈی ۲۹-۹-۷۹)

مودودی صاحب اپنی علمی حیثیت کی مزید وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

مجھے گروہ علماء میں شامل ہونے کا شرف حاصل نہیں ہے۔ میں ایک بیچ راس کا آدمی ہوں۔ جس نے جدید و قدیم دونوں طریقہائے تعلیم سے کچھ کچھ حصہ پایا ہے۔ (ملاحظہ ہو ترجمان القرآن ربیع الاول ۱۲۵۵ھ)

مسلمانو! سورج سے زیادہ چمکتے ہوئے مودودی صاحب کے مذکورہ حالات سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ نہ وہ کوئی شیخ القرآن تھے نہ شیخ الحدیث، نہ مفتی اعظم تھے اور نہ متند عالم دین بلکہ درجہ دوم کے مولوی ترقی پسند دانشور اور انشاء پرداز تھے جس کا اندازہ سامنے دی گئی تصویر سے بھی بخوبی لگایا جاسکتا ہے اور ان کی تحریروں کا مقصد اپنی معاشی حالت کو بہتر بنانا اور اپنے پاؤں پہ کھڑے ہونا تھا۔

جسارت

آتش فشاں لاہور

جلد ۷
شمارہ ۲۱
نومبر (I) ۱۹۷۹

ابوالاعلیٰ مودودی — ۱۹۲۳ء



مفکرِ اسلام عرصہ دراز تک کلین شیو تھے اور ٹائی پتلون کا استعمال کرتے تھے: عبرت!

اس تصویر کو دیکھ کر یہ اندازہ لگانا قطعی مشکل نہیں کہ جماعت اسلامی کے بانی بھری جوانی میں انگریزوں کا پسندیدہ لباس پینٹ کوٹ پہنا کرتے اور ٹائی باندھا کرتے تھے مسلمانو کیا ایک عالم دین کو ایسا لباس پہننا جائز ہے۔ فیصلہ خود کیجئے۔

مسلمانو! جس دین کو لے کر پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس عالم دنیا میں جلوہ افروز ہوئے جسے صحابہ کرام اور آئمہ امت نے اختیار کیا وہ دین مودودی کا دین نہیں تھا مودودی کے عقائد اور نظریات قرآن وسنت کے بالکل خلاف تھے جس کا اندازہ مودودی صاحب کی ان عبارات سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے جو انہوں نے اپنے پیروکاروں کے لئے تحریر فرمائیں' چند عبارات کو پڑھئے اور ایمان اور ضمیر سے فیصلہ کیجئے کیا یہ وہی اسلام ہے جس کا درس ہمیں قرآن وحدیث میں ملتا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں مودودی صاحب کا عقیدہ ملاحظہ کیجئے لکھتے ہیں۔

نبی ہونے سے پہلے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بھی ایک بڑا گناہ ہو گیا تھا کہ انہوں نے ایک انسان کو قتل کردیا۔" نعوذ باللہ۔

(ملاحظہ ہو رسائل ومسائل حصہ اول صفحہ ۳۱ طبع دوئم)

مذکورہ بالا عبارت میں مودودی صاحب نے یہ واضح کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پہلے نبی نہیں تھے۔ ظاہر ہے جب نبی نہیں ہوئے تو ایک عام انسان ہوئے' چنانچہ انہوں نے ایک انسان کو قتل کردیا گویا وہ قاتل تھے۔ یہاں قابل غور بات یہ ہے کہ کیا ایک قاتل نبی بن سکتا ہے؟ ہر مسلمان کا یہ ایمان ہے کہ جس کا دامن گناہوں سے داغدار ہو وہ کبھی منصب نبوت پر فائز نہیں ہو سکتا اور کسی انسان کا قتل تو اتنا بڑا گناہ ہے جو کسی صورت میں معاف نہیں ہو سکتا۔ ہر مسلمان کا یہ ایمان ہے کہ ہر نبی خطاؤں سے پاک ومنزہ اور معصوم ہوتا ہے۔ اللہ کا نبی ابتداء ہی سے نبی ہوتا ہے وہ انسان کی رہنمائی کے لئے بھیجا جاتا ہے نہ کہ اسے بعد میں نبی بنایا جاتا ہے۔ حضرت

موسیٰ علیہ السلام نے جس شخص کو قتل کیا وہ فرعونی کافر تھا اور اس کافر کا قتل ہر لحاظ سے جائز تھا۔ مگر مودودی صاحب نے اللہ تعالیٰ کے مقدس نبی حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کو قاتل ثابت کرنے کی ناپاک جرات کی اور ان کے دامن کو گنہ آلود ثابت کیا ہے۔

حضرت داؤد علیہ السلام کے بارے میں مودودی صاحب فرماتے ہیں۔

حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنے عہد کی اسرائیلی سوسائٹی کے عام رواج سے متاثر ہو کر اوریا سے طلاق کی درخواست کی تھی۔

(ملاحظہ ہو تفہیمات حصہ دوئم صفحہ ۴۲ طبع دوم)

حضرت داؤد علیہ السلام کے بارے میں مودودی صاحب دوسری جگہ فرماتے ہیں۔

حضرت داؤد علیہ السلام کے فعل میں خواہش نفس کا کچھ دخل تھا اور اس کا حاکمانہ اقتدار کے نامناسب استعمال سے بھی کوئی تعلق تھا اور وہ کوئی ایسا فعل تھا جو حق کے ساتھ حکومت کرنے والے کسی فرمانروا کو زیب نہ دیتا تھا۔

(ملاحظہ ہو تفہیم القرآن جلد چہارم صفحہ ۳۲۷ طبع اول)

ہر پڑھا لکھا اور ان پڑھ مسلمان اس حقیقت کو جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام کو انسانوں کی اصلاح کے لئے دنیا میں مبعوث فرمایا' ہر نبی نے اپنے اپنے دور میں اپنی قوم کی اصلاح کی۔ ان کے بگڑے ہوئے انداز فکر کو بدلا اور ہدایت کا راستہ دکھایا حضرت داؤد علیہ السلام نے بھی اپنی قوم کی اصلاح فرمائی مگر مودودی نے حضرت داؤد علیہ السلام پر بھی یہ الزام لگا دیا کہ وہ اسرائیلی سوسائٹی کے عام رواج سے متاثر ہو گئے۔

ذرا سوچئے کہاں اللہ کا مقدس معصوم نبی اور کہاں اسرائیلی سوسائٹی کا گناہ آلود اور غلیظ رواج۔ کیا یہ ایک مقدس نبی پر بہتان نہیں؟ انہوں نے اسی پر بس نہیں کیا بلکہ دوسری جگہ کہہ دیا کہ وہ خواہش نفس کا شکار ہو گئے اور اپنے حاکمانہ اقتدار کا نامناسب یعنی ناجائز استعمال کیا نعوذ

باللہ۔ حضرت نوع علیہ السلام کے بارے میں ماڈرن مفکر مودودی صاحب فرماتے ہیں۔

حضرت نوح علیہ السلام اپنی بشری کمزوریوں سے مغلوب اور جاہلیت کے جذبے کا شکار ہو گئے۔ (ملاحظہ ہو تفہیم القرآن صفحہ ۳۴۴ جلد دوئم)

حضرت نوح علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے وہ مقدس نبی ہیں جنہوں نے بڑی طویل زندگی پائی ایک روایت میں ہے کہ ایک ہزار سال سے بھی زیادہ آپ کی عمر تھی اور اتنی طویل زندگی میں آپ مسلسل لوگوں کو دین حق کی دعوت دیتے۔ آپ کی قوم نے آپ پر بڑے ظلم ڈھائے لیکن آپ مسلسل لوگوں کو ہدایت کا درس دیتے رہے۔ آپ ساری زندگی قوم کے غم اور خوف خدا سے نوحہ کرتے اسی وجہ سے آپ کا نام بھی نوح (رونے والے) پڑا ایسے مقدس نبی کے بارے میں مودودی صاحب کا یہ عقیدہ تھا کہ "بشری کمزوریوں کے سبب مغلوب ہو گئے اور جاہلیت کے جذبے کا شکار ہو گئے کسی نبی کے لئے جاہل کا لفظ استعمال کرنا توہین ہے یا نہیں؟

حضرت یونس علیہ السلام کے بارے میں مودودی کا عقیدہ تھا۔

یونس سے فریضہ رسالت کی ادائیگی میں کچھ کوتاہیاں ہو گئی تھیں نعوذ باللہ۔

(ملاحظہ ہو تفہیم القرآن حصہ دوئم طبع اول حاشیہ ۳۱۲)

غور فرمایئے کس ڈھٹائی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے معصوم نبی حضرت یونس علیہ السلام پر منصب رسالت میں کوتاہیاں کرنے کا الزام لگایا جا رہا ہے اگر ہم ایک عام شریف اور دیانت دار انسان کی زندگی پر غور کریں تو وہ بھی اپنے منصب سے کوتاہی نہیں کرتا تعجب ہے اللہ تعالیٰ کا معصوم نبی ایسا کرے؟ نعوذ باللہ یہ عقیدہ مودودی کا ہو سکتا ہے کسی مسلمان کا ہرگز نہیں۔

مسلمانو! اپنی گفتگو کو مختصر کرتے ہوئے ایک قول اور آپ کی نظر کرتا ہوں اسے بھی پڑھیئے اور حقیقت کا مشاہدہ اپنی آنکھوں سے کیجئے مودودی فرماتے ہیں۔

اور تو اور بسا اوقات پیغمبر تک کو اس نفس شریر کی رہزنی کے خطرے پیش آئے نعوذ باللہ۔

(ملاحظہ ہو تفہیمات جلد اول صفحہ ۱۶۱ طبع پنجم)

مذکورہ بالا عبارت میں مودودی صاحب نے واضح کیا ہے کہ نفس کی شرارت کے جو خطرے اوروں کو پیش آتے تھے وہی نفس کی شرارت کے خطرے پیغمبروں کو بھی پیش آئے ہیں۔ ذرا سوچئے انبیاء کرام کے بارے میں یہ گستاخی اور بے ادبی کتنی بڑی جسارت ہے' کیا کوئی مودودی کا پیروکار یہ برداشت کرے گا کہ مودودی کا نفس شریر تھا اور وہ رہزن (ڈاکو) تھا۔ اللہ تعالیٰ کے نبیوں کے بارے میں ایسا غیر اسلامی عقیدہ رکھنا مودودی کا عقیدہ تو ہو سکتا ہے کسی مسلمان کا ہرگز نہیں۔

پیغمبر آخر الزماں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں مودودی نے جو الفاظ کہے وہ بھی سن لیجئے۔ پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں مودودی لکھتا ہے۔

"اس ان پڑھ صحرا نشیں نے حکمت و دانائی کی باتیں کہنا شروع کر دیں۔"

(ملاحظہ ہو تفہیمات حصہ اول صفحہ ۲۹۴)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان بیان کرنے کا ایک مودودی انداز اور پڑھیئے۔

جو (اللہ) ایک ان پڑھ بدوی کو ایک ملک کا نہیں تمام دنیا کا' ایک زمانے کا نہیں تمام زمانوں کا لیڈر بنا دے۔

(ملاحظہ ہو تفہیمات صفحہ ۲۴۱)

فخر دو جہاں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شان بیان کرنے اور انگریزی منصوبے کی تعمیل کرنے کا ایک مودودی انداز اور سن لیجئے۔

"یہ قانون جو ریگستان عرب کے ایک ان پڑھ چرواہے نے دنیا کے سامنے پیش کیا۔"

(ملاحظہ ہو کتاب "پردہ" صفحہ ۱۰۵)

اللہ تعالیٰ کا وہ مقدس رسول جسے اللہ تعالیٰ نے قرآنی علم عطا کیا جسے غیب کے خزانے کا

مالک بنایا اس مقدس نبی کو "ان پڑھ" کہنا اور بار بار اس لفظ کی تکرار کرنا انگریز حکومت کے منصوبے کا ایک حصہ ہے جس کا بیڑہ مودودی نے اپنے کندھوں پر اٹھایا اس منصوبے کو مزید آگے بڑھاتے ہوئے مودودی صاحب فرماتے ہیں۔

"غور کیجئے چودہ سو برس پہلے کی تاریک دنیا میں عرب جیسے تاریک تر ملک کے ایک گوشے میں ایک گلہ بانی اور سوداگری کرنے والے ان پڑھ بادیہ نشین کے اندر یکایک اتنا علم اتنی روشنی، اتنی طاقت اتنے کمالات اتنی زبردست یافتہ قوتیں پیدا ہو جانے کا کونسا ذریعہ تھا۔"

(ملاحظہ ہو تفہیمات حصہ اول صفحہ ۲۵۴)

مودودی صاحب کے مذکورہ بالا نظریات کو آپ اپنے ایمان کی روشنی میں پڑھیں اور اس بات کو پیش نظر رکھیں یہ الفاظ اس مقدس ہستی کے بارے میں کہے گئے ہیں جن کی بارگاہ میں ادنی سی گستاخی کفر قرار دی گئی اور قرآن مجید میں واضح طور پر اس بات کا حکم دیا گیا۔

لاتجعلوا دعاء الرسول بینکم کدعاء بعضکم بعضا (سورہ نور ۶۳)

ترجمہ۔ رسول کے پکارنے کو ایسا نہ ٹھہراؤ جیسا کہ تم میں ایک دوسرے کو پکارا جاتا ہے۔

اس آیت کریمہ میں واضح کیا گیا ہے کہ حضور سرور کونین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نام ادب و تکریم اور توقیر و تعظیم کے ساتھ لیا جائے۔

آپ خود فیصلہ کیجئے کہ حضور سرور کونین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان بیان کرنے کا کیا یہی ایک طریقہ ہے کہ جماعت اسلامی کے بانی مودودی اپنے نانہجار قلم سے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو کہیں ان پڑھ بدوی لکھتا ہے، تو کہیں ان پڑھ صحرانشین، کہیں صحرائے عرب کا ان پڑھ بادیہ نشین تو کہیں ان پڑھ چرواہا۔

مسلمانو! میں آپ سے پوچھتا ہوں کیا یہی اسلام ہے کہ اس ہستی کی شان میں قلم بے لگام کر دیا جائے کہ جن کی مدحت وثناء قرآن پاک ہے جس کا مداح خود خالق کائنات ہے جس نے اپنے

پیارے معصوم پیغمبر کو پیارے پیارے الفاظوں سے یاد فرمایا کہیں 'یا مزمل کے لقب سے یاد فرمایا تو کہیں یا مدثر کہہ کر یاد کیا کہیں یا ایھا النبی کے الفاظ سے پکارا تو کہیں یا ایھا الرسول' کہیں "طہٰ" تو کہیں یٰسین جیسے مقدس الفاظ سے یاد فرمایا۔ اور ایک جگہ اس طرح ارشاد فرمایا

وعلمک مالم تکن تعلم (سورہ نساء ۱۱۳) ترجمہ۔ اور تمہیں سکھا دیا جو کچھ تم نہ جانتے تھے۔

معلوم ہوا کہ آپ اس شان کے عالم ہیں کہ جنہیں کائنات کے تمام علوم سکھا دیئے گئے۔

مگر جماعت اسلامی کے بانی نے اللہ تعالیٰ کے احکام کی پرواہ کئے بغیر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں توہین آمیز الفاظ استعمال کئے اور بار بار ان پڑھ کی تکرار کی جو حکم الٰہی کے خلاف اور منشائے الٰہی کے منافی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس شدت سے مخالفت اس سے زیادہ اور کیا اسلام دشمنی ہو سکتی ہے۔

موڈرن دانشور اور نام نہاد مفکر اسلام جماعت اسلامی کے بانی مولوی مودودی صاحب کی تہذیب سے گری ہوئی بے ادبی اور گستاخی کا کھلا ہوا مظاہرہ اور دیکھئے۔ پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں مودودی صاحب لکھتے ہیں۔

اس طرح جب وہ کام تکمیل کو پہنچ گیا جس میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مامور کیا گیا تھا تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے ارشاد ہوتا ہے کہ اس کارنامے کو اپنا کارنامہ سمجھ کر کہیں فخر کرنے مت لگ جانا' نقص سے پاک بے عیب ذات اور کامل ذات صرف تمہارے رب ہی کی ہے لہٰذا اس کار عظیم کی انجام دہی پر اس کی تسبیح اور حمد و ثناء کرو اور اس ذات سے درخواست کرو کہ مالک اس ۲۳ سال کے زمانہ خدمت میں اپنے فرائض ادا کرنے میں جو خامیاں اور کوتاہیاں مجھ سے سرزد ہو گئی ہیں انہیں معاف فرمادے (نعوذ باللہ ثم نعوذ باللہ)

(ملاحظہ ہو قرآن کی چار بنیادی اصطلاحیں صفحہ ۱۵۶ چودھواں اڈیشن)

مودودی صاحب کے مذکورہ بالا نظریہ کے بارے میں' میں صرف ان مسلمانوں سے یہ پوچھنا

چاہتا ہوں جنہوں نے حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کو سچا برحق اور معصوم نبی اور جن کے ہر قول کو اللہ کا قول جن کے ہر انکار کو اللہ کا انکار جن کے ہر فعل کو اللہ کا فعل سمجھ کر کلمہ پڑھا۔ ذرا بتایئے جب ہر مسلمان کا یہ عقیدہ ہے کہ ہر نبی گناہوں' خطاؤں' خامیوں اور کوتاہیاں سے پاک اور معصوم ہوتا ہے اور انبیاء کرام سے خطا اور گناہ کا تصور کفر ہے تو کیا کوئی گناہ گار سے گنہ گار مسلمان تمام نبیوں کے امام' امام الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہ تصور کر سکتا ہے کہ امام الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے نعوذ باللہ ۲۳ سال کے دور میں یا اس سے پہلے خامیاں اور کوتاہیاں ہوئی تھیں۔

کیا کوئی امتی اپنے نبی کی خامیوں اور کوتاہیوں کو تلاش کر سکتا ہے؟ کسی مسلمان میں یہ جرات ہے۔ ہرگز نہیں۔ مگر آپ مودودی کی جرات اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے ہیں مودودی کی جرات کا ایک جیتا جاگتا ثبوت اور دیکھئے۔ وہ لکھتے ہیں۔

لیکن وعظ و تلقین میں ناکامی کے بعد داعی اسلام نے ہاتھ میں تلوار لی۔

(ملاحظہ ہو الجہاد فی الاسلام صفحہ ۱۷۴)

مذکورہ بالا عبارت میں مودودی صاحب نے حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم پر دو الزامات لگائے ہیں پہلا الزام "وعظ و تلقین میں ناکامی"

ہر مسلمان جانتا اور مانتا ہے کہ دین اسلام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وعظ اور ارشادات ہی کے ذریعے پھیلا اور یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وعظ ہی کا اثر تھا کہ دور جہالت کے بڑے بڑے سرکش اور نافرمان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تلقین سے متاثر ہوئے اور پھر صحابہ کرام کی ایسی مقدس جماعت تیار ہوئی کہ جن کا مقام و مرتبہ انبیاء کرام کے بعد سب سے بلند ترین کہلایا۔ جنہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں اور پھر بعد میں وہ مثالی کارنامے سرانجام دیئے کہ دنیا میں اس سے پہلے اور نہ ہی اس کے بعد آج تک کوئی سرانجام دے سکا۔ ذرا بتایئے یہ حضور صلی اللہ

علیہ وسلم کی کامیابی تھی یا ناکامی؟

مذکورہ بالا عبارت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ماڈرن مفکر اسلام نے جو دوسرا الزام لگایا ہے وہ ہے "حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ میں تلوار اٹھانا۔"

اس گستاخانہ عبارت پر تبصرہ کرنے کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ ہر اہل نظر مسلمان اس حقیقت کو جانتا ہے کہ یہ نظریہ یہود و نصاریٰ کا ہے۔ یہودیوں نے ہمیشہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اور ان کے صحابہ کرام پر یہ الزام لگایا کہ انہوں نے اسلام بزور شمشیر پھیلایا۔ اس حقیقت کا اندازہ اس بات سے لگایئے کہ حال ہی میں عیسائی ملک امریکہ کی سپریم کورٹ میں حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی نام نہاد خیالی تصویر کا انکشاف ہوا ہے جو کسی پتھر پر بنائی گئی ہے اس تصویر کو انتہائی مہارت کے ساتھ مشہور و معروف آرٹسٹ کراس گلبرٹ اور ایڈلف اے وین مین نے ۱۹۳۳ء میں بنایا اور اسے چھ فروری ۱۹۳۳ء میں امریکہ کی سپریم کورٹ میں آویزاں کر دیا۔ لاس اینجلس سے شائع ہونے والے اخبار "پاکستان لنک" کے مطابق تصویر کے ایک ہاتھ میں قرآن اور دوسرے ہاتھ میں تلوار دکھائی گئی ہے تصویر کے نیچے یہ الفاظ درج ہیں۔

محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ۶۳۰ء بانی اسلام جن کی تعلیمات قرآن پر مشتمل اسلامی قانون ہیں اس تصویر کے ذریعے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ اسلام تلوار کے زور پر پھیلایا گیا ہے

(ملاحظہ ہو پاکستان لنک لاس اینجلس امریکہ بحوالہ روزنامہ جرات ۲۲ فروری ۱۹۹۷ء)

مذکورہ بالا اخباری رپورٹ سے اس حقیقت کا ثبوت مل جاتا ہے کہ یہودی اور عیسائی قوم کا یہ نظریہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام تلوار کے ذریعے پھیلایا۔ یہ حقیقت ہے کہ اللہ کے پیارے رسول نے دنیا سے کفر و شرک کو ختم کرنے، وحشی اور خونخوار قوم کو موحد اور باعزت قوم بنانے، نسلوں کی عداوتیں اور دشمنیاں مٹا کر اخوت و بھائی چارہ قائم کرنے انہیں تین سو ساٹھ بتوں کی پرستش سے ہٹا کر ایک حقیقی رب کی بارگاہ میں سجدہ ریز کرنے ساری دنیا کو امن و سلامتی کا

کوار ہٹانے کے لئے مختلف غزوات میں حصہ لیا۔

ایسے کل غزوات کی تعداد امام بخاری نے ۱۹ بیان کی ہیں اور وہ لڑائیاں جس میں حضور شریک نہ ہوئے بلکہ ایک یا ایک سے زیادہ مسلمان شریک ہوئے اسے سریہ کہا جاتا ہے اس طرح سریہ کی کل تعداد ۵۵ کے قریب ہے ان غزوات اور سریہ میں ۲۵۹ مسلمان شہید ہوئے جبکہ ۷۵۹ کافر مارے گئے۔

اس طرح کفر و اسلام کی اس جنگ میں دونوں طرف سے کل ۱۰۱۸ افراد کا جانی نقصان ہوا اور ۱۰۱۸ افراد کی قربانی دے کر اس سے عظیم مقاصد حاصل کیے گئے۔ اب ذرا دنیا کے نام نہاد انسانی حقوق کے علمبردار یہودی اور عیسائی قوم پر نظر ڈالتے چلیں کہ انہوں نے بنی نوع انسان کی کیا خدمت کی۔

برطانیہ، یورپ و امریکہ نے اپنے ناجائز مطالبات دنیا پر مسلط کرنے کی غرض سے ۱۳ اگست ۱۹۱۴ء کو جنگ عظیم کا آغاز کیا جو مسلسل چار سال یعنی ۱۹۱۸ء تک دنیا کے بڑے بڑے ملکوں میں بھی جاری رہے اپنے بے جا مطالبات کے لئے لاکھوں انسانی جانوں اور اربوں کھربوں ڈالر کو خاک و خون کی نذر کر دیا گیا۔ سینکڑوں بحری جہاز، سمندر میں غرق کر دیئے گئے زندگی کے سارے اسباب دنیا سے نیست و نابود کر دیئے ایک محتاط اندازے کے مطابق اس جنگ عظیم میں ہلاک ہونے والوں کی تعداد حسب ذیل ہے۔

روس میں	17لاکھ افراد ہلاک ہوئے
جرمنی میں	16لاکھ افراد ہلاک ہوئے
فرانس میں	13لاکھ افراد ہلاک ہوئے
اٹلی میں	4لاکھ افراد ہلاک ہوئے
آسٹریلیا میں	8لاکھ افراد ہلاک ہوئے

برطانیہ میں 7 لاکھ افراد ہلاک ہوئے

اسی طرح ترکی میں دو لاکھ پچاس ہزار، بلجئیم میں ایک لاکھ دو ہزار، بلغاریہ رومانیہ، سرویا د مانٹی میں ایک ایک لاکھ اور امریکہ میں پچاس ہزار افراد ہلاک ہوئے۔ جبکہ زخمی ہونے والوں کی تعداد اس میں شامل نہیں۔

یہ تو دنیا کی حقیر خواہش کے لئے لڑی جانے والی صرف ایک جنگ کی صورتحال ہے اگر اہل دنیا کی لڑائیوں کا تذکرہ ایک جانب سمیٹ کر رکھ دیا جائے اور صرف ان لڑائیوں پر غور کیا جائے جو مذہبی حوالوں سے لڑی گئیں تو یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ یورپ کی مذہبی انجمنوں نے جس قدر انسانوں کو ہلاک کیا ہے ان کی تعداد لاکھوں سے تجاوز کر گئی ہے۔ انگلستان مین مذہبی عدالتوں کے احکامات پر ایک کروڑ بیس لاکھ افراد کو ہلاک کیا گیا سلطنت اسپین نے تین لاکھ چالیس ہزار عیسائیوں کو قتل کیا جن میں بتیس ہزار افراد زندہ آگ میں جلا دیئے گئے۔

(ملاحظہ کیجئے اعجاز التنزل ص ۴۷۴)

مسلمانو! ذرا غور فرمائیے ایک طرف تو عالم انسانیت کے سب سے بڑے علمبردار پیغمبر آخر الزماں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کہ جنہوں نے دونوں جانب سے صرف ۱۰۱۸ افراد کی قربانیوں سے اس قدر عظیم روحانی، اخلاقی، مادی اور ملی فوائد حاصل کئے کہ جن کو آج تک دنیا کی کوئی قوم کوئی ملک حاصل نہیں کر سکا اور دوسری جانب یہودی اور عیسائی قوم ہے کہ جنہوں نے لاکھوں انسانوں کو موت کے گھاٹ اتار کر رکھ دیا جس کا خمیازہ آج بھی اہل دنیا کو اٹھانا پڑ رہا ہے اب آپ خود فیصلہ کیجئے کہ تلوار اللہ کے رسول نے اٹھائی یا کفار و مشرکین نے۔ انسانیت کا قتل اسلام نے کیا یا کفار و مشرکین نے۔ ہر اہل انصاف یہی کہے گا کہ اسلام تلوار سے نہیں پھیلا اصل انسانیت کے قاتل یہود و نصاریٰ ہیں جنہوں نے اہل دنیا پر ظلم و بربریت کے پہاڑ توڑ ڈالے۔

مسلمانو! اسلام کو دنیا میں بدنام کرنے اور تصویر میں پیغمبر اسلام کے ہاتھ میں تلوار دکھانے کا جو

من گھڑت مظاہرہ امریکی سپریم کورٹ میں کیا گیا ہے اس کا مقصد یہی ہے کہ اپنے عیبوں پر پردہ ڈال دیا جائے اور دنیا پر ثابت کر دیا جائے کہ پیغمبر اسلام نے تلوار کے زور پر اسلام پھیلایا۔

یہودیوں کے اسی موقف کی تائید و حمایت جدید دانشور اور صحافی و انشاپرداز جماعت اسلامی کے بانی نام نہاد مفکر اسلام مودودی صاحب نے بھی کی ہے اور یہ ثابت کیا ہے کہ جب اسلام تبلیغ کے ذریعہ نہ پھیلا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تلوار اٹھالی نعوذ باللہ۔ اس طرح مودودی نے اسلام دشمنی اور انگریز دوستی کا برملا اظہار کر کے انگریز ایجنٹ ہونے کا ثبوت فراہم کر دیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں مودودی اپنے ناہنجار قلم سے ایک اور جگہ یہ لکھتا ہے "اس مشن کا خلاصہ یہ ہے کہ حزب اللہ کے لیڈر سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو.....

(ملاحظہ ہو تفہیمات حصہ اول صفحہ ۱۳۲ جامع ہشتم)

مسلمانو! کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو لیڈر کہنا جائز ہے؟ آج کی اصطلاح میں لیڈر اس شخص کو کہتے ہیں جو کسی تنظیم کا سربراہ ہو، جو اپنے کارکنوں کو سبز سبز باغ دکھانے کا گر جانتا ہو جو شخص لوگوں کو مکرو فریب میں ڈال کر لوگوں کے دل جیت لیتا ہو وہی آج کا لیڈر ہوتا ہے یہ ایک غیر مناسب لفظ ہے اس لفظ کو اللہ کے مقدس رسول سے منسوب کرنا مودودی ہی کی جرات کا کمال ہو سکتا ہے کسی مسلمان کا ہرگز نہیں۔

جماعت اسلامی کے بانی اور اسلامی جمعیت طلبہ کے خالق مودودی صاحب کا قلم انبیاء کرام کی بارگاہ میں ادب و احترام سے قطعی ناآشنا ہے۔ وہ جب قلم اٹھاتے ہیں تو تنقید اور نکتہ چینی کے اس مقام پر دکھائی دیتے ہیں جہاں مقام انبیاء ان کی نگاہوں سے اوجھل ہو جاتا ہے۔ قلم کی آوارگی نقطہ عروج پر ہوتی ہے۔ ان کا قلم کسی بھی مقدس ہستی کو تنقید و تنقیص سے بالاتر نہیں سمجھتا۔

مودودی صاحب نے جب انبیاء کرام کو تنقید اور تنقیص کئے بغیر نہ چھوڑا تو صحابہ کرام اس کے قلم سے کیسے محفوظ رہ سکتے ہیں چنانچہ صحابہ کرام کے بارے میں، جماعت اسلامی کے بانی اور نام

نہاد مفکر اسلام مودودی صاحب کے چند نظریات سن لیجئے۔ لکھتے ہیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہ جہاد فی سبیل اللہ کی اصل اسپرٹ سمجھنے میں بار بار غلطیاں کر جاتے تھے۔

(ملاحظہ ہو ترجمان القرآن صفحہ ۲۹۲۔ ۱۹۵۷ء)

اور سنیئے۔

ایک مرتبہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جیسا بے نفس متورع اور سراپا للہیت بھی اسلام کے نازک ترین مطالبہ کو پورا کرنے سے چوک گیا۔

(ترجمان القرآن صفحہ ۳۰)

اور سنیئے۔ مودودی صاحب فرماتے ہیں۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جن پر اس عظیم خلافت کا بار رکھا گیا تھا ان خصوصیات کے حامل نہ تھے۔ جو ان کے جلیل القدر پیشروؤں کو عطا ہوئی تھی۔ اس لئے جاہلیت کو اسلامی نظام اجتماعی کے اندر گھس آنے کا موقع ملا۔

(ملاحظہ ہو تجدید و احیائے دین صفحہ ۲۳)

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر تنقید کرتے ہوئے ایک جگہ اور مودودی صاحب تحریر فرماتے ہیں۔ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جانشین ہوئے تو رفتہ رفتہ وہ اس پالیسی سے ہٹتے چلے گئے انہوں نے پے در پے اپنے رشتے داروں کو بڑے بڑے اہم عہدے عطا کئے اور ان کے ساتھ دوسری ایسی رعایت کیں جو عام طور پر لوگوں میں ہدف اعتراض بن کر رہیں۔ مثال کے طور پر انہوں نے افریقہ کے مال غنیمت کا پورا خمس (۵ لاکھ دینار) مردان کو بخش دیا۔

(ملاحظہ ہو خلافت و ملوکیت صفحہ ۱۰۶ طبع دوم)

مودودی صاحب نے مذکورہ بالا عبارت میں جو الزام حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر لگایا ہے۔ اس میں تاریخ ابن خلدون کا حوالہ بھی دیا ہے جو سراسر جھوٹ' بددیانتی اور تاریخ اسلام

انحراف ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ ابن خلدون نے دو جگہ اس واقعہ کو قلم بند کیا ہے مگر اس
ام کی واضح الفاظ میں تردید کی ہے' ابن خلدون تحریر فرماتے ہیں کہ۔
بعض لوگ الزام دیتے ہیں کہ حضرت عثمان نے ان کو یہ خمس دیا صحیح نہیں ہے۔

(ملاحظہ ہو تاریخ ابن خلدون)

حضرت ابن خلدون نے جہاں اس الزام کو مسترد کیا وہاں خود حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ان الزامات کا جواب ارشاد فرمایا۔ آپ ارشاد فرماتے ہیں "میں نے جو کچھ دیا اپنے پاس سے دیا۔ میں مسلمانوں کے مال کو نہ اپنے لئے جائز سمجھتا ہوں اور نہ کسی بھی شخص کے لئے۔"

(ملاحظہ ہوں تاریخ طبری صفحہ ۱۰۳ جلد پنجم' شواہد تقدس صفحہ ۱۶۶)

مذکورہ بالا ارشاد سے موڈرن مودودی کے جھوٹ کا بھانڈا پھوٹ جاتا ہے۔ کتنا کھلا جھوٹ کاش اس جھوٹ پر کوئی جھوٹ کا ایوارڈ اسے دیتا تو کیا ہی اچھا ہوتا۔ مودودی صاحب نے اس عظیم ہستی پر جھوٹ کا بہتان باندھا کہ جن کو عثمان غنی کا لقب عطا ہوا۔ جن کے مال سے مسلمانوں کو سب سے زیادہ نفع ہوا۔ جن کو حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دو بیٹیاں نکاح میں دیں اور ذوالنورین بنایا۔ جن سے خود سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم بھی حیا فرماتے اور فرشتے بھی حیا کرتے' بیعت رضوان کے موقعہ پر جن کے ہاتھ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ قرار دیا۔ ایسی عظم ہستی کے بارے میں یہ کہنا کہ انہوں نے بیت المال میں سے پانچ لاکھ دینار کی خیانت کی۔ ایسا جھوٹ تاریخ اسلام میں ہرگز نہیں مل سکتا۔ البتہ مودودی عقیدے میں ضرور یہ جھوٹ موجود ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا دونوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک اور مقدس بیویاں اور تمام مومنوں کی مائیں ہیں۔

مودودی صاحب نے ان کی شان میں جو گستاخی کی ہے وہ بھی سن لیجئے وہ لکھتے ہیں "وہ دونوں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں کچھ زیادہ جری ہو گئی تھیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زبان درازی کرنے لگی تھیں نعوذ باللہ۔

(ملاحظہ ہو ہفتہ روزہ ایشیاء لاہور ۱۹ نومبر ۱۹۶۷ء)

ازدواج مطہرات کی شان اقدس میں یہ کتنی بڑی گستاخانہ جرات ہے کہ انہیں زبان دراز جیسے نازیبا اور غیر شائستہ الفاظ کہے جائیں جو گالی کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔

خدارا انصاف کیجئے اگر کوئی یوں کہے کہ مودودی کی ماں زبان دراز ہے ان کی بیوی، ان کی بیٹی اور بہن زبان دراز ہیں تو جماعت اسلامی کے پیروکاروں کو یہ بات بری لگے گی یا نہیں؟

مسلمانو! ان تمام حقائق کو جان لینے کے بعد یقیناً" آپ اس نتیجے پر ضرور پہنچ گئے ہوں گے کہ مودودی نے ایک عام مسلمان سے لے کر اولیاء کاملین تک، صحابہ کرام سے لے کر انبیاء کرام تک سب کو تنقید کا نشانہ بنایا گستاخیاں کیں اور عیب ظاہر کئے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس بھری کائنات میں انہوں نے کسی کو اچھا بھی کہا ہے یا نہیں؟ اس سوال پر غور کیا تو معلوم ہوا کہ مودودی صاحب نے کچھ لوگوں کو اچھا بھی کہا ہے ان کی تعریف بھی کی ہے آخر وہ کون ہیں؟ وہ ان کے اپنے ہیں جن کے نام گوتم بدھ، رام چندر، سری کرشن جی، زرتشت وغیرہ ہیں۔ مودودی صاحب گوتم بدھ کے بارے میں لکھتے ہیں۔

"بدھ مت کے گہرے مطالعے سے صرف اتنا اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ اس اولوالعزم انسان نے برہمیت کے بہت سے نقائص کی اصلاح کی (ملاحظہ ہو تفہیمات ص ۱۱ حصہ دوئم)

غور فرمائیے! حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کو ان پڑھ چرواہا کہا گیا اور گوتم بدھ ہندو کو اولوالعزم انسان از روئے ایمان بتائیے کیا پیغمبر اسلام کا یہی مقام و مرتبہ ہے؟ رام چندر کے بارے میں مودودی صاحب فرماتے ہیں۔ رامائن کے مطالعے سے صاف واضح ہوتا ہے کہ رام

چندر جی محض ایک انسان تھے نیک ولی ' انصاف ' قناعت ' فیاضی ' تواضع ' حلم اور ایثار میں کمال کا مرتبہ تو انہیں ضرور حاصل تھا مگر الوہیت (خدائی) کا شائبہ تک نہ تھا (ملاحظہ ہو تفہیمات ص ۱۱-۱۲ حصہ دوئم)

غور فرمایئے مودودی صاحب اپنے عظیم دیوتا رام چندر جی کو نیک ولی انصاف پسند ' شجاعت ' فیاضی جیسے صفات سے نواز رہے ہیں اسے کہتے ہیں اپنے بزرگوں کا احترام اور احترام بھی ایسا کہ الوہیت یعنی خدا ماننے کا انکار ہے باقی ساری صفات رام چندر جی میں موجود ہیں۔

مودودی صاحب سری کرشن کے بارے میں فرماتے ہیں۔

بھگوت گیتا..... کے عمیق مطالعہ سے کم از کم معلوم ہوتا ہے کہ کرشن جی ایک موحد تھے (ملاحظہ ہو تفہیمات حصہ دوئم ص ۱۲)

مذکورہ عبارت میں کرشن جی کو موحد کہا گیا ہے جس کا معنی ہے اللہ کو ایک ماننے والا۔ مسلمانو! از روئے ایمان بتایئے کیا ملحدوں کو موحد کہنا اسلام میں جائز ہے؟ اگر جائز نہیں تو مسٹر مودودی نے ایک مشرک کو موحد قرار کیوں دیا؟ کیا یہ اسلام پر ایک برہمنی وار نہیں؟ اب عقیدہ توحید پر قلم کی تلوار سے مارا جانے والا برہمنی وار اور ملاحظہ کیجئے جماعت اسلامی کے بانی مودودی صاحب فرماتے ہیں۔

"انسان خواہ خدا کا قائل ہو یا منکر ' خدا کو سجدہ کرتا ہو یا پتھر کو ' خدا کی پوجا کرتا ہو یا غیر خدا کی ' جب وہ قانون فطرت پر چل رہا ہے اور اس کے قانون کے تحت ہی زندہ ہے تو لامحالہ وہ بغیر جانے بوجھے بلا عمد و اختیار ' طوعاً " و کرہاً " خدا ہی کی تسبیح کر رہا ہے اسی کی عبادت میں لگا ہوا ہے اسی کے سامنے سربسجود اور اسی کی تسبیح میں لگا ہوا ہے اس کا چلنا پھرنا ' سونا ' جاگنا ' کھانا ' پینا ' اٹھنا ' بیٹھنا سب اسی کی عبادت ہے۔ (ملاحظہ ہو تفہیمات جلد اول صفحہ ۴۳)

مسلمانو! مودودی صاحب کا مذکورہ عقیدہ قرآن مجید کی کئی آیات مبارکہ کے خلاف ہے

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے جا بجا کفار و مشرکین کی مذمت میں کئی آیات مبارکہ نازل فرمائیں جس میں یہ فرمایا گیا کہ "وہ خدا کی عبادت نہیں کرتے۔" کہیں فرمایا۔ "وہ شیطان کی عبادت کرتے ہیں" کہیں فرمایا "انہوں نے اپنی خواہش نفس کو اپنا معبود بنالیا ہے" مودودی صاحب کے مذکورہ نظریہ کے مطابق اگر بت کا پجاری اور خدا کا منکر، خدا کی عبادت کرنے والا، اس کی تسبیح کرنے والا اور اللہ کی بارگاہ میں سربسجود ہونے والا ہے تو قرآن مجید نے اتنی شدت کے ساتھ اس کا انکار کیوں کیا کفار و مشرکین کی عبادت کو شیطان کی عبادت قرار کیوں دیا؟ دور صحابہ سے لے کر آج تک کیا کسی مفسر نے اسلامی عبادت کی یہ تشریح کی ہے کیا عالم اسلام کی کسی مقتدر ہستی نے بت پرستوں کے سونے جاگنے چلنے پھرنے، کھانے پینے اور اٹھنے بیٹھنے کو اللہ تعالیٰ کی عبادت قرار دیا ہے؟ اگر مودودی سے پہلے کسی بھی عالم دین نے یہ تشریح نہیں کی تو مذکورہ بالا عبارت کے لکھنے کا اس کے سوا اور کوئی مطلب نہیں کہ یہود و ہنود کی خوشنودی حاصل کی جائے۔ مودودی کے قلم کی ایک ہی جنبش نے توحید و ایمانی بساط کو پلٹ کر رکھ دیا اور روشنائی کے ایک قطرے سے تقریباً" ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کی تاریخ کو مٹا کر رکھ دیا۔

پیارے مسلمانو! جیسا کہ شروع میں بیان کیا جا چکا ہے کہ سرزمین پاک و ہند میں اسلام اولیاء اللہ رحمتہ اللہ علیہم اجمعین کی تبلیغ اور کوششوں ہی سے پھیلا حضرت خواجہ معین الدین اجمیری چشتی کو اگر مفکر اسلام، مبلغ اسلام اور ہادی گم گشتگان کہا جائے تو غلط نہ ہو گا۔

وہ پیر طریقت، خواجہ غریب نواز رحمتہ اللہ علیہ جنہوں نے نوے لاکھ کفار کو "کلمہ توحید" پڑھا کر مسلمان کیا آپ کی ولایت اور بزرگی میں قطعی شک نہیں آپ کا تو یہ عمل اور عقیدہ ہو کہ اجمیر سے پیدل چلیں اور سفر کی تکالیف برداشت کرتے ہوئے لاہور تشریف لائیں صرف اس لئے کہ حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری رحمتہ اللہ علیہ کے مزار پر حاضری دیں فاتحہ پڑھیں وہاں بیٹھ کر چلہ کشی کریں ایک دو دن بھی نہیں پورے چالیس دن اور پھر نگاہ ولایت سے فیوض و

برکات کے جلوے سمیٹ کر یہ ارشاد فرمائیں۔

گنج بخش ، فیض عالم، مظہر نور خدا

ناقصاں را پیر کامل، کاملاں را رہنما

مگر دوسری طرف نظر ڈالتے ہیں تو دور جدید کے نام نہاد مفکر اسلامی بانی "جماعت اسلامی" مولوی مودودی صاحب ہیں کہ لاہور شہر کے مقام اچھرہ میں رہائش پذیر ہیں۔ سواری کی تمام سہولتیں بھی موجود ہیں مگر کبھی حضرت داتا گنج بخش کے مزار مقدس پر حاضری نہیں دی اور سنی مسلمانوں کی مانند کبھی بھی کسی برگزیدہ ہستی رحمتہ اللہ علیہ سے اپنی محبت اور عقیدت کا اظہار و محبت نہیں کیا مسلمانو! ہم یہ سوچنے پر مجبور ہیں کہ مودودی صاحب کا اسلام درست ہے کہ خواجہ خواجگان حضرت معین الدین اجمیری، چشتی، سنجری رحمتہ اللہ علیہ کا؟ ہر صاحب عقل اور اہل نظر حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمتہ اللہ علیہ کے اسلام ہی کو صحیح اسلام کہے گا اور مودودی صاحب کے اسلام کو ماڈرن، خود ساختہ اور من گھڑت کہے گا۔

محترم مسلمانو! یہ حقیقت کسی اہل نظر سے ڈھکی چھپی نہیں کہ جماعت اسلامی کے بانی مودودی صاحب نے اپنے نظریات کی بنیاد جن عقائد پر رکھی وہ بزرگان دین کے عقائدے سے بالکل مختلف تھی۔

بزرگان دین کے عقائد کے خلاف مودودی کے عقیدے کی ایک جھلک حسب ذیل عبارت کے آئینے میں دیکھئے مودودی صاحب علی الاعلان فرماتے ہیں۔

"جو لوگ حاجتیں طلب کرنے کے لئے اجمیر یا سالار مسعود کی قبر یا ایسے ہی دوسرے مقامات (بغداد، داتا گنج بخش لاہور) جاتے ہیں وہ اتنا بڑا گناہ کرتے ہیں کہ قتل اور زنا کا گناہ اس سے کمتر ہے آخر اس میں اور خود ساختہ معبودوں (لات عزیٰ) کی پرستش میں فرق کیا ہے؟

(ملاحظہ کیجئے تجدید و احیاء دین ص ۶۲)

مسلمانو! جماعت اسلامی کے مفکر کے عقیدے کا ذرا جائزہ تو لیجئے کہاں محبوبان خدا انبیاء کرام اور اولیاء کرام اور کہاں کافروں اور مشرکوں کے خود ساختہ جھوٹے معبود بت مودودی صاحب کا یہ کہنا کہ بزرگان دین کے مزارات پر حاضری دینا نعوذ باللہ قتل اور زنا کے گناہ سے بڑھ کر گناہ ہے یقیناً" محبوبان خدا کی بارگاہ میں انتہائی درجہ کی بے ادبی ہے مودودی صاحب کے عقیدے کی ایک جھلک اور دیکھئے وہ سنی مسلمانوں کے بارے میں اظہار خیال کرتے ہیں۔

"مشرکانہ پوجاپاٹ کی جگہ فاتحہ' زیارت' نیاز' نذر' عرس' صندل' چڑھاوے...... اور اسی قسم کے دوسرے مذہبی اعمال کی ایک نئی شریعت تصنیف کرلی ہے۔"

(ملاحظہ ہو تجدید ص ۱۱)

مذکورہ بالا عبارت سے یہ حقیقت واضح ہوگئی ہے کہ مودودی صاحب کے عقیدہ میں فاتحہ کرنا بزرگان دین کے مزارات کی زیارت کرنا' اور بزرگان دین کے عرس کرنا سب مشرکانہ رسمیں ہیں اور ان اعمال کو کرنے والے کروڑوں سنی مسلمان مودودی صاحب کی نظر میں مشرک ہیں۔ مودودی صاحب کا ایک اور اعلان سن لیجئے۔

میں نہ مسلک اہل حدیث کو اس کی تفصیلات کے ساتھ صحیح سمجھتا ہوں اور نہ حنفیت یا شافعیت ہی کا پابند ہوں (ملاحظہ ہو رسائل ومسائل حصہ اول ص ۱۸۹)

مذکورہ بالا عبارت سے واضح ہوا کہ جماعت اسلامی کے بانی مولوی مودودی صاحب حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے مقلد نہیں جب وہ حنفی نہیں تو پھر تمام سنی حنفی مسلمانوں کی یہ ذمہ داری ہے کہ مودودی کے من گھڑت عقیدے سے دور رہیں اور ان کے خود ساختہ نظریات کو قبول کرنے سے گریز کریں بلکہ عقائد وہ اختیار کیے جائیں جو بزرگان دین کے ہیں۔

مسلمانو! مودودی صاحب کے موجیں مارتے ہوئے دریائے بغض وعناد سے چند قطرے نکال کر آپ کے سامنے پیش کیے ہیں جس سے ان کی ذہنیت کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے وہ

مودودی صاحب جو انبیاء کرام کی غلطیاں نکال رہے ہیں جنہوں نے صاحبہ کرام کو نہیں، بخشا، جن کے نوک قلم سے ازواج مطہرات بھی زد میں آنے سے نہ رہ سکیں، اللہ تعالیٰ کے محبوبوں کو تنقید و تنقیص کا نشانہ بنایا سب کو داغدار کر کے رکھ دیا اب سوچنا یہ ہے کہ ان کی نظر میں ایسا کون ہے جو بے داغ اور کوتاہیوں سے پاک ہو آیئے انہی سے پوچھتے ہیں وہ تحریر کرتے ہوئے اپنے بارے میں فرماتے ہیں۔

"اس سرزمین پر سالہا سال سے کام کر رہا ہوں لاکھوں آدمی براہ راست واقف ہیں، میری تحریریں اسی ملک میں نہیں دنیا کے اچھے خاصے حصے میں پھیلی ہوئی ہیں اور میرے رب کی مجھ پہ یہ عنایت ہے کہ اس نے میرے دامن کو داغوں سے محفوظ کر رکھا ہے۔

(ملاحظہ ہو تقریر چار روزہ کانفرنس جماعت اسلامی پاکستان بمقام لاہور ۲۵ تا ۲۸ اکتوبر ۱۹۶۳ء روزنامہ مشرق لاہور ۲۶ اکتوبر ۱۹۶۳ء)

یہ ہے جماعت اسلامی کے بانی اور دور حاضرہ کا نام نہاد مفکر اسلام مولوی مودودی کی ذہنیت کہ انہیں اللہ تعالیٰ کے معصوم انبیاء کرام حتیٰ کہ حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام میں خوب داغ دھبے نظر آئے اور خود بے داغ بن بیٹھے۔ جیسا کہ شروع میں بیان کیا جا چکا ہے کہ برصغیر پاک و ہند میں اکثریت سنی مسلمانوں کی ہے یہی وجہ ہے کہ جماعت اسلامی کو سنی مسلمانوں میں کھل کر کام کرنے کا کوئی میدان نہیں ملا چنانچہ اب وہ اسلامی نعروں کی آڑ میں مسلم آبادیوں کی طرف بڑھ رہی ہے اور پر اسرار لارنس آف عریبا کی طرح نہایت چالاکی اور خاموشی سے مسلمانوں کے ذہنوں پر حملہ آور ہو رہی ہے اور اپنے خوشنما اور دلکش کتابی لٹریچر کے ذریعہ اجنبی دماغوں میں اپنا اثر چھوڑ رہی ہے جب لٹریچر کا نشہ کسی کو مسحور کر دیتا ہے تو نہایت مہلک اور خطرناک جماعتی فکر کا علمبردار بنا دیتا ہے مثال کے طور پر مودودی لٹریچر جام نوش کرنے والے ایک بادہ خوار کا حال سنئے کہ وہ اپنے سابقہ عقیدے کی تبدیلی کا نقشہ کس طرح کھینچ رہا ہے۔

لٹریچر دیکھنے سے مجھ میں یہ انقلاب رونما ہوا کہ اب میں صحابہ کے بعد سے آج تک سوائے مودودی کے کسی شخص کو کامل الایمان نہیں سمجھتا (ملاحظہ ہو زندگی اکتوبر ۱۹۴۹ء)

مودودی نشے میں چور یہ بدمست مزید اپنے ذہین کی بحرانی کیفیت کو اس طرح بیان کرتا ہے۔ میں خواجہ معین الدین چشتی کے مسلک کو غلط تصور کرتا ہوں بڑے بڑے مشاہیر امت کا کامل الایمان ہونا میری نظروں میں مشتبہ ہو گیا ہے (ملاحظہ ہو زندگی صفحہ ۴۹)

یہ ہے جماعت اسلامی کے بانی نام نہاد مفکر اسلام اور پیشہ ور دانشور مودودی صاحب کے لٹریچر کا کمال کہ جسے پڑھنے کے بعد مودودی صاحب کے علاوہ کوئی بھی مسلمان نظر نہیں آتا اور یہی حال جماعت اسلامی کے حواریوں کا بھی ہے جو دین کا نام لے کر آپ کی صفوں میں گھس رہے ہیں جو بڑی سے بڑی مقتدر ہستی پر تنقید برداشت کر لیتے ہیں۔ مگر اپنے بے عیب مودودی پر تنقید گوارہ نہیں کرتے شان قدرت دیکھئے مودودی صاحب زندگی بھر انبیاء کرام اور اولیاء کرام کی شان میں گستاخی کر کے اپنے جن انگریز آقاؤں کو خوش کرتے رہے جب ان کا انتقال ہوا تو ۱۹۷۹ء میں انہی کی گود میں امریکہ میں جا مرے اور یہی وہ غیر اسلامی پیغام ہے جسے مودودی ٹیم پوری دنیا میں پھیلانا چاہتی ہے۔

ناواقف لوگ سمجھتے ہیں یہی اصلی اسلام اور اصلی دیندار لوگ ہیں مودودی صاحب نے اپنی کتابوں میں جو گمراہ کن اور بے دینی باتیں تحریر کر رکھی ہیں ان کو عام لوگ نہیں جانتے ان کے مضامین بظاہر بڑے دلکش نظر آتے ہیں اور پڑھنے والے کے دل میں وہ گمراہ کن باتیں بیٹھتی چلی جاتی ہیں جو طبیعت کو محبوبان خدا سے بدظن کر دیتی ہیں اور وہ اسلام جسے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم قیامت تک کے لئے لائے تھے اور ساری امت چودہ سو برس سے جس پر عمل کرتی رہی مودودی کی تحریر پڑھ کر لوگ اس اسلام سے بالکل بیزار ہو جاتے ہیں اور جماعت اسلامی کا جدید مذہب اختیار کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں مودودی صاحب نے فرمایا۔

قرآن وسنت رسول کی تعلیم سب پر مقدم ہے مگر تفسیر و حدیث کے پرانے ذخیروں سے نہیں۔ (ملاحظہ ہو تفہیمات صفحہ ۱۳۸)

مذکورہ قول میں یہ واضح اشارہ موجود ہے کہ جس طرح قران وسنت کی تعلیم ہر مسلمان پر لازم ہے بالکل اسی طرح قرآن وحدیث کی تفسیر سمجھنا بھی ضروری ہے اور تفسیر پرانی نہ ہوں بلکہ جدید ہوں۔

مودودی صاحب نے تفسیر کے پرانے نسخوں کی نفی ا ۔ جدید نسخے کے حق میں صرف اسی وجہ سے زور دیا کہ دور حاضرہ کے مسلمانوں کے افکار وعقائد میں جدید اور فکری انقلاب برپا کردیا جائے اس طرح سلف صالحین، بزرگان دین اور انبیاء کرام کی عزت وتعظیم کے جو خیالات مسلمانوں کے دل ودماغ میں پرانی تفاسیر کے ذریعہ صدیوں سے جاگزیں ہیں انہیں دور جدید کی تفسیر کے ذریعے زائل کردیا جائے اور اس طرح مودودی کا سکہ ان کے دلوں پر بٹھادیا جائے۔ ہر مسلمان اس حقیقت کو جانتا ہے کہ قرآن مجید اللہ تعالٰی نے اپنے محبوب پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا یہ مقدس کلام عربی زبان نازل ہوا صحابہ کرام کی جماعت میں زیادہ تر صحابہ عرب ہی کے باشندے تھے۔ عربی ان کی مادری زبان تھی عجمی لوگوں کی بہ نسبت یہ حضرات قرآن مجید کو باآسانی سمجھتے تھے اس کے باوجود مقدس صحابہ کرام کا یہ عالم تھا کہ جب کبھی ان کو کسی آیت کریمہ کو سمجھنے میں دشواری پیش آتی تو بارگاہ رسالت میں حاضر ہو جاتے اور اس آیت کریمہ کی تفسیر حضور سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کرتے اور حضور تفسیر بیان فرما دیتے اس قسم کے کئی واقعات کتب حدیث میں موجود ہیں۔

مسلمانو! اب یہاں قابل غور بات یہ ہے کہ صحابہ کرام جیسی برگزیدہ ہستیاں جو عرب میں رہتی اور عربی زبان خوب جانتی اور سمجھتی تھی وہ قرآنی تفسیر سمجھنے کے لئے بارگاہ رسالت میں حاضر ہوتے اور قرآن کو سمجھنے میں تفسیر کے محتاج رہتے اور اپنی طرف سے تفسیر کرنے کو ناجائز

سمجھتے مگر یہ کونسا اسلام ہے کہ ہندوستان کا اردو بولنے والا ایک دانشور مودودی ہندوستان کے عجمیوں کو یہ مشورہ دے رہا ہے کہ قرآن کو سمجھنے کے لئے نہ کسی تفسیر کی ضرورت ہے اور نہ ہی کسی مفسر کی حاجت ان کے نزدیک تفسیر و حدیث کے تمام پرانے ذخائر خواہ تفسیر ابن عباس ہو یا تفسیر روح البیان تفسیر کبیر ہو یا تفسیر بیضاوی، تفسیر خازن ہو یا تفسیر جلالین سب بیکار ہیں مودودی کے مذکورہ نظریہ کا اس کے سوا اور کوئی مطلب نہیں کہ مسلمانوں کو پرانی تفاسیر اور احادیث سے ہٹا دیا جائے اور ان کے دلوں میں جدید مودودی عقائد ٹھونس کر انگریزوں کی خوشنودی حاصل کی جائے۔

یہ حقیقت ہے کہ مسلمان اپنی اسلامی فطرت کی وجہ سے ہمیشہ اسلام اور قانون اسلام کا دلدادہ رہا ہے یہ اور بات ہے کہ اسلامی تعلیمات کی کمی یا لاعلمی کی وجہ سے وہ ایسے اسلام دشمن عناصر کے فریب کاریوں کا شکار ہو جائے جس نے اسے اسلامی رنگ کے جال میں پھانس رکھا ہو لیکن اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا کہ مسلمان نے جب بھی کسی کی آواز پر لبیک کہا یہ سمجھ کر کہا کہ بلانے والا اسلام ہی کی طرف بلا رہا ہے۔ اسلامی تاریخ کے صفحات اس بات کے گواہ ہیں کہ دور صحابہ کے بعد جس اسلام دشمن نے امت مسلمہ کو اپنے اغراض و مقاصد کے لئے استعمال کیا اس نے اس کے سامنے بظاہر اسلام ہی کو رکھا خوارج نے "حکومت الہیہ" کا جھنڈا بلند کر کے مسلمانوں کو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بغاوت پر آمادہ کیا۔

روافض نے اہل بیت کی آڑ میں اپنا کام کیا چکڑالویوں نے قرآن کے نام پر مسلمانوں کو پکارا ریاض احمد گوہر شاہی نے اسم اعظم "اللہ" کے نام پر امت رسول کو گمراہ کیا اور یہ سلسلہ تاحال جاری و ساری ہے۔ اسی طرح دیوبندی وہابیوں نے توحید کے نام پر مسلمانوں کو گمراہ کیا۔ لشکر طیبہ (وہابی لشکر) حرکت الانصار، حرکت المجاہدین نے جہاد اور کشمیر کی آڑ لے کر اسلامی عسکری تنظیم اور تربیتِ جہاد کے خوشنما جال میں مسلمانوں کو پھانس کر گمراہ کیا۔

بالکل اسی انداز پر مودودی صاحب بھی چل پڑے اور اسلامی جماعت ' اسلامی نظام ' تقوی وطہارت اور صالح قیادت کے خوبصورت الفاظ استعمال کر کے مسلمانوں کو اپنا آلہ کار بنایا اور اس کا یہ نتیجہ نکلا کہ علم سے ناآشنا بھولے بھالے مسلمان جو اس پر فتن دور میں اسلامی قیادت اور صحیح رہنمائی کے خواہش مند ہیں اپنے دینی جذبات سے مجبور ہو کر جماعت اسلامی کے لفظی اسلام و فرضی نظام قرآن کے دلفریب نعرے کی طرف دوڑے چلے جا رہے ہیں۔

مسلمانو! میں آپ کو یہ بھی بتا دینا چاہتا ہوں کہ آج نجدی وہابی دیو بندی جماعتی ٹولے مسلمانوں کو وہابی بنانے کے لئے مختلف انداز سے مسلمانوں کا گھیراؤ کر رہے ہیں دفتروں ' کالجوں ' سرکاری اور نیم سرکاری اداروں گلی کوچوں غرض یہ ہے کہ ہر جگہ یہ لوگ اپنے عقائد پر مشتمل لٹریچر پہنچا رہے ہیں جس میں یہ ثابت کرتے ہیں کہ دین کے اصل علمبردار ہم ہیں۔ علم سے ناآشنا مسلمان ان کو حق مان لیتے ہیں اس طرح اپنی متاع ایمان گنوا دیتے ہیں ان کے نظریاتی کارکن گلی کوچوں میں اپنا پیغام لوگوں تک پہنچا رہے ہیں۔

مسلمانو یاد رکھو اگر کسی بات کا آپ کو علم نہیں تو اس کے معنی یہ نہیں کہ وہ بات قرآن و حدیث میں بھی نہیں کمی آپ کے علم میں ہے مثلاً" اگر کوئی یہ کہے کہ میلاد منانا جائز نہیں اور آپ نے اس کی اس بات کو تسلیم کر لیا تو آپ کا قصور ہے آپ کو چاہئے کہ جو بھی نئی بات سنیں علمائے حق سے اس کی تصدیق کر لیں کسی کے کہنے پر یا کسی فرقے کی کتاب پڑھنے پر یا کسی مولوی کی تقریر سننے پر آپ ہرگز ایمان نہ لائیں۔

آپ نے اکثر دیکھا ہو گا جب ملک میں کبھی تباہی آتی ہے مثلاً" زلزلہ آیا ' سیلاب آیا ' یا کوئی بڑا حادثہ پیش آیا تو جماعت اسلامی فورا" امدادی کیمپ لگا دیتی ہے اور مسلمانوں سے امداد کی بھیک مانگتی ہے جو لاکھوں کروڑوں روپے کی صورت میں ان کے مرکز میں پہنچتی ہے اس رقم کا بڑا حصہ جماعت کے تنظیمی معاملات پر خرچ ہوتا ہے اور کچھ حصہ ان ضرورت مندوں کو پہنچایا

جاتا ہے جو تباہی سے دوچار ہو کر کھلے آسمان تلے بیٹھے اپنی امداد کے منتظر ہوتے ہیں اس موقع پر جماعت اسلامی ان کی کچھ نہ کچھ مالی امداد کرتی ہے اور انہیں اپنی جماعت میں شمولیت اختیار کرنے کی دعوت دیتی ہے۔

وہ لوگ انہیں انسانیت کے ہمدرد اور دین کے ٹھیکیدار سمجھ کر جماعت اسلامی کو اختیار کر لیتے ہیں۔ یہی حال کالجوں کا ہے جب طالب علم میٹرک کا امتحان پاس کر کے کالجوں کا رخ کرتا ہے تو ہر مسلمان طالب علم داخلہ کے حصول کے لئے کوشاں ہوتا ہے اس موقع پر جماعت اسلامی کی بنائی ہوئی طلبہ تنظیم اسلامی جمعیت، طلبہ کو داخلہ دلانے کا لالچ دیتی ہے اور بظاہر ان کے ساتھ تعاون کرتی ہے اور اسلام کے نام پر انہیں جمعیت میں شمولیت کی دعوت دیتی ہے اور ہزارہا طلبہ ہر سال داخلہ کی لالچ میں ان کی بھینٹ چڑھ جاتے ہیں۔

لاہور پنجاب یونیورسٹی کے ایک طالب علم جو اس وقت ایم اے اسلامیات میں زیر تعلیم ہیں انہوں نے مجھے جو باتیں بتائیں اور جو کچھ تحریری طور پر لکھ کر دیا وہ آپ کی نذر کرتا ہوں۔

انہوں نے کہا کہ "جمعیت کا کام کرنے کا انداز انتہائی عجیب اور خطرناک ہے۔ ہم سادہ تھے ساتھ ہو لئے۔ تقریری مقابلوں میں شریک ہوا، کتابوں کی محبت نے ان کے ساتھ رکھا۔ انہوں نے ہمیشہ مودودی لٹریچر پڑھایا۔ ہر کسی کو بھائی کہتے ہوئے بلاتے ہیں۔ مگر جو کسی اور جماعت کا ہو برداشت نہیں ہوتا۔ یہ ایک قبضہ گروپ ہے جو بڑا ہی منظم ہے۔ جس کالج میں جمعیت ہو وہاں نئے آنے والوں کا پہلے استقبال ہوتا ہے اور اپنے مقاصد کو مصالحے لگا کر پیش کرتے ہیں اور آنے والے یہی سمجھتے ہیں کہ وہی اصل سچے پکے مسلمان اور مجاہد ہیں۔ اس کے علاوہ ہاسٹل میں نئے طلبہ کے ساتھ ایک نہ ایک جمعیت کا لڑکا کمرہ میں داخل کرتے ہیں تاکہ قبضہ برقرار رہے۔ طلبہ کے خون کو ہر لمحہ گرم رکھنے کے لئے کوئی نہ کوئی تحریک چلاتے رہتے ہیں۔ کشمیر کے نام پر چندہ لینا عام ہے۔

جمعیت کیا ہے اسے وہی سمجھے جو اس میں ہو کر آئے اور اس کا ڈسا ہو۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کو بلند کرنے اور میلاد منانے کو کبھی یاد نہ کیا لیکن اپنا ۵۰واں اور سالانہ کنونشن ہمیشہ کرتے پھرتے ہیں۔

مسلمانو! پنجاب یونیورسٹی کے طالب علم کا مذکورہ بالا بیان خدا گواہ ہے میرے پاس اس وقت موجود ہے جو انہوں نے مجھے اپنی مرضی سے لکھ کر دیا۔ جس سے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ جمعیت اسلام کے نام پر طلبہ کو دھوکہ دیتی ہے اور مودودی کے مذموم اور گستاخانہ عقائد سے طلبہ کو ایک نئے اور خود ساختہ مذہب کے لئے تیار کرتی ہے۔ مسلمانو! مودودی اور اس کی جماعت کے بارے میں یوں تو اور بھی بہت کچھ لکھا جا سکتا ہے۔ مگر جماعت اسلامی اور اس کے بانی سے متعلق میں اپنی گفتگو مودودی صاحب کے صاحبزادے کے اس بیان پر سمیٹتا ہوں جو انہوں نے گزشتہ دنوں اخبارات میں دیا۔ مودودی صاحب کے بیٹے فاروق مودودی کا بیان پڑھیے۔ اور حقیقت کو جان کر اپنے ایمانوں کا تحفظ کیجئے۔ فاروق مودودی نے کہا۔

”مولانا مودودی نے جماعت بنا کر بہت بڑی غلطی کی۔ انہوں نے ہمیشہ منفی کام کیے۔ پچاس برس جماعت کو اندر باہر سے دیکھا ہے یہ مذہب کے نام پر فساد کرتی ہے۔ روزنامہ پاکستان کو انٹرویو دیتے ہوئے انہوں نے مزید کہا کہ کم علم اور جاہل لوگوں کو مولانا نے متاثر کیا اور وہ ان کے پیچھے ہو لئے۔ قاضی حسین احمد جماعت میں باقاعدہ ”پلانٹ“ کیے گئے ہیں۔ وہ جہاد کشمیر و افغانستان میں قوم کے بچوں کو استعمال کرتے ہیں جبکہ ان کے بچے امریکہ میں پڑھتے ہیں۔ قاضی حسین احمد سے بڑا ریاکار اور خائن شخص میں نے آج تک نہیں دیکھا۔ پشاور میں ان کی چند فٹ کی دکان تھی لیکن آج یہ لینڈ کروزر میں گھومتے ہیں۔ انہوں نے مزید کہا کہ جماعت کی تمام قیادت تنخواہ دار ہے جو قوم کے چندوں پر پل رہی ہے۔ صدر لغاری نے انہیں منصورہ کا ایک سال کا بجٹ دیا اور کہا کہ دھرنا دو۔ جس پر عمل کرتے ہوئے قاضی حسین احمد نے اسلام آباد میں

تین بچوں کو مروادیا۔ (ملاحظہ کیجئے روزنامہ پاکستان لاہور، قومی اخبار ۲۸ جولائی ۱۹۹۷ء)

مودودی صاحب کے صاحبزادے کا بیان بھی اس حقیقت کو سورج سے زیادہ چمکتے ہوئے واضح کرتا ہے کہ مودودی صاحب کی جماعت ہمیشہ منفی عمل کرتی رہی جس سے صرف وہ لوگ متاثر ہوئے جو بظاہر تو پڑھے لکھے ہیں لیکن اسلامی معلومات سے بالکل کورے ہوتے ہیں۔ جماعت اسلامی کے موجودہ امیر قاضی حسین احمد کی حقیقت بھی آپ پر واضح ہو چکی ہے۔ جس پر اب مزید تبصرہ کرنا مناسب نہیں۔

پیارے مسلمانو! مسلمان ہونے کا صحیح دعویدار وہی ہوگا جو بزرگان دین کے پیارے عقیدے کا حامل ہوگا اللہ تعالیٰ کا یہ احسان عظیم ہے کہ برصغیر پاک و ہند میں بسنے والے کروڑوں مسلمانوں کے اسلامی عقائد و نظریات وہی ہیں جو حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری، حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری، حضرت قطب الدین بختیار کاکی، حضرت بابا فرید الدین گنج شکر، حضرت نظام الدین اولیاء، حضرت صابر کلیری اور دیگر بے شمار محبوبان خدا کے تھے۔

پیارے مسلمانو! یہ حقیقت ہے کہ ہر نئے فرقے کی ابتداء کسی سیاسی، اصلاحی اور فکری تحریک کے پردے میں ہی ہوتی ہے اور آگے چل کر ایسی تحریکیں "اچانک" ہی مذہبی فرقوں کی جگہ لے لیتی ہیں پھر وہ قیامت برپا کرتی ہیں کہ ان کی ہولناکی پہ تاریخ انسانیت بھی اشکبار ہو جاتی ہے..... دور نہ جائیے ذرا سعودی عرب کی غیر جمہوری نام نہاد اسلامی حکومت کی گزشتہ تاریخ کا ہی مطالعہ کرلیجئے پھر یہ حقیقت آپ پر بالکل واضح ہو جائے گی کہ آج بھی اہل بیت اور صحابہ کرام رضوان اللہ کے ٹوٹے ہوئے مزارات مقدسہ سعودی غاصبوں کی غارت گری اور شقاوت قلبی کا گلہ کر رہے ہیں سعودی جور و استبداد کے سبب آج بھی یاران مصطفیٰ رضی اللہ عنہم کے مقدس مزارات پر ننگی تلواروں کا پہرہ ہے۔

سیاسی اور فکری طرز پر معرض وجود میں آنے والی سعودی نجدی حکومت کی گردن پر آج

بھی لاکھوں بے گناہ مسلمانوں کے خون ناحق کا گناہ عائد ہے مذہبی تاریخ کا مطالعہ کرنے والے اس حقیقت سے کبھی انکار نہیں کرسکتے کہ کسی بھی اسلامی ریاست کے قیام کے لئے یہ ضروری ہے کہ جو ذہنی گمراہیاں وعظ و تبلیغ سے ختم نہ ہوں انہیں قانون کے تازیانے سے ختم کردیا جائے۔

پیارے مسلمانو! ہزار بدبختیوں کے باوجود آج اتنا تو ہے کہ اپنے مذہبی حقوق میں مداخلت کے خلاف ہم احتجاج بھی کرلیتے ہیں لیکن اگر ان کی حکومت خدانخواستہ آگئی تو ہم سے احتجاج کا حق بھی چھین لیا جائے گا۔ جو بھی وہابی حکومت کے خلاف آواز اٹھائے گا' اسے "باغی" قرار دے کر تختہ دار پر چڑھادیا جائے گا پھر اسلام کی حرمتوں اور عظمتوں کا ایسا قتل عام ہوگا کہ کوئی غیر جانبدار تاریخ داں بھی اس ہولناکی کو قلم بند کرنے کی جرات نہ کرسکے گا۔ آج کے اس پرفتن اور پرآشوب دور میں جو فتنہ انگیزیاں سنی مسلمانوں کے خلاف جنم لے رہی ہیں وہ کسی اہل نظر سے پوشیدہ نہیں آج پورے ملک کے طول وعرض میں ایک منظم طریقے سے سنی مسلمانوں کو دیوبندیت' وہابیت اور مودودیت کی تباہ کن راہ پر لانے کی کوشش کی جارہی ہے ان نام نہاد باطل مذہبی لیڈروں نے اپنے باطل عقائد کا پرچار کرکے اب تک لاکھوں سنی مسلمانوں کو دیوبندی' وہابی اور جماعتی بنادیا ہے آخر ایسا کیوں ہورہا ہے؟ یہ سب کچھ اس لئے کیا جارہا ہے کہ ہمارے وطن پاکستان کو وہابی اسٹیٹ بنادیا جائے ہر سنی مسلمان کے دل سے بزرگان دین کی محبت نکال دی جائے میلاد شریف 'گیارہویں شریف' نذر ونیاز' فاتحہ' مزارات اولیاء' درود و سلام اور بزرگان دین کے عرس سبھی کچھ ختم کردیئے جائیں محترم مسلمانو! یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے جسے نظرانداز کرکے خاموشی اختیار کرلی جائے گستاخان رسول کھل کر سامنے آچکے ہیں اگر ان کی بڑھتی ہوئی سرگرمیوں کی روک تھام نہ کی گئی تو ان کے دلوں میں شان رسالت اور عظمت بزرگان دین کے بارے میں تعصب وحسد اور بغض وکینہ کے جو آتشکدے بھڑک رہے ہیں وہ

ایک نہ ایک دن آتش فشاں کی طرح پھٹیں گے اور جہاں جہاں شمع رسالت کے پروانوں کے گلشن آباد ہیں ان کو جلا کر راکھ کا ڈھیر کردیں گے۔ ظاہر ہے جب وہ پھول ہی مرجھا جائیں گے کہ جن کے دم سے بہار کی رونقیں وابستہ ہیں جب وہ کلیاں ہی سوکھ جائیں گی کہ جن کے تبسم سے رنج والم کی وحشتیں کافور ہو جاتی ہیں جب وہ غنچے ہی مسل ڈالے جائیں گے کہ جنھوں نے آگے چل کر گل شگفتہ بننا ہے۔ جب وہ آستانے ہی ختم کردیئے جائیں گے کہ جہاں بیٹھ کر روح کو تسکین ملتی ہے جب وہ مزارات اولیاء ہی ڈھادیئے جائیں گے کہ جنہیں دیکھ کر ایمان میں تازگی پیدا ہوتی ہے جب وہ مساجد ہی چھین لی جائیں گی کہ جن میں کھڑے ہو کر بارگاہ رسالت میں درودوسلام کے گجرے پیش کیے جاتے ہیں۔ جب وہ مدارس ہی بلڈوز کردیئے جائیں گے کہ جہاں علمائے حق حصول علم کے لئے آتے ہیں اور بزرگان دین کا فیض پاتے ہیں تو پھر ہر سمت الووؤں کا راج ہوگا۔ تاحد نظر ویرانیاں ہی ویرانیاں اور بربادیاں ہی بربادیاں پیش نظر ہوں گی۔ بدعقیدگی کی خزاں آلود ہوا ہر گھر کو اپنی لپیٹ میں لے چکی ہو گی۔

محترم مسلمانو! آج پاکستان اور دنیا کے مختلف علاقوں میں بدمذہبوں کی لاتعداد تحریکیں مختلف ناموں کا لیبل چڑھا کر سنی مسلمانوں پر یلغار کر چکی ہیں ملک کے تمام بڑے شہروں میں ان کے مرکز کام کر رہے ہیں یہ تمام باطل تحریکیں اپنی خاموش تربیت کے ذریعے بے شمار سنی مسلمانوں کو ایک نئے مذہب کے لئے تیار کر رہی ہیں۔ شہر شہر، گاؤں گاؤں، کوچہ کوچہ، گلی گلی جہاں بھی جاؤ تبلیغی جماعت، سپاہ صحابہ، جماعت اسلامی، اہل حدیث جماعت المسلمین جمعیت علماء اسلام، پاسبان، جمعیت، شباب ملی، حرکت الانصار، حرکت المجاہدین، حزب المجاہدین، لشکر طیبہ اور دیگر وہابی تحریکیں ہی سرگرم عمل نظر آرہی ہیں محترم مسلمانو! آج اقلیت میں ہونے کے باوجود ان کا یہ عالم ہے کہ تاریخ اسلام کا کوئی مقتدر طبقہ ان کے نشتر قلم اور نوک زبان سے محفوظ نہیں جس دن اقتدار کی ننگی تلوار ان کے ہاتھوں میں آئے گی تو ان کا سب سے پہلا ہدف یہ ہوگا کہ طاقت

کے بل پر ان عقائد کا خاتمہ کر دیا جائے جو ہماری عقائد و نظریات کے جز ہیں۔
محترم مسلمانو! جہاد کرنا مسلمانوں پر فرض ہے جس کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا مگر آج دیو بندی وہابی اور جماعتی کشمیر میں جہاد کے نام پر سنی مسلمانوں کو اپنے پلیٹ فارم پر جمع کر رہے ہیں، ان کے مسلح دستے بیرونی ممالک سے امداد حاصل کر رہے ہیں ان کا اصل ہدف کشمیر پر قابض ہندو غنڈے ہرگز نہیں بلکہ وہ سنی مسلمان ہیں جنہیں یہ قبر پرست کہتے ہیں جو ان کی نظر میں مشرک اور بدعتی ہیں کشمیر کی آڑ لے کر اسلحہ جمع کرنا دراصل سنی مسلمانوں کے خلاف ایک جارحانہ اقدام ہے یہ اپنی تقریروں میں بھی اکثر یہ کہتے ہیں کہ ہمارا اصل مقصد "عبادا القبور" کا خاتمہ ہے دیو بندی وہابی مسلح گروپ کشمیر میں اپنے مسلح دستے کس طرح استعمال کر رہے ہیں اور ان کا اصل مقصد کیا ہے اس کا انکشاف ایک ماہ نامہ میں سنیئے۔
وہابی دیو بندی مسلح گروپ جو اپنے آپ کو مجاہد کہلواتے ہیں وہ جان بوجھ کر مزارات اور مقامات مقدسہ میں جا کر مورچے بناتے ہیں تاکہ ہندو فوج کو اس میں مداخلت پر مجبور کیا جائے اور اس طرح مزارات کی اہانت ہو۔
ماہ نامہ مزید لکھتا ہے حجاز مقدس میں بھی مزارات کی بڑی تعداد تھی مگر جہاد کے نام پر سب گرا دیئے گئے۔ اب وہی عمل کشمیر جنت نظیر میں کیا جا رہا ہے کہ یہ وادی بھی اولیاء اللہ کی وادی ہے تمام کشمیری صحیح العقیدہ ہیں۔ لشکر طیبہ (وہابی فوج) ان کو عقیدہ درست ہونے کے سزا دینے کے لئے جہاد کا فراڈ کر رہا ہے (ملاحظہ ہو ماہنامہ ندائے اہلسنت لاہور ص ۲۴ ستمبر ۱۹۹۵ء)
سرزمین ہند میں فرقہ وہابیت کے بانی سید احمد بریلوی اور ان کے کمانڈر اسماعیل دہلوی نے صوبہ سرحد کے غیور سنی پٹھان مسلمانوں سے جس طرح جہاد کیا بلکہ اسی طرح وہابی اور دیو بندی تنظیمیں کشمیر میں بھی وہی کھیل کھیل رہی ہیں۔ جہاد کا نام لے کر مسلح دستے تیار کئے جا رہے ہیں جس کی تازہ مثال افغانستان کی حالیہ تباہ کاری میں جماعت اسلامی کا کردار رہا اور اس نے

افغانستان میں جہاد کے نام پر بے شمار فنڈ جمع کر کے اپنی مسلح افواج تیار کی اور حکمت یار کو ملک کا وزیر اعظم بنوایا اسی طرح مالا کنڈ ڈویژن میں دیوبندیوں نے مسلح دستے تیار کر کے اسلام کے نام پر مسلح فوج تیار کی جس نے ملک کے ایک حصے پر قبضہ کیا جسے حکومت پاکستان نے ناکام بنایا اب وہی کھیل کشمیر میں کھیلا جارہا ہے۔

مسلمانو! میں آپ کو یہ بھی بتاتا چلوں کہ پاکستان میں وہابیوں کے مرکز الدعوۃ والارشاد کا سالانہ تین روزہ اجتماع ہر سال پنجاب کے شہر "مرید کے" میں ہوتا ہے جس میں دنیا بھر کے جوشیلے اور پر عزم وہابی شرکت کرتے ہیں۔ اس اجتماع میں اس بات کا عزم کیا جاتا ہے کہ پاکستان سے شرک وبدعت، مزار پرستی اور قبر پرستی کا خاتمہ کردیا جائے گا جس کا اندازہ آپ نومبر ۱۹۹۶ء کے سالانہ اجتماع کی اخباری رپورٹ سے بھی لگا سکتے ہیں۔ روزنامہ پاکستان لاہور نے وہابی لشکر کے امیر پروفیسر حافظ محمد سعید کا بیان جاری کیا ہے جس میں انہوں نے کہا۔

ملک سے شرک وبدعت کے خاتمے کے لئے حکمت عملی تیار کرلی گئی ہے (ملاحظہ ہو روزنامہ پاکستان لاہور ۹ نومبر ۱۹۹۶ء)

اس اجتماع میں کشمیر کے مسلمانوں کی مدد کی آڑ لے کر لوگوں کو جہاد پر مجبور کیا جاتا ہے تاکہ علم سے ناآشنا مسلمان ان کے دام فریب میں آکر جہاد کی تربیت حاصل کریں پھر انہیں جہاد کے بہانے سنی مسلمانوں کے خلاف بھڑکایا جاتا ہے اور وہابی لشکر طیبہ کا سپاہی بنا دیا جاتا ہے اس اجتماع میں جدید اسلحہ کی نمائش بھی کی جاتی ہے جو کشمیر کے نام پر حاصل کیا جاتا ہے آج پاکستان بھر میں سنی مسلمانوں کو کشمیر کے جہاد کے بہانے لشکر طیبہ، حرکۃ المجاہدین، حرکۃ الانصار اور دیگر وہابی تنظیموں میں شامل کیا جارہا ہے۔ حالانکہ یہ وہ تنظیمیں ہیں کہ جن کے بڑوں نے انگریزوں کے خلاف جہاد سے منع کیا اور ہندوؤں کا بھرپور ساتھ دیا اب یہ مسلمانوں کی ذمہ داری ہے کہ ان حقائق کو جاننے کے بعد ان کے بناوٹی جہاد سے دور رہیں۔

امت مسلمہ جو کہ دولت رشد و ہدایت کی امین ہے اور ہر باطل قوت سے ٹکرانا اور ٹکرا کر اسے پاش پاش کر دینا جس کی ذمہ داری ہے ان حقائق کو جان لینے کے بعد اب اس کی اولین ذمہ داری ہے کہ قلب و نظر کے سارے بت کدے مسمار کر دے۔ ہر دل کو بیت اللہ اور ہر نظر کو اس کا شناسا بنائے اپنے لئے نہ سہی اپنے دین اسلام کی سربلندی کے لئے زندہ رہے۔ آپس میں اتحاد و اتفاق کی راہیں ہموار کرے اور یہ اتحاد بین المسلمین کمزور تنکے کی مانند ہر گز نہ ہو کہ جسے وقت کی تند و تیز لہریں بہا کر لے جائیں بلکہ حقیقی اور پائیدار ہو۔ قرآن مجید میں بھی اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو متحد ہونے کا حکم ارشاد فرمایا۔ ارشاد خداوندی ہے۔

واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا (آل عمران ۱۰۳)

ترجمہ۔ اور اللہ کی رسی مضبوط تھام لو سب مل کر اور آپس میں پھٹ نہ جانا (فرقوں میں نہ بٹ جانا)

یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ جتنی بھی امتیں آج تک اس صفحہ ہستی پر نمودار ہوئیں ان سب میں بہتر امت، امت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے کیونکہ ایک مسلمان کی زندگی کا مقصد بڑا ہی پاکیزہ اور بلند تر ہوتا ہے اور وہ مقصد کیا ہے قرآن مجید نے اس حقیقت کو واضح فرمایا ہے۔

کنتم خیر امت اخرجت للناس تامرون بالمعروف (آل عمران ۱۱۰)

ترجمہ۔ تم بہتر ہو ان سب امتوں میں جو لوگوں میں ظاہر ہوئیں بھلائی کا حکم دیتے ہو۔

معلوم ہوا کہ مسلمان کا بلند ترین مقصد یہی ہے کہ وہ اس کے لئے کوشاں رہے کہ وہ لوگوں کو بھلائی اور خیر خواہی کا حکم دیتا رہے تاکہ حق کا بول بالا ہو۔ ہدایات کی روشنی ہر سمت پھیل جائے گمراہی اور بے دینی کے گھٹا ٹوپ اندھیرے کافور ہو جائیں اور باطل کا طلسم ٹوٹ جائے۔

یاد رکھو اگر اس سرزمین پر ایسے لوگ نہ ہوں گے کہ جن کا کام ہی اسلام کے حکیمانہ انداز سے لوگوں کو خواب غفلت سے بیدار کرنا، ان کی حرارت ایمانی کو قائم و دائم رکھنا ان کے دل و

دماغ کو اردگرد کے گمراہ فرقوں کے اثرات سے محفوظ رکھنا ہو تو بہت سی گمراہیاں خود اس قوم میں راہ پا سکتی ہیں جو اس دین کی علمبردار ہے۔

تاریخ گواہ ہے کہ جب تک ملت اسلامیہ میں ایسے افراد پیدا ہوتے رہے جنہوں نے اسلام کی خدمت کی تو گلشن اسلام میں فصل بہار رہی۔ جب تک مدارس اسلامیہ غزالی' رازی' سعدی اور بیضاوی اور خانقاہیں' رومی' ہجویری' اجمیری' شاہ جیلانی' زکریا ملتانی' شیخ سرہندی رحمتہ اللہ علیہم جیسی فخر زمانہ ہستیاں تیار کرتی رہیں کفر کے ظلمت کدے اسلام کے نور سے روشن ہوتے رہے حق کی قوت باطل کے تابوت میں کیل ٹھوکتی رہی مگر! آہ اب ایک خدا' ایک رسول' ایک قرآن' ایک کعبہ رکھنے والی قوم نے اپنے آپ کو کئی فرقوں میں بانٹ رکھا ہے ملت اسلامیہ کے دشمن اور یہود و نصاری کے زر خرید علماء نے امت رسول کے درمیان نفرت و عداوت کی اتنی بلند دیوار کھڑی کر دی ہے کہ ان میں آپس میں مل بیٹھنے کی دور تک کوئی صورت نظر نہیں آتی الحاد' دہریت اور بے دینیت کے طوفان نے ہمارے بنیادی عقائد کے قلعوں میں شگاف ڈال دیئے۔ اسلام دشمن تحریکوں کے مہلک اثرات نے ہماری تعمیری صلاحیتوں کو ناکارہ بنا کر رکھ دیا۔

تاریخ گواہ ہے کہ کبھی سمرقند' تاشقند' بخارا اسلام کے بہت بڑے مرکز ہوا کرتے تھے مگر ان کا حشر کیا ہوا یہی ہوا کہ عظیم مساجد' اسلامی جامعات اور بڑی بڑی خانقاہیں ویران کر دی گئیں۔ سارے چراغ گل کر دیئے گئے رشد و ہدایت کے چشمے خشک ہو گئے۔ مزارات اولیاء کے دروازوں پر تالے لگا دیئے گئے یہود و نصاری کے گماشتے اس سرزمین پاکستان میں بھی اسی المیہ کو دہرانے کے لئے شب و روز مصروف عمل ہیں مگر اس قوم کی غفلت کا یہ عالم ہے کہ اسلام کے بنیادی عقائد کا چمن اجڑتا ہوا دیکھ سکتے ہیں مگر دنیاوی مفادات سے رشتہ نہیں توڑ سکتے کسی قوم کے لئے اس بے حسی سے بڑھ کر اور کیا عذاب ہو سکتا ہے۔

تاریخ انسانیت گواہ ہے کہ دنیا میں ایک دو نہیں سینکڑوں ' ہزاروں نہیں لاکھوں قومیں وجود میں آئیں جو اپنے اپنے وقت میں ' شان و شوکت ' جلال و ہیبت ' عروج و عظمت کے سکے گاڑتی رہی مگر جب انہوں نے احکام خداوندی سے بغاوت کی ' پیغمبروں کی نافرمانیاں اور گستاخیاں کیں اور اپنی خواہشات کے سامنے خدائی احکامات کو پس و پشت ڈال دیا تو اللہ تعالیٰ نے ایسی نافرمان اور بدکردار قوم کی ایسی گرفت کی کہ اس عالم دھرتی سے ان کا نام و نشان تک مٹا دیا۔

یاد رکھئے جو قوم اپنے مرکز سے ہٹ جائے ' اپنے محسنوں کو فراموش کر دے ' ان کے بتائے ہوئے احکامات سے اپنے دل و دماغ کو جلا نہ بخشے ' ان کی دکھائی ہوئی راہوں پر چلنے سے چشم پوشی کرے ' ان کی زندگیوں سے اکتساب فیض نہ کرے وہ قوم مٹ جاتی ہے۔ فنا ہو جاتی ہے دنیا کی ہر باضمیر اور زندہ قوم اپنے محسنوں کی یاد مناتی ہے۔ ان کے کردار کو اپنے لئے مشعلِ راہ بناتی ہے اور اپنے دین کا تحفظ کرتی ہے۔

پیارے مسلمانو! اب آپ کو غور و فکر کی گہرائی میں اتر کر یہ فیصلہ کرنا ہے کہ کیا آپ ذہنی طور پر اس ملک میں ایک نئے اور خود ساختہ مذہب کا تسلط دیکھنے کے لئے تیار ہیں یا نہیں؟ کیا آپ دنیا و آخرت میں ان تمام ذمہ واریوں کو قبول کرنے کے لئے تیار ہیں جو باطل فرقوں کے گمراہ کن نتائج کے سلسلے میں آپ کی گردن پر عائد ہوں گے؟ اگر آپ کا جواب نفی میں ہے تو پھر آج ہی فیصلہ کیجئے کہ آج کے بعد کسی دیوبندی ' وہابی ' یا جماعتی کی اقتداء میں نماز نہیں ادا کریں گے ان کے مدارس میں اپنے بچوں کو دینی تعلیم نہیں دلوائیں گے۔

محترم مسلمانو! ایمان و ضمیر کی روشنی میں سوچیئے کہ جن مدارس و مساجد میں ہمارے پیارے رسول سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کو (نعوذ باللہ) جانوروں کے علم سے تشبیہ دی جاتی ہو ' جہاں محبوبانِ خدا انبیاء کرام اور اولیاء عظام کو (نعوذ باللہ) ذرہ ناچیز سے بھی کمتر اور چمار سے بھی زیادہ ذلیل ہونے کا درس دیا جاتا ہو۔ جہاں حالت نماز میں حضور پاک صلی

اللہ علیہ وسلم کے مبارک تصور کو (نعوذ باللہ) گدھے اور بیل کے تصور سے زیادہ برا ہونے کا سبق دیا جاتا ہو۔ جہاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے میلاد شریف کو (نعوذ باللہ) کنہیا کے "جنم دن" سے بھی زیادہ برا کہا جاتا ہو جہاں حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کو (نعوذ باللہ) اپنے جیسا بشر اور بڑا بھائی کہا جاتا ہو جہاں بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں درود و سلام پڑھنے کو (نعوذ باللہ) کفرو شرک کہا جاتا ہو۔

جہاں کوئے کھانے کو حلال اور فاتحہ کا کھانا حرام کہا جاتا ہو' جہاں سنی مسلمانوں کی آبادیوں کو "کفر کے اڈے" اور بزرگان دین کے مزارات مقدسہ کو "شرک کے مرکز" کہا جاتا ہو اور ایسے ہی بے شمار گستاخانہ "آداب فرزندی" سکھائے اور پڑھائے جاتے ہوں تو ذرا سوچیئے ...... وہاں تعلیم حاصل کرنے والا آپ کا بیٹا اپنے حکمی باپ کی تعلیمات پر گستاخ رسول نہیں بنے گا تو پھر کیا عاشق رسول بنے گا؟

علمائے دیوبند نے اپنے مدارس میں ابتداء ہی سے طلبہ پر خصوصی توجہ دی ہے طلبہ پر خصوصی توجہ دینا اور اپنے اساتذہ کی محبت ان کے دلوں میں پیدا کرنا ان کے مشن کا حصہ ہے کیونکہ یہ اس حقیقت کو جانتے ہیں کہ ان کے بڑے اکابرین نے اپنی کتابوں میں اسلام اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں جو گستاخیاں کی ہیں۔ مدارس کے طلبہ ان کے عقائد کے محافظ اور پاسبان ہیں۔ جو ہر وقت ان کے مدارس میں موجود رہتے ہیں اور سنی مسلمانوں کے چندوں پر پلتے ہیں۔

آج دیوبندی وہابیوں اور جماعتوں نے انگریزی تعلیم کے نام پر بے شمار انگلش اسکول بھی کھول رکھے ہیں۔ جہاں دینی اور انگریزی تعلیم ساتھ ساتھ دی جاتی ہے یہ اسکول خواہ اقراء کے نام سے ہوں یا الدعوۃ کے نام سے بچوں کے لئے ہوں یا عورتوں کے لئے ایسے اسکولوں میں تعلیم دلانا اپنے بچوں اور بچیوں کے ایمان برباد کرنا ہے۔

پیارے مسلمانو! یہ ایک باپ ہی کی ذمہ داری نہیں کی وہ اپنی

اولاد کو دیوبندیوں ' وہابیوں ' اور جماعتیوں کے مدارس میں تعلیم دلوانے سے روکے بلکہ ہر وہ

مسلمان بارگاہ خداوند (جل شانہ) اور دربار رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں جواب وہ ہے جو

اپنے ماتحت کو فتنہ دیوبندیت سے آگاہ نہ رکھے۔ مثلاً" ایک اسکول ماسٹر کی یہ دینی اور مذہبی ذمہ

داری ہے کہ وہ اپنے ایک ایک شاگرد کو فتنہ ' دیوبند سے آگاہ کرے..... اسی طرح ہر افسر اپنے

ماتحت عملے کو فتنہ دیوبند سے آگاہ کرے ' ایک مل مالک اپنے مزدوروں اور اسٹاف کے دیگر عملے کو

فتنہ دیوبند سے بچانے کی بھرپور کوشش کرے ' ایک پیر اپنے مریدوں کو حتی کہ ملک کا ہر وزیر اور

سربراہ مملکت بھی اپنی رعایا کو دین وملت کے اس عظیم فتنے سے آگاہ کرے۔

مجھے یقین ہے کہ اگر ہر ذمہ دار مسلمان بھائی اپنی دینی ذمہ داری سنبھال لے تو گویا اس نے

اپنا مذہبی فریضہ ادا کردیا اگر آپ اور کچھ نہیں کر سکتے تو جو کتاب اس وقت آپ کے ہاتھ میں ہے

اس کی اشاعت و تقسیم اپنے اپنے اداروں میں کریں اور اپنے ماتحت عملے کو اسلام کو ناقابل تلافی

نقصان پہنچانے والے اس فتنے سے آگاہ کریں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

یایھا الذین امنو لاتتخذوا الیھود و النصری اولیاء بعضھم اولیاء بعض و من یتولھم منکم

فانہ منھم (سورہ المائدہ ۵۱)

ترجمہ۔ اے ایمان والو یہود و نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ وہ آپس میں ایک دوسرے کے

دوست ہیں اور تم میں جو کوئی ان سے دوستی رکھے گا تو وہ انہی میں سے ہے۔

مذکورہ بالا آیت سے ثابت ہوا کہ یہود و نصاریٰ سے دوستی رکھنا منافقوں اور بے دینوں کا

کام ہے اور کفاروں سے محبت رکھنا منافقوں کی علامت ہے۔

پیارے مسلمانو! آخری بار پھر ہاتھ جوڑ کر عرض ہے کہ میں نے اس دور کے سب سے

بڑے فتنے "فتنہ دیوبند" سے آپ کو آگاہ کردیا ہے ایک سچی بات تھی جس سے باخبر کرنا میں اپنی

دینی مذہبی ذمہ داری سمجھتا تھا۔ اب اس کا ایماندارانہ فیصلہ کرنا ان تمام مسلمانوں کے ہاتھوں میں ہے جن کے ہاتھوں میں یہ کتاب ہے۔

خدا کے لئے تعصب اور اقربا پروری کی عینک اپنی آنکھوں سے اتار دیجئے اور تمام حقائق و واقعات کا مشاہدہ ایک سچے اور وفادار امتی ہونے کی حیثیت سے اپنے سر کی آنکھوں سے کیجئے مجھے یقین ہے کہ اگر آپ کا ضمیر کسی مولوی کی مٹھی میں نہیں ہے اور آپ نے عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سرشار آنکھوں سے اس کتاب کا مطالعہ کیا تو پھر آپ اپنے آپنے کو اسی صراط مستقیم پر پائیں گے جس راہ پر ۱۸۵۷ء سے پہلے ہمارے مسلمان باپ دادا اور کروڑوں مسلمان اور تمام بزرگان دین رحمتہ اللہ علیہم اجمعین چلا کرتے تھے۔

میری دنیا بھر کے مسلمان حکمرانوں سے بالعموم اور پاکستان کے حکمرانوں سے بالخصوص یہ عاجزانہ التجا ہے کہ وہ ان تمام حقائق کا مشاہدہ ایک سچے اور وفادار امتی ہونے کی حیثیت سے کرے۔ وہ ان حقائق کو فرقہ واریت کا ہرگز رنگ نہ دے۔ فرقہ واریت کا رنگ دے کر اگر خدانخواستہ حق کو دبا دیا گیا تو یہ اسلام کا ناقابل تلافی نقصان ہوگا۔ دنیا میں بڑے بڑے نامی گرامی حکمران پیدا ہوئے۔ جو برسوں اپنی حکومت کا سکہ اس دھرتی پر گاڑھ کر دنیا سے چلے گئے آج ان کا نام لیوا کوئی نہیں قبر کی اندھیری کوٹھری میں اپنے کئے کی سزا بھگت رہے ہیں۔ مگر وہ حکمران جنھوں نے اسلام کے خلاف اٹھنے والی سازشوں کو بے نقاب کیا دشمنان اسلام کے خلاف نبرد آزما ہوئے اسلام کو مٹنے سے بچایا وہ امر ہو گئے۔ انہیں مرے ہوئے اگرچہ صدیاں بیت گئیں لیکن آج بھی امت رسول سلطان صلاح الدین ایوبی، محمد بن قاسم، عمر بن عبدالعزیز، نورالدین زنگی، محمود غزنوی کا نام سنتی ہے تو عقیدت سے ان کی نگاہیں جھک جاتی ہیں۔ اے کاش! آپ کا بھی نام ایسے ہی حکمرانوں میں ہو۔ آپ سے صرف یہی التجا ہے کہ خدارا تعصب کی عینک آنکھوں سے اتار کر حق کی تائید کریں اور ان حقائق کو ہرگز فرقہ واریت قرار نہ دیا جائے۔ کیونکہ یہ وہ

حقائق ہیں کہ جن پر برصغیر پاک وہند کے بے شمار علماء نے قلم اٹھایا۔ ہزار ہا کتابیں اس موضوع پر لکھی گئیں۔ آج بھی علمائے حق دنیا بھر میں مسلمانوں کو اپنی تقاریر کے ذریعہ اس فتنہ سے آگاہ کر رہے ہیں۔

میری علمائے دیوبند' غیر مقلد وہابی اور جماعت اسلامی سے تعلق رکھنے والے سنجیدہ حضرات سے بھی یہ گزارش ہے کہ ان تمام حقائق پر آپ بھی غور فرمائیں۔ آپ کو بھی مرنا ہے۔ خداوند قدوس کی بارگاہ میں آپ کو بھی اپنے اعمال کا حساب دینا ہے۔ اقربا پروری اور شخصیت پرستی کے خول سے نکل کر اور تعصب کی عینک اپنی آنکھوں سے ہٹا کر ایماندارانہ فیصلہ کریں۔ میں نے جو کچھ بھی اس کتاب میں لکھا آپ ہی کی کتابوں سے لے کر لکھا۔ میری یہ جرات ہرگز نہیں کہ اپنی طرف سے کسی پر الزام لگاؤں۔ خدا کے لئے امت رسول کو فرقہ واریت سے بچانے کے لئے نفرت کی اس دیوار کو گرا دیجئے۔ یہود و ہنود کی سازشوں کو ناکام بنا کر اتحاد و یکجہتی اور اسلامی جذبے کو فروغ دینے میں ایک دوسرے کے دست بازو بن جائیے۔ مجھے یقین کامل ہے کہ جن کے دلوں میں خوف آخرت اور ایمان کی سلامتی کا جذبہ کار فرما ہے وہ ضرور میری گزارشات پر سنجیدگی سے غور فرمائیں گے اور حق پرستی کی راہ اختیار کرکے باطل کے تابوت میں آخری کیل ٹھوک دیں گے۔

اب جس کے جی میں آئے وہی پائے روشنی
میں نے تو دل جلا کے سر عام کر دیا

دعا ہے اللہ تعالیٰ اپنے مقدس رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل ہر مسلمان کو ہدایت کی راہ نصیب فرمائے اور مسلمانوں کے اختلافات ہمیشہ کے لئے نیست و نابود فرمائے اور اس کتاب کو میری اور تمام مسلمانوں کی مغفرت کا ذریعہ بنائے اس کتاب میں جو بھی مجھ ناچیز سے

غلطی ہو گئی ہو اسے معاف فرمائے۔

آمین ثم آمین یا رب العالمین طفیل رحمتہ اللعالمین۔

وما علینا الا البلاغ المبین

آپ کا دردمند بھائی

محمد نجم مصطفائی

شاہ عبدالعزیز السعود کی فلسطین یہودیوں کے حوالے کرنے کا تحریری عکس

از امارات تاریخ آل سعود۔ مصنف ناصر السعید

ناشر منشورات دار مکہ مکرمہ۔ مطبوعہ ۱۴۰۴ ہجری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

انا السلطان عبدالعزیز ابن عبدالرحمن الفیصل السعود اقر
واعترف الف مرة للسیر برسی کوکس مندوب
بریطانیا العظماء لا مانع عندی من اعطاء فلسطین
للمساکین الیہود او غیرھم کما تراہ بریطانیہ التی لا اخرج عن
رایہا حتی تصیح الساعۃ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

انا سلطان عبدالعزیز بن عبدالرحمن آل فیصل
آل سعود اقر واعترف الف مرة للسیر برسی کوکس
مندوب بریطانیا العظمیٰ لا مانع عندی من اعطاء
فلسطین للمساکین الیہود او غیرھم کما تراہ بریطانیا
التی لا اخرج عن رایہا حتی تصبح الساعة۔

مہر

ترجمہ۔ یہود سے متعلق اپنے حسن نیت کو برطانوی جاسوسی ادارہ کے سامنے پیش کرتے ہوئے جان فلبی کے حکم وہدایت پر عبدالعزیز السعود نے یہ تحریر دی تھی۔ العقیر منلقہ الاحساء میں ۱۹۱۵ء میں جو ایک سازشی میٹنگ ہوئی تھی اس کی یہ تحریری شہادت ہے، جس کا ترجمہ حسب ذیل ہے۔

"میں سلطان عبدالعزیز بن عبدالرحمٰن آل فیصل آل سعود برطانیہ عظمیٰ کے مندوب سر برسی کوکس کے لئے ایک ہزار مرتبہ اس بات کا اعتراف واقرار کرتا ہوں کہ فلسطین کو یہودیوں کے حوالے کرنے پر مجھے کوئی اعتراض نہیں یا برطانیہ اس فلسطین کو جسے چاہے دے دے میں برطانیہ کی رائے سے صبح قیامت تک اختلاف وانحراف نہیں کر سکتا۔"

(مہر)

تاثرات

پاکستان کے ممتاز عالم دین سید شاہ تراب الحق مدظلہ عالی

اس فقیر نے جناب محمد نجم مصطفائی صاحب کی کتاب "منزل کی تلاش" کا کہیں کہیں سے مطالعہ کیا جہاں جہاں سے پڑھا بہت خوب پایا۔ اس کتاب میں انگریز گورنمنٹ نے کس طریقے سے علماء کو خرید کر اسلام اور اہلسنت کے خلاف استعمال کیا۔ علمائے اہلحدیث اور علمائے دیوبند نے اہلسنت کو ختم کرنے کے لئے انگریزوں سے مل کر کیا کیا کارنامے انجام دیئے کافی وشافی طریقے سے بیان کیا گیا ہے۔ ہر بات کو مخالفین کی معتبر کتب کے حوالے سے بیان کیا گیا ہے۔ اس طرح یہ کتاب علمائے وہابیہ اور دیوبندیہ اور تبلیغی جماعت کے لئے ایک تازیانہ ثابت ہوگا۔

ساری تفصیل اس کتاب میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔ واقعی یہ کتاب "منزل کی تلاش" اسم بامسمی ہے۔ اللہ تعالٰی مولف کی اس سعی کو اپنے دربار میں قبول فرمائے اور انہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔

سید شاہ تراب الحق قادری ۲۵ جون ۱۹۹۷ء

شرک کسے کہتے ہیں۔ شرک کی حقیقت کو جانیئے
کہیں آپ کا دامن شرک سے داغدار تو نہیں؟
فرقہ واریت کے تابوت میں آخری کیل

"حق کی تلاش"

تحریر۔ محمد نجم مصطفائی

جس کا مطالعہ ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے۔ انداز تحریر انتہائی آسان

حق کے متلاشیوں کے لئے ایک ناقابل فراموش اور چونکا دینے والا سنسنی خیز انکشاف

"وفادار غلام"

تحریر۔ محمد نجم مصطفائی

شمع رسالت (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ان پروانوں کی ایمان افروز داستان جنہوں نے ناموس رسالت اور عظمت مصطفیٰ پر اپنی قیمتی جانیں پروانہ وار قربان کردیں۔ ضرور مطالعہ کیجئے

"وفا کے راہی"

تحریر۔ محمد نجم مصطفائی

ایک نوجوان کی ایمان افروز داستان جسے پڑھ کر آپ کے دل جھوم اٹھیں گے

"بغداد کا مسافر"

تحریر۔ محمد نجم مصطفائی

عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم منانا جائز ہے یا ناجائز؟ مستحب ہے یا بدعت؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت نور ہے یا بشر؟ ان حقائق کو جاننا ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے۔ ان حقائق کو جاننے کے لئے ضرور مطالعہ کریں۔

"سہانی گھڑی"

تحریر۔ محمد نجم مصطفائی

اسلام کے غیور اور بہادر فرزندوں کے وہ ایمان افروز کارنامے کہ جن کی ایمانی قوت اور ان کے عمل و کردار پر خداوند قدوس اور ملائکہ نے بھی محبت و الفت کے پھول برسائے۔ جنہوں نے دنیا کے بڑے بڑے سورماؤں کی غرور و تکبر سے اکڑی ہوئی گردنوں کو توڑ ڈالا۔ جنہوں نے رہتی دنیا تک آنے والے انسانوں کو یہ بتادیا کہ مسلمان قوم کی حقیقت کیا ہے اور مسلمانوں سے ٹکرانے کا انجام کیا ہوتا ہے۔ عشق و محبت میں ڈوبی ہوئی ایمان افروز داستان۔

"ملت کے نگہبان"

تحریر۔ محمد نجم مصطفائی

فرزندان توحید اور شمع رسالت کے پروانوں کے لئے ایک انمول تحفہ

"جرم کی سزا"

تحریر۔ محمد نجم مصطفائی

ان ضمیر فروش انسانوں کی تاریخ ساز داستان جنھوں نے اپنے نفس کی پیروی کر کے احکامات خداوندی کی کھلی مخالفت کی۔ ایسی ایمان افروز داستان جسے آپ مدتوں فراموش نہ کر سکیں گے۔ امت رسول کے لئے ایک نادر تحفہ

"ضمیر کے سوداگر"

تحریر۔ محمد نجم مصطفائی

This book is available here:

N. America	:	Islamic Foundation of N.America. Alexandria-VA- 2230. P.O. Box 6101 U.S.A.
U.K	:	Allama Ibrahim Khushtar Crescent Road Crumpsall Manchester M-8, 6UF, U.K. England.
Australia	:	Saeed Afzal P.O. Box No.1681, Ashfield 2131- N S W. Australia
Kenya	:	Qasim P.O. Box No.32580 Nearobi Kenya, Ph # 748286.
India	:	Dr.Sayyed Qamar-ud-din 16-2-741 / d / 42, T.V. Tower Aasmangarh Hyderabad Dakkan A-P-36, Andhrapardesh India. Ph: # 4065026

جامعہ اسلامیہ 1- ضیغم روڈ، اسلامیہ پارک لاہور۔ پاکستان

E-Mail : Suffah @ writeme.com

Website :http://www.theislam.com.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دلائل الخیرات شریف

مولفہ

الشیخ الامام العارف الکامل قطب الاقطاب فرید العصر

ابو عبد اللہ محمد بن سلیمان الجزولی السملالی

قدس سرہ

بہ ترجمہ

شیخ الحدیث والتفسیر فیض ملت حضرت علامہ محمد فیض احمد اویسی رضوی مدظلہ

ناشر

"MADINA HOUSE"
1-PEMBROOK TERRACE
DANBURY
CT-06810 USA

خُطُبَاتُ الجُمُعَةِ
وَالعِيدَيْنِ وَالنِّكَاحِ

'Khutbat'

CONGREGATIONAL SERMONS
(Maulana Maulvi Muhammad Hasan Ilmi's Friday, Eid & Wedding Sermons-Arabic text and English translation of the Urdu portions)

DR. AGHA I AHMED
626 STEWART AVE,
NEW HYDE PARK,
NEW YORK, NY 11040

" THE GLORIOUS GENESIS "

Al-Maulud al-Sharif
(English)

DR. AGHA I AHMED

626 STEWART AVE,
NEW HYDE PARK,
NEW YORK,
NY 11040